

وَأَقْرَأَ تِلْكَ الْقُرْآنَ الَّذِي كُرِّهُوا فِيهِ مِنَ الْقُرْآنِ
(ترجمہ)
بے شک تم نے قرآن کو نصیحت کیلئے آسان کر دیا ہے
کیا کوئی نصیحت حاصل کرنے والا ہے؟

درس قرآن مجید

(پچوتھا سالانہ مجلہ)

از قاضی محمد زاہد الحسنی صاحب

مرتبہ

محمد عثمان غنی بی بی

شائع کردہ



6/25

دارالارشاد و کمیٹی پور پاکستان

۲۹۵۳۶۶۲
۲۲۱
ضروری اطلاع برائے قارئین کرام

یہ درس جو آپ کی خدمت میں بذریعہ تحریر پیش کیا جا رہا ہے
پرائمرنگ میڈیا مہینے کے آخری اتوار صبح دس بجے ہفت روزہ
جامن روڈ سینٹرل پارک واہ کینٹ میں منعقد ہوتا ہے۔
درس قرآن کے بعد حضرت قاضی محمد زاہد الحسینی صاحب مدظلہ
درس حدیث بھی ارشاد فرماتے ہیں۔

العارضے

محمد عثمان بخنی

منتظم درس قرآن و حدیث

DATA ENTERED

از محمد عثمان غنی نے اسے ۱۷۷۱

ناظرین کرام کی خدمت میں درسی قرآن مجید کا چوتھا سالانہ مجموعہ پیش کرنے کی
الغرض العزت نے توفیق عطا فرمائی۔ قَالَ حَمْدُ اللَّهِ عَلَى ذَلِكَ

کہ تو قرآنی تفاسیر کی کمی ہے اور نہ ہی ویدہ زیب طباعت سے مزین تراجم
کی بلکہ حقیقت یہ ہے جب علمائے سلف اور مفسرین کرام کے کام پر نظر پڑتی ہے
تو علوم و معارف کے ایک سے ایک بڑھ کر پیش بہا خزانے ملتے ہیں۔ ہمارے اصحاب
نے بطریقہ کی استعداد کے مطابق قرآن حکیم کی شرحیں لکھ کر ملت اسلامیہ پر بہت بڑا
آسان فرمایا ہے۔

ہمارے درسی قرآن میں نہ تو کوئی انوکھی بات ہے اور نہ ہی کوئی جڈت۔ بلکہ یہ
کامیابی کی عطا کردہ امانت اپنے انداز میں اجباب کی خدمت میں پیش کر دی جاتی ہے۔ یہ
جو سیکھو کسی کو سکھانے چلو
ویشے سے دیباچوں جلاتے چلو

راقم الحروف کو حضرت مولانا قاضی محمد زاہد الحسینی صاحب مدظلہ العالی کی یہ عادت
بہت پسند ہے کہ وہ علوم قرآن و حدیث کی عبارات کو نہ تو دقیق گرامر میں الجھاتے ہیں
اور نہ ہی ثقیل قسم کے الفاظ بولتے ہیں بلکہ نہایت ہی بے تکلفی سے بلا تصنع آسان
کے آسان الفاظ میں مطلب بتا دیتے ہیں جس سے سننے والے کو فی الفور حدیث
بالقرآن قرآنیہ کا مفہوم ذہن نشین ہو جاتا ہے۔ اکثر و بیشتر حضرت قاضی صاحب موصوف
کی خدمت میں جامعہ مدنیہ کمپیوٹر میں بھی حاضری کا موقع ملتا رہتا ہے وہاں معمول ہے

کہ نماز فجر کے بعد روزانہ قرآن کریم کا ایک رکوع تلاوت کیا جاتا ہے۔ تمام حاضرین حلقہ کی شکل میں قرآن کو لے بیٹھے ہوتے ہیں اور حضرت قاضی صاحب ایک ایک آیت چھوٹے چھوٹے رکعوں کی شکل میں سب سے سبقاً سبقاً کہلاتے جاتے ہیں اور سب اُردو میں ترجمہ بھی کرتے جاتے ہیں۔ ترجمہ کے الفاظ تمام حاضرین بھی قاضی صاحب کے پیچھے پیچھے پڑھتے جاتے ہیں جب ایک آیت ختم ہو جاتی ہے تو پھر اُس پر مقامی زبان میں روشنی ڈالی جاتی ہے۔ تقریباً ۱۵ منٹ میں پورا رکوع ختم ہو جاتا ہے۔ اس طرز پر مکمل قرآن حکیم درس کی شکل میں کیمبل پور کے خوش نصیب شہری حضرت قاضی صاحب سے بارہا سن اور پڑھ چکے ہیں۔ شکرگاہ کے درس شہر کے کاروباری اور ملازمت پیشہ لوگ ہوتے ہیں۔ اسی طرح عشاء کے وقت مقامی بولی میں حدیث کا درس ہوتا ہے۔ کلام اللہ اور حدیث نبویہ دو نور ہیں۔ ان کی نورانی محفلوں میں بیٹھ کر بڑا ہی کیفیت محسوس ہوتا ہے۔ حضرت قاضی صاحب کی مجلس میں "آمد" اور "آورد" کا فرق بخوبی معلوم ہوتا ہے۔

واہ کینٹ کے درس قرآن میں حضرت موصوف کا بیان گذشتہ تین سال تک صرف ایک گھنٹہ ہوتا رہا۔ سال بھر میں فقط بارہ گھنٹوں کی تقاریر کی کتابی شکل میں ترتیب دی گئیں تو عنخیم کتابیں بن گئیں جو آپ حضرت سالانہ مجموعوں کی شکل میں ملاحظہ فرما چکے ہیں۔ یہ سب کچھ اللہ تعالیٰ کی عنایت ہے۔ ہمارے روحانی مرثیٰ شیخ التفسیر حضرت مولانا احمد علی صاحب نور اللہ مدظلہ فرمایا کرتے تھے کہ جس کو اخلاص اور استقامت کے دو پر لگ جائیں وہ آسمان پر اڑنے لگتا ہے لہذا میں یقین سے کہتا ہوں کہ یہ سب حضرت قاضی صاحب موصوف کے اخلاص و

کے مراتب ہیں۔

درسوں کی اشاعت یا مجالس کے انعقاد سے نہ تو سستی شہرت مطلوب ہے نہ ہی جذبہ زہد بلکہ قرآن حکیم کی یہ آیت مبارکہ اصل مقصد کی آئینہ دار ہے۔
مَا أَسْأَلُكُمْ عَلَيْهِ مِنْ أَجْرٍ إِنْ أَجْرِيَ إِلَّا عَلَى رَبِّ الْعَالَمِينَ طه (الشعراء ۱۰۸)
ترجمہ: میں تم سے اس پر کوئی مزدوری نہیں مانگتا۔ میری مزدوری تو بس اللہ تعالیٰ کے ذمہ ہے۔

ہم نے نومبر ۱۹۶۷ء میں اس پاکیزہ مجلس کا آغاز کیا اور اب تک خدا کے فضل و کرم سے ہر ماہ کے آخری اتوار صبح دس بجے عشاء جا من روڈ سینٹرل پارک واہ کینٹ میں یہ درس منعقد ہو رہا ہے۔ پابندی وقت کا جلسوں اور اجتماعات میں عام طور پر خیال نہیں رکھا جاتا مگر یہیں خداوند قدوس نے توفیق عطا فرمائی کہ پابندی وقت ہمارا اصول بن چکی ہے۔

۲۶ نومبر ۱۹۶۷ء کو یہ درس مقدس تین سال پورے کر کے چوتھے سال میں داخل ہوا۔ سالانہ تقریب پر لاہور سے ہمارے عالی مقام عمر پیرست جانشین شیخ التفسیر حضرت مولانا سعید اللہ الرحمن مدظلہ العالی تشریف لائے اور درس حدیث کا باقاعدہ افتتاح فرمایا۔ آئندہ سے درس قرآن حکیم کا وقت ایک گھنٹہ کی بجائے ۱۵ منٹ کر دیا گیا ہے اور درس قرآن کے فوراً بعد حضرت قاضی صاحب بوصوف درس حدیث بھی دیا کریں گے جو ۱۵ منٹ ہو کر سنے گا۔ مجموعی وقت میں صرف پندرہ منٹ کا اضافہ ہوا اور اس طرح اب واہ کینٹ کے احباب قرآن اور حدیث دونوں کے درس

سنا کریں گے۔ حضرت مدظلہ کے علاوہ حضرت مولانا حافظ غلام رسول صاحب
 (ڈیرہ اسماعیل خاں) اور حضرت مولانا عبداللطیف صاحب (جہلم) مدظلہما العالی
 خلفاء محاذ حضرت شیخ التفسیر بھی تشریف لائے اور اس طرح مجلس میں
 روحانی برکات جمع ہو گئیں۔

راقم الحروف کو اپنی بے بضاعتی کا پوری طرح احساس ہے۔ اس کتاب
 کے محاسن کا تمام تر کریڈٹ (CREDIT) حضرت قاضی صاحب موصوف
 کا حق ہے۔ اگر ناظرین کرام (خصوصاً علما و حضرات) عبارات میں کوئی سُقم
 یا غلطی دیکھیں تو اس کو اس ناچیز کی طرف منسوب کر دیں۔

وَعَلَيْكُمْ كَثْرَةُ الْعُرْبِ الْعَرَبِتِ مَحْضِ اٰمِنِي رَحْمَتٍ سَمِيحَةٍ وَحَدِيثِ كِي اِس
 پاکیزہ مجلس کو روز افزوں عروج نصیب فرمائے۔ اللہ تعالیٰ ہمارے شیخ
 حضرت مولانا احمد علی صاحب لاہوری رحمۃ اللہ علیہ کے درجات بلند
 فرمائے کہ انہی کے فیضان سے یہ پیر انوار محفلین قائم ہیں۔ اللہ تعالیٰ صاحب
 مسند حضرت مولانا قاضی محمد زاہد الحسنینی صاحب مدظلہ العالی کی صحت
 اور علم میں مزید برکت عطا فرمائے اور ہم سب کو بھی ان کے ارشاد ات عالیہ
 مستفید ہو کر اپنی زندگی کے نیل و نہار قرآن و حدیث کے مطابق گزارنے
 کی توفیق ارزانی فرمائے۔ آمین یا اللہ العالمین

خادم در کس قرآن و حدیث

احقر محمد عثمان غنی

۱۹۴۸ء واہ کینٹ

۶۔۱۹۶۸
 ۶ شوال ۱۳۸۷ھ
 ۶ جنوری

کلمات دعا و برکت

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ
 الْحَمْدُ لِلَّهِ وَكَفَى وَسَلَامٌ عَلَىٰ عِبَادِهِ الَّذِينَ اصْطَفَىٰ آمَنَّا بِعَدْوِ
 قَاعِ دُيُوتِ اللَّهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ
 اللہ تعالیٰ کے اس اُمت محمدیہ علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام پر جو عظیم
 احسانات ہیں ان میں سے قرآن حکیم حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا قیامت
 تک زندہ و تابندہ معجزہ رشتی دنیا تک انسانوں کی ہدایت کے لئے
 کافی وافی شافی ہے۔ اور یہ پہلی اور آخری آسمانی کتاب ہے جو جوں کی
 توں جس دن سے نازل ہوئی ہے آج تک ہمارے درمیان موجود ہے جیسا کہ
 لوح محفوظ میں اُس کی اصل موجود ہے اور اُس کے نقوش ہمارے پاس
 محفوظ ہیں۔ اور یہ وہ فخر ہے جو کسی سابقہ کتاب کے لئے دعویٰ سے پیش نہیں
 کیا جاسکتا۔ یہ فخر صرف قرآن حکیم کے لئے بس کر رہا ہے۔ اور ہر مسلمان فخر سے
 سر بلند کر کے یہ کہہ سکتا ہے کہ قرآن ہی وہ واحد کتاب ہے کہ جس دن سے
 نازل ہوئی ہے آج تک ایک ذرہ کم نہیں ہوئی کسی کو بدلنے کی طاقت نہ ہوئی اور
 نہ قیامت تک اس کا ایک نقطہ بھی کوئی بدلنے کی جسارت کر سکتا ہے۔
 مسلمانوں کی فخریہ نسبت ہے کہ جب قرآن نازل ہوا تو اُس وقت صرف
 ایک علاقے کی زبان عربی تھی اور آج قرآن حکیم کی بدولت ایک درجن کے
 قریب مسلم ممالک کی علمی و ادبی، سرکاری اور مذہبی زبان عربی ہے۔ اور

واقعہ یہ ہے کہ آج ساری دنیا قرآن حکیم کے اصول و نظریات پر چاہے وہ اس پر ایمان کا دعویٰ رکھتے ہوں یا نہ رکھتے ہوں کسی نہ کسی حد تک اس پر عمل پیرا ضرور ہیں۔ اور قرآن حکیم کو چھوڑ کر نہ مسلمان حکومتیں زندہ رہ سکتی ہیں اور نہ مسلمان افراد۔ تقاض پاکستان علامہ اقبال مرحوم نے اس حقیقت کو کیا اچھی طرح بیان کیا ہے۔

گر تو میخو ابھی مسلمان زلیستن نیست ممکن جز یہ قرآن زلیستن
 درس قرآن حکیم کے چوتھے سالانہ مجموعے کی ابتداء پر میں اپنے محترم بزرگ حضرت مولانا قاضی محمد زاہد الحسنی صاحب مدظلہ العالی اور برادر محترم جناب محمد عثمان صاحب مدظلہ العالی اور ان کے معزز و محترم ساتھیوں کے لئے دعا گو ہوں کہ حق تعالیٰ شانہ ان کے عزائم اور عمروں میں برکت عطا فرمائیں۔ اور خدمت قرآن کی بڑھ چڑھ کر تازہ سیسٹم توفیق عطا فرمائیں اور اسے ان سب کی نجات کا ذریعہ بنائیں۔ جس تندہی کے ساتھ درس قرآن کی خدمت بجالا رہے ہیں۔ یہ انہی کا حصہ ہے۔

ابن کار از تو آید و مردان چنین کنند

اللہ تعالیٰ ہم سب کو جناب رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت و فرمان برداری اور قرآن حکیم کی تعلیم کی نشر و اشاعت کی توفیق ارزانی فرمائیں۔
 یا الہ العالمین۔ آمین

دستخط (حضرت مولانا) عبید اللہ الورد (مدظلہ العالی)

شیر نوالہ دروازہ - لاہور

مورخہ ۱۳۸۶ھ مطابق ۱۹۶۷ء نومبر ۱۹ء

پہلا اور سب سے بڑا قرآن مجید

منعقدہ ۲۳ شعبان المعظم ۱۳۸۶ھ - ۲۴ نومبر ۱۹۶۶ء

- اس درس میں مندرجہ ذیل علمی اور دینی فوائد آئے ہیں۔
- عبادت بندہ کے لئے بلند ترین مقام ہے۔
- عبادت کا اثر انسانی زندگی کے ہر پہلو میں۔
- قرآنی آیات اور حکمت قرآنی شفاء بدن بھی ہیں۔
- استغفار کا حکم اور اس کی برکات۔
- رزق حسن کی تشریح۔
- زندگی اور عبادت کا تقابل۔

واللہ الموفق

سورگاہوں

مؤرخہ ۲۶ نومبر ۱۹۶۵ء بروز اتوار مطابق ۲۳ شعبان المعظم ورس
 قرآن مجید کی تیسری سالانہ تقریب منائی گئی۔ اس موقع پر جانشین
 شیخ التفسیر حضرت مولانا عبید اللہ انور صاحب دامت برکاتہم
 لاہور سے تشریف لائے اور ورس حدیث کا افتتاح فرمایا۔ حضرت
 مولانا عبداللطیف صاحب مدظلہ جہلم اور حضرت مولانا حافظ غلام رسول
 صاحب مدظلہ ڈیرہ اسماعیل خان (خلفائے حضرت شیخ التفسیر) نے
 بھی اس اجتماع میں شرکت فرمائی۔ بیرونی اور مقامی حاضرین نے بھی مجلس
 رونق بخشی۔

أَعُوذُ بِاللَّهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ
 الرَّاقِبَةُ أَحْكَمَتْ آيَتَهُ ثُمَّ فَصَلَتْ مِنْ لَدُنْ حَكِيمٍ خَيْرِهِ
 أَلَّا تَعْبُدُوا إِلَّا اللَّهَ إِنِّي لَكُرْمُئِنُهُ نَذِيرٌ وَنَشِيرٌ وَأَنْ
 اسْتَغْفِرُوا رَبَّكُمْ ثُمَّ تُوبُوا إِلَيْهِ يُمَتِّعْكُمْ مَتَاعًا حَسَنًا إِلَىٰ أَجَلٍ
 مُّسَمًّى وَيُؤْتِ كُلَّ ذِي فَضْلٍ فَضْلَهُ وَإِنْ تَوَلَّوْا فَإِنِّي أَخَافُ عَلَيْكُمْ
 عَذَابَ يَوْمٍ كَبِيرٍ إِلَى اللَّهِ مَرْجِعُكُمْ وَهُوَ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ صَدَقَ اللَّهُ
 الْعَظِيمُ (هود عا ۱۰)

مَحَلِّ لِقَاءِ حضرت دامت برکاتہم، علمائے عظام اور برادرانِ گرامی و میری بہنوں! حسبِ معمول، پروگرام کے مطابق آج ماہِ ادریس قرآن مجید کا یہ حصہ شروع ہے پچھلے درس میں سورتِ ہود کی ابتدائی آیات تلاوت کی گئی تھیں اور ان میں سے وقت کی تنگی کی وجہ سے صرف پہلی آیت تشریف کی تھی اور یہی تفسیر جو اللہ عزوجل نے اس سیاہ کار کو سکھائی تھی وہ آپ کے سامنے پیش کی گئی۔ آج انہی آیات کو پھر تلاوت کیا گیا ہے اور انہی کی تھوڑی سی تشریح اللہ تعالیٰ کی توفیق کے ساتھ پیش کی جائے گی۔ اللہ مجھے آپ کو عمل کی توفیق عطا فرمائے۔

جیسا کہ پہلے درس میں عرض کیا جا چکا ہے اس سورتِ ہود کی ایک خصوصیت ہے جس کے متعلق رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: شَيْبَتِي تِلَاوَةً هُوَ، مجھے سورتِ ہود کی تلاوت نے بوڑھا کر دیا۔ جہاں تک میرا ناقص مطالعہ ہے، اور کسی سورت کے متعلق امام الانبیاء فخر رسل جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یوں نہیں فرمایا۔ صرف سورتِ ہود کے متعلق آپ نے فرمایا صدیق اکبر کے جواب میں کہ لے صدیق! تلاوتِ ہود نے مجھے قبل از وقت بوڑھا کر دیا ہے۔ جس سورت کو سُن کر جس سورت کو پڑھ کر، جس کے نزول سے رحمتِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم اتنے متاثر ہوئے ہوں کہ آپ پر قبل از وقت بڑھاپے کے آثار طاری ہو گئے، میرے بھائیو! امت کے لئے اس سورت کا سمجھنا اور اس میں غور و فکر کرنا نہایت ہی ضروری ہے۔ قرآن مجید سارا واجبِ عمل ہے لیکن جس سورت کے متعلق صاحبِ وحی محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

یہ فرمادیں کہ مجھے اس سورت نے بوڑھا کر دیا تو بتائیے پھر امت کے لئے
 کس قدر غور و فکر کی دعوت ہے کہ امت اس سورت کے متعلق کس قدر
 غور و فکر سے کام لے اس کے احکام کو سمجھے، اس کی حکمت کو سمجھے،
 رب العالمین کے ارشادات پر غور و فکر کرے۔

تو سورت ہود میں اللہ تعالیٰ نے پہلی قوموں کی تباہیوں اور بربادیوں کے
 متعلق اجمالی اشارہ فرمایا یہ تباہی اور بربادی اقوام عالم پر کیوں آئی ہے؟
 اور کیوں آتی ہے؟ اور کیوں آتی رہے گی؟ اس کے متعلق شروع ہی کی
 آیت میں اشارہ کر دیا کہ جس وقت انسان اپنے رب سے باغی ہو کر اپنی
 طرف سے کوئی نظام اختراع کر لیتا ہے اور اس نظام کو اللہ کے نظام کے
 مقابلے میں لے آتا ہے تو پھر رب العالمین اور اس کی مخلوق کے درمیان
 جس کو اللہ تعالیٰ نے کل اپنا خلیفہ بنایا تھا، جس کو اللہ تعالیٰ نے ساری
 کائنات پر اپنی طرف سے وہ مقام عظیم عطا فرمایا جس کے متعلق قرآن ہی
 ارشاد فرماتے ہیں **وَلَقَدْ كَرَّمْنَا بَنِي آدَمَ وَجَعَلْنَاهُمْ فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ
 رِزْقًا وَرَزَقْنَاهُمْ مِنَ الطَّيِّبَاتِ وَفَضَّلْنَاهُمْ عَلَى كَثِيرٍ مِمَّنْ خَلَقْنَا
 تَفْضِيلًا** (بنی اسرائیل) تو جس انسان کو اللہ نے اپنی خلافت سے
 نوازا، وہی انسان جب خصیم و مبین بن کر اللہ کے مقابلے میں آ جاتا ہے تو پھر
 اللہ تعالیٰ سب سے بڑے رحمان بھی ہیں، سب سے بڑے رحیم بھی ہیں
 اور سب سے بڑے غفور بھی ہیں، جب اللہ تعالیٰ کی غیرت جوش میں آتی
 ہے تو پھر قومیں دنیا سے ملیا میٹ کر دی جاتی ہیں۔ پھر وہی اللہ تعالیٰ

ارشاد فرماتے ہیں۔ فَهَلْ تَدْرِي لَكُمْ مِنْ بَاقِيَتِهِ (الحاقہ ص) پہلی منزل
 کے نشان دہی سے مت گئے، ان کی نسلیں ختم کر دی گئیں، ان کے اسباب
 منقطع کر دیئے گئے۔

تو اس صورت میں رب العالمین نے وہ نظام ارشاد فرمایا جس
 نظام پر چل کر بندہ رب العالمین سے قریب ہوتا ہے، رب العالمین کا
 باغی نہیں بنتا، جب وہ رب العالمین کے قریب ہو گا تو اس کے
 عذاب سے محفوظ رہے گا۔ وہ نظام کیا ہے میرے بزرگو! اسی صورت
 کی دوسری آیت میں ارشاد فرمایا اَلَا تَقْبَلُوْا اَللّٰهَ اِنْتِیْ لَکُمْ
 مِّنْهُ نَذِيْرًا وَنَشِيْرًا۔ ارشاد فرمایا کہ اے میرے بندو! اے میری مخلوق
 کے ایک عظیم رکن انسان! میرے لئے میرا ایک حکم ہے اور یہ حکم سب انبیاء
 علیہم السلام نے اپنی اپنی اقوام اور امتوں تک پہنچایا۔ اَلَا تَقْبَلُوْا
 اَللّٰهَ اِنْتِیْ لَکُمْ مِّنْهُ نَذِيْرًا وَنَشِيْرًا۔ اللہ کے سوا کسی کو معبود نہ
 سمجھو، اللہ کے سوا کسی کے بند نہ بنو، تمہارا ہی جو بھی کیفیت ہو، کسی
 بھی حال میں تم ہو، تم اپنے آپ کو مقام عبودیت سے خارج نہ سمجھو
 اور اپنے لئے صرف ایک معبود مانو اور وہ معبود کیا ہے؟ رب العالمین

عزائم۔

عبادت کا مفہوم کیا ہے؟ میرے بزرگو اور بھائیو! بعض اقوام نے
 اپنے انبیاء علیہم السلام کی تعلیم سے ہٹ کر جو کچھ نظام اختراع کیا
 ہے اس میں عبادت میں بھی کچھ تھوڑی سی ترمیمیں کر دی گئیں بلکہ

تخلیف کر دی گئی۔ عبادتِ عربی زبان کا لفظ ہے، عید کہتے ہیں بندے کو
 عید کہتے ہیں غلام کو، عید کہتے ہیں گولے کو۔ غلام کا کام کیا ہے؟ جو حکم
 مولا کی جانب سے صادر ہوا اس کو بسر و چشم تسلیم کرے، اس میں کسی
 قسم کی تنقید، تنقیح، یا اپنی رائے کو دخل نہ دے۔ عید کہتے ہی اسی
 کو ہیں۔ عید اپنے کسی مال کا مالک نہیں ہوتا، عید اپنی جان کا مالک
 نہیں ہوتا۔ غلام جو ہوتا ہے (گولا) وہ اپنی جان کا خود مالک نہیں۔
 گولا اپنے مال کا مالک نہیں، غلام کا مالک اس کا مولیٰ ہوتا ہے چنانچہ

اسی کی طرف اشارہ فرمایا **رَبِّ اللّٰہِ اَشْتَرِیْ حِرَّتِ الْمُؤْمِنِیْنَ اَنْفُسَهُمْ
 وَاَمْوَالَهُمْ بِاَنْ لَّسُمُ الْجَنَّةِ یُقَاتِلُوْنَ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ فِیْقَتُلُوْنَ وَیُقْتَلُوْنَ
 وَعَدَّا عَلَیْکُمْ حَقًّا فِی السُّوْرَةِ وَالْاِنْجِیْلِ وَالْقُرْآنِ ط ر السُّوْبہ ۱۱۱**

اللہ فرماتے ہیں کہ میرے بندو! تم تو میرے بندے ہو، ویسے بھی تم میرے
 بندے ہو، پھر تمہارے ساتھ میں نے ایک سودا کیا ہے، تمہاری جانوں
 کو اور تمہارے مالوں کو میں نے خرید لیا ہے **بِاَنْ لَّسُمُ الْجَنَّةِ** اس
 کے بدلے میں تمہیں جنت دی جائے گی۔ ہمارے مال کے خالق، ہماری جان
 کے خالق، ہماری اولاد کے خالق، ہماری ہر چیز کے خالق رب العالمین ہیں
 اس لئے اس اعتبار سے بھی ہم اللہ کے بندے ہیں، اللہ ہمارا معبود
 ہے، اللہ ہمارا مالک ہے اور پھر اللہ تعالیٰ نے اپنی رحمت کے ساتھ
 ہماری ساری اس محنت کے بدلے میں جو اللہ کو خوش کرنے کے لئے
 کی جاتی ہے، اس کے بدلے میں رب العالمین نے ہمارے ساتھ

جنت کا وعدہ فرمایا ہے۔ فرمایا کہ میں نے تمہاری جانوں کو اور تمہارے مالوں کو خرید لیا ہے جنت کے بدلے میں۔

تو عبادت کا مفہوم میں عرض کرتا ہوں۔ میرے بزرگوں اور عبادت کا مفہوم یہ نہیں ہے کہ ہفتے میں ایک دن چلا جائے اپنی عبادت گاہ میں، عبادت گھر جا کر گھنٹہ دو گھنٹہ کھڑا ہو کر یا بیٹھ کر کے اللہ تعالیٰ کے لئے اپنی طرف سے کچھ حمد و ثنا کہہ کر چلا آئے، اس کو صرف عبادت نہیں کہتے، عبادت کا مفہوم یہ ہے کہ کسی بھی وقت، کسی بھی آن، کسی بھی حیثیت میں، کسی بھی مقام پر پہنچ کر اپنے آپ کو رب العالمین کی مخلوقیت سے، رب العالمین کی عبدیت سے آزاد نہ سمجھے۔ اور یہ مقام عبدیت بہت بلند اور بالامقام ہے۔ مقام عبدیت سے بڑھ کر اللہ تعالیٰ کے تقرب

اور قرب کا اور کوئی مقام نہیں (جن دوستوں نے قرآن مجید کی تلاوت کی اور قرآن مجید کو سمجھنے کی کوشش کی ہے، اللہ تعالیٰ مجھے بھی اور آپ کو بھی یہ ذوق نصیب فرمائے تاکہ ہم اللہ کے کلام سے فیض وافر حاصل کر سکیں) وہ جانتے ہیں کہ مقام عبدیت کس حد تک عظیم ہے۔ سب سے بڑے عبد، عبد کامل کون ہیں؟ جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔ دیکھئے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق پہلے ہی رب العالمین نے کیا فرمایا؟ **وَإِنْ كُنْتُمْ فِي سَرَايٍ فَاسْتَوُوا عَلَٰنَا عِبَادًا نَّافِقُونَ** (سورۃ قن قن ۱۰۰) پھر دیکھئے شب معراج، معراج کی وہ رحمت، معراج کی وہ عظمت، معراج کی وہ نعمت جو اللہ تعالیٰ نے

جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو عطا فرمائی اس کے متعلق کیا ارشاد فرمایا ؟
 شبِ معراج کے دو حصے ہیں، ایک اسراء ہے اور ایک معراج ہے اسری
 کے متعلق کیا فرمایا ؟ سُبْحَانَ الَّذِي أَسْرَى بِعَبْدِهِ لَيْلًا مِنَ الْمَسْجِدِ
 الْحَرَامِ (بخاری سنن ۱/۱۷۱) یعنی بیت اللہ سے اٹھایا اور بیت المقدس تک پہنچایا
 پھر بھی کیا فرمایا ؟ سُبْحَانَ الَّذِي أَسْرَى بِعَبْدِهِ (مقامِ عبدیت کا گویا
 اللہ تعالیٰ نے یہ ایک مظہر بیان فرمایا) پھر شبِ معراج حضور انور صلی اللہ
 علیہ وسلم جب سدرۃ المنتہی سے بھی گئے تھے؟ وہاں کیا ارشاد فرمایا ؟ قَدْ حَى
 إِلَى عَيْدَةٍ مَا أَوْحَى ۝ وَالنَّجْمُ عَنَّا وَهَالِكِمْ يَوْمَئِذٍ سِوَا إِبْرَاهِيمَ كَاتِبِ
 پھنایا اور اللہ تعالیٰ جتنے بھی کمالات انسان کو عطا فرماتے ہیں یہ سارے
 کے سارے کمالاتِ عبدیت کے ضمن میں آتے ہیں۔

چنانچہ حضرت خضر علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جو اللہ تعالیٰ نے علومِ تکوینیات
 عطا فرمائے ہیں، علوم کی دو قسمیں ہیں، ایک ہیں علومِ تشریحی، ایک ہیں
 علومِ تکوینیہ۔ (علومِ تکوینیات) کائنات میں جو رد و بدل ہوتا ہے
 اس کی حکمت اور اس کی حقیقی فصاحت کو سمجھنے کے لئے جس علم کی ضرورت
 ہے اسے کہتے ہیں علومِ تکوینیہ۔ چنانچہ علومِ تکوینیہ اللہ تعالیٰ نے حضرت
 خضر کو عطا فرمائے (ہمارے عقیدے کے مطابق)۔ قرآن مجید میں کیا آیت ہے؟
 حضرت موسیٰ علیہ السلام کو جب اللہ نے حکم دیا کہ آپ جائیں جہاں پر دو دریا
 ملتے ہیں وہاں پر آپ کو ایک بندر ملے گا۔ تو اس بندر کے مذاقات کا
 ذکر قرآن مجید نے یوں فرمایا فَوَجَدَا عَبْدًا مِنْ عِبَادِنَا (الکہف ۶۵)

حضرت فخر ہمارے عبد تھے، ہمارے بندوں میں سے، ہمارے بندوں میں سے۔
 عبادت کا مفہوم قرآنی اصطلاح میں صرف یہ نہیں ہے میرے بھائیو کہ کسی وقت
 دو چار رکعتیں پڑھ لیں، جمعے کی نماز پڑھ لی یا عید کی نماز پڑھ لی۔ اس میں شک
 نہیں یہ عبادت کا ایک حصہ ہے، عبادت کا مفہوم یہ ہے کہ چلتے، پھرتے،
 لیٹے، جاگتے، سوتے، کھاتے، پیتے ہر حیثیت میں بندہ مالک کی مرضی کے مطابق
 رہے۔ اسے کہتے ہیں عبادت۔ چنانچہ سورۃ الفرقان میں عباد الرحمن فرمایا۔
 رحمان کے بندے۔ وہاں پر بندوں کی کیا تعریف فرمائی؟ وہ بندے کیسے ہیں؟
 اگر آپ قرآن مجید میں غور فرمائیں تو سورۃ الفرقان میں جہاں اللہ تعالیٰ نے
 عباد الرحمن کی کچھ علامتیں بیان فرمائی ہیں وہ علامتیں وہ ہیں جو ہماری روزمرہ
 کی زندگی کا ایک حصہ ہیں مثلاً ارشاد فرمایا: وَعِبَادُ الرَّحْمٰنِ الَّذِيْنَ يَمْشُوْنَ
 عَلَى الْاَرْضِ هَوْنًا وَاِذَا خَاطَبَهُمُ الْجٰهِلُوْنَ قَالُوْا سَلٰمًا وَّالَّذِيْنَ يَخِيْتُوْنَ
 لِرَبِّهِمْ سَجْدًا وَّقِيَامًا (الفوقان ۶۳-۶۴) آپ دیکھئے، کون سا وہ بندہ
 ہے جو چلتا نہیں؟ کون سا وہ بندہ ہے جو دوسروں کے ساتھ بولتا نہیں؟
 کون سا وہ بندہ ہے جو نیت نہیں کرتا؟ قرآن مجید نے فرمایا کہ عباد الرحمن کا
 چلتا الگ، عباد الرحمن کی نیت الگ، عباد الرحمن کی بول چال الگ۔ یعنی
 وہ امور جو بتقاضائے بشریت، انسانی حیثیت سے ہم صادر ہوتے ہیں ان
 امور میں ہم مکلف ہیں اس بات کے کہ ہم اس بات پر چلیں، اس عمل پر چلیں
 جو خداوند قدوس نے بوساطت جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہم تک
 پہنچائے ہیں۔ چنانچہ قرآن نے فرمایا عِبَادُ الرَّحْمٰنِ، یعنی رحمن کے بندے۔

عید سب ان عیدوں کی کیا نشانی ہے؟ یشعون علی الأذن ہونا وہ زمین پر
 چلتے ہیں، ہونا، بڑے وقار کے ساتھ، ان کی چال سے پتہ چلتا ہے کہ اللہ کا باغی
 نہیں جا رہا بلکہ اللہ کا بندہ جا رہا ہے۔ دیکھئے یہاں نماز کا ذکر نہیں ہے،
 روزے کا ذکر نہیں ہے، انکوائے کا ذکر نہیں ہے، پہلے پھرنے کا، میں بھی چلتا
 ہوں، آپ بھی چلتے ہیں، چھوٹے بھی بڑے بھی، سارے چلتے ہیں۔ تو فرمایا کہ
 عیاد الرحمن وہ ہیں جن کی چال سے پتہ چلے کہ یہ عید جا رہا ہے، باغی نہیں ہے
 بلکہ یہ عید ہے عیاد الرحمن کون ہیں؟ یشعون علی الأذن ہونا، جو
 چلتے ہیں زمین پر بڑے وقار کے ساتھ۔ وَإِذَا خَاطَبَهُمُ الْجَاهِلُونَ قَالُوا سَلَامٌ
 اور جب کسی نادان سے بات کرنے کا موقع آجائے تو لڑتے جھگڑتے نہیں، بلکہ
 ہوا ان سے ساتھ خوب لڑیں گے جھگڑیں گے تو وہاں بھی مقام عیدیت ظہیر کرے گا
 دیکھئے کتنا سیارا ارشاد ہے شران مجید کا۔ عیاد الرحمن کیا ہیں؟ وہ چلتے
 ہیں زمین پر بڑے وقار کے ساتھ، اور کیا ہے؟ إِذَا خَاطَبَهُمُ الْجَاهِلُونَ
 قَالُوا سَلَامٌ مفسرین کرام نے یہاں پر ایک نکتہ لکھا، یہ سب اللہ تعالیٰ کے
 شیکس بندوں کے اثرات ہیں، اللہ ان حضرات کی قبروں کو پور فرمائے
 جنہوں نے ہم سے گتہ گتہ روٹی کو قرآن کی طرف راغب کیا اور آج ایسی قرآن کی
 حقائق ہو رہی ہیں، اللہ ان کی ہمتوں میں برکت پیدا فرمائے اور اللہ تعالیٰ
 مجھے آپ کا قرآن پر عمل کی توفیق عطا فرمائے۔ تو مفسرین کرام نے یہاں پر
 ایک نکتہ بیان فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے عیاد الرحمن کی جو ایک علامت بیان فرمائی
 وہ کیا ہے؟ إِذَا خَاطَبَهُمُ الْجَاهِلُونَ قَالُوا سَلَامٌ جب بھی ان کو جاہلوں سے

ساتھ کلام کرنے کا موقع ملتا ہے، نادانوں کے ساتھ، جو بات کا وزن نہیں کر سکتے،
 بات کو سمجھ نہیں سکتے، متکلم کی حیثیت کو نہیں سمجھ سکتے تو ان کے ساتھ بھی ان کو جو
 رویہ ہے وہ کیا ہے؟ قَالَ سَلِمَاءُ یعنی عقل مندوں کے ساتھ تو بھائی
 سب اپنا عہدیت کا مقام ظاہر کرتے ہیں، عقل مندوں کے ساتھ، لکھے پڑھے
 دوستوں کے ساتھ، ہر ایک آدمی وہی بات کرتا ہے جو بات مناسب ہو۔ عہدیت
 کا مقام وہاں بھی ہاتھ سے نہ جائے جہاں پر آپ کے مخاطب جاہل ہوں۔ وہاں
 بھی اپنے آپ کو خدا کا بندہ سمجھو، وہاں بھی اس چیز کو غور سے دیکھو کہ اگرچہ مجھے
 اس نادان کے ساتھ بات کرنے کا موقع حاصل ہوا، اگرچہ یہ نادان میری جان پر
 میرے مال پر، میرے اخلاق پر حملہ آور ہو رہا ہے لیکن مجھے یہاں بھی سوچنا چاہئے
 کہ میں جس کا بندہ ہوں، میرے مالک کا مجھے کہنے کا کیا حکم ہے؟ تو وہاں پر بھی
 کیا فرمایا؟ إِذَا خَاطَبَهُمُ الْجَاهِلُونَ قَالُوا سَلِمَاءُ اور اسی طرح فرمایا کہ عباد الرحمن
 کی نیند دکھنی ہو، وَالَّذِينَ يَبِيتُونَ لِرَبِّهِمْ سُجَّدًا وَقِيَامًا عباد الرحمن
 کی راتیں الگ، عباد الرحمن کے دن الگ، عباد الرحمن کی خلوت الگ،
 عباد الرحمن کی خلوت الگ، (یہ عہدیت میں عرض کر رہا ہوں) اَلَّا تَعْبُدُونَ
 اِلَّا اللّٰهَ اس کا مفہوم کیا ہے؟ عباد الرحمن جب رات کو سوتے ہیں تو کیسے
 سوتے ہیں؟ يَبِيتُونَ لِرَبِّهِمْ سُجَّدًا وَقِيَامًا اُن کی رات یوں کٹی
 ہے، کبھی رب کے سامنے سجدے کی حالت میں اور کبھی رب کے سامنے کھڑا
 ہونے کی حالت میں۔ اب رات اُن کی بھی کٹ رہی ہے جو اللہ کے سامنے سجدے
 کریں اور رات اُن کی بھی کٹ رہی ہے جو کلبوں میں ناچیں، اللہ کی تافرمانیاں

کہیں، لیکن فرمایا اگر میرے بندے دیکھتے ہوں، بندہ ہونے میں دونوں برابر ہیں، ان کی
 بھی ٹانگیں، ان کی بھی ٹانگیں، ان کے بھی کان، ان کے بھی کان، ان کے بھی ہاتھ
 ان کے بھی ہاتھ، لیکن ایک خلیفہ باغی ہے جس باغی خلیفے نے اس آرام کے وقت
 کو بجائے اس کے کہ آرام میں صرف کرتا اللہ نے جَعَلْنَا قَوْمَكَ سِدْقًا تَابًا (النبا)
 اپنی رحمت کے ساتھ رات کبھی، اللہ تعالیٰ نے رحمت سے نیند کا جذبہ اور ملکہ عطا کیا
 اس نے رات کو اللہ کی نافرمانی میں صرف کیا اور ایک عیباء الرحمن ہیں، اللہ کے
 عیباء اللہ کے بندے، اللہ کی عبادت کرنے والے، ان کی راستیوں کٹتی ہے
 کبھی وہ اللہ کے حضور سجدہ کرتے ہیں، کبھی وہ اللہ کے حضور کھڑے ہوتے
 ہیں۔

تو میں عرض یہ کر رہا تھا کہ عبادت کا مفہوم بڑا وسیع ہے اس لئے اللہ تعالیٰ
 کے ہر نبی کا یہ سلام نے انسانوں کو جو حکم دیا وہ عبادت کا حکم ہے وَمَا آرِسَاتَا
 مِنْ قَبْلِكَ مِنْ رَسُولٍ إِلَّا نُوحِيَ إِلَيْهِ أَنْتَ لَا إِلَهَ إِلَّا أَنَا فَاعْبُدُونِ
 (الانبیاء ۲۱) ہم نے ہر نبی کو یہ حکم دیا کہ اپنی اپنی قوم تک، اپنی اپنی امت تک
 توجید کا اور عبدیت کا حکم پہنچا دیجئے۔ میرے بزرگو! آج کل ہم میں کچھ بیماریاں
 پیدا ہو رہی ہیں اللہ تعالیٰ مجھے آپ کو ان بیماریوں سے محفوظ رکھئے اور جو
 ہمارے بھائی بنتا ہو چکے ہیں اللہ تعالیٰ ان کو بھی ان بیماریوں سے شفا
 بخشئے۔ آج ہم میں یہ بات پیدا ہو چکی ہے کہ ہم ہر بات کو اس نقطہ نظر سے
 سوچتے اور دیکھتے ہیں کہ اس کا ہماری زندگی پر اثر کیا ہے؟ حالانکہ میں کچھ
 درس میں پڑھ کر چکا ہوں کہ قرآن مجید اللہ کا کلام ہے اور اللہ تعالیٰ

حکیم ہیں اور حکیم کی کوئی بات حکمت سے خالی نہیں، حکیم کا کوئی فعل حکمت سے خالی نہیں۔

ہمارے حضرت دامت برکاتہم نے سنایا کھلے دنوں، آپ نے شاید پہلے بھی کہیں سنا ہو گا ہمارے بڑے شیخ التفسیر امام الاولیاء، استاذ العلماء حضرت لاسوری نور اللہ مرقدہ علیل تھے، آپ کو درودِ رسخ کی شکایت تھی، ٹانگوں میں درد تھا تو آپ نے اپنے شیخ اور استاد حضرت مولانا عبید اللہ سندھی رحمۃ اللہ علیہ جو بہت بڑے امام انقلاب گذرے ہیں، ان کی قدر تو بعد میں کہیں پتہ چلے گی کہ عبید اللہ سندھی کون تھے، ان کی خدمت میں عرض کیا تو آپ نے ایک مکرّمہ سے خط لکھا جس میں آپ فرماتے ہیں کہ جہاں تک قرآن مجید کا میں نے مطالعہ کیا ہے، پہلی شریعتوں میں یوں ہوا کرتا تھا جیسے کہ یعقوب علیہ الصلوٰۃ والسلام کو درد تھا، جوڑوں کا درد تھا، وجع المفاصل تھا، تو حضرت یعقوب علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اونٹ کا گوشت کھانا حرام کر دیا تھا، آپ اپنی خوراک میں سے جو چیز اللہ نے آپ کے لئے حلال کی ہے اس میں سے کسی چیز کو اپنے اوپر حرام کر دیں، نہ کھایا کریں کہ میں نہ کھایا کروں گا، اپنی زندگی میں اس کا کھانا چھوڑ دیں، آپ کو اللہ شفا دے دیں گے چنانچہ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے اب مجھے یہ نہیں پتہ آپ نے کون سی چیز کھانا چھوڑ دی مگر ایک چیز کھانی چھوڑ دی، اللہ نے اس بیماری سے آپ کو شفا دے دی۔

عبید اللہ سندھی رحمۃ اللہ علیہ نے کہاں سے اس حکمت کو نکالا، قرآن مجید کی تلاوت سے۔ قرآن مجید میں ہماری ساری بیماریوں کے علاج، ہماری

روحانی بیماریوں کے لئے شفا، ہماری بدنی بیماریوں کے لئے شفا، ہماری
 سماجی بیماریوں کے لئے شفا، ہماری اخلاقی بیماریوں کے لئے شفا۔

وَنَزَّلْنَا مِنْكَ الْقُرْآنَ مَآهُوَ شِفَاؤُا وَرَحْمَةٌ لِّكُلِّ مَنِيْنٍ ۗ (بنی اسرائیل)
 تو میں عرض کر رہا تھا کہ آج ہمیں یہ چیز پیدا ہو چکی ہے کہ قرآن مجید کے حکم
 کے متعلق ہم یہ سوچتے ہیں کہ اس کا اثر ہماری معاشرتی زندگی پر کیا پڑے گا؟
 ہماری روزمرہ کی زندگی پر کیا اثر پڑے گا؟ تو عبادت کے متعلق بھی یہ کچھ سوچا
 جاسکتا ہے، بلکہ لوگ سوچتے ہیں کہ حج نماز پڑھنے سے کیا فائدہ؟ اللہ تعالیٰ
 ہمیں آپ کو ایسے اولیاء سے بچائے، آج یہ عام بیماری ہے۔ کسی سے کہہ دو کہ
 بھائی بیٹے کو قرآن مجید کا حافظ بناؤ۔ "حجی حافظ تو بتا دیں گے لیکن کھائے گا کیا؟"
 پہلا مسئلہ یہ پیدا ہوتا ہے۔ اسی لئے آپ دیکھتے ہیں کہ ہم مولویوں کے بیٹے
 بھی قرآن چھوڑ بیٹھے، مشائخ کے بیٹے قرآن چھوڑ بیٹھے (اللہ اشاء اللہ)
 وہاں مسئلہ کیا تھا؟ صرف پیٹ کا مسئلہ کہ اگر ہم نے قرآن پڑھ لیا، اسلامی تعلیم
 حاصل کر لی، اللہ کا قرب حاصل کر لیا، حرام سے بچ گئے، رشوت سے
 بچ گئے، سو دکانے سے بچ گئے، ناجائز رزق سے بچ گئے، تو ہم گزار
 کیسے کریں گے؟ یہ کیسے؟ کا سوال ہمارے دماغ میں ایسا ڈال دیا گیا کہ ہم ہر
 مسئلے کو اس پر تپتے ہیں۔ تو یہاں بھی یہ سوال کیا جاسکتا ہے کہ جب انسان
 اللہ کی عبادت کرے اور عبادت کا مفہوم یہ لے لیا جائے کہ انسان ہر وقت
 ہر کام میں اس بات کا منتظر ہو، اس بات کو اپنا مشعلِ راہ بنائے جو
 رب العالمین نے اس کے لئے فرمائی اور جس کی تشریح جناب محمد رسول اللہ

صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمائی تو پھر آیا انسان اپنی زندگی میں کچھ کامیابی حاصل کر سکتا
 ہے یا نہیں؟ تو میں کیا عرض کروں میرے بزرگ قرآن کا ہر فعل، امام الانبیاء و
 ہر حکم قرآن مجید کا ہر حکم یہ حکمت ہے اور فعلہ انکیر لا یخافون العاقبہ
 حکیم کی کوئی بات حکمت سے خالی نہیں ہوا کرتی۔ اللہ تعالیٰ کی ہر بات میں حکمت
 ہے۔ خداوند قدوس نے جو قرآن مجید نازل فرمایا اس میں ہر شے قیامت کے
 نہیں ہیں، اس میں ہر شے قیامت کے نہیں ہیں، قرآن مجید تو ہمارے
 دنیاوی زندگی کو بھی سنبھالنے والا ہے۔ زندگی سنبھالنے والی نہیں ہے اور کلام کی
 عربوں نے حکومت نہیں کی دنیا پر؟ اور دنیا پر حکومت کی ہے عربوں نے ان
 کی زندگیوں نہیں سنبھالیں قرآن مجید نے؟ قرآن مجید تو ہمارے بزرگ ہمارے
 دنیاوی زندگی کا بھی رہنما، ہمارے قیامت کی زندگی کا بھی رہنما، ہمارے قیامت کی
 زندگی کا بھی رہنما۔

عبادت کے متعلق میں عرض کر رہا تھا کہ اگر انسان صحیح معنوں میں اللہ کا بندہ
 بن جائے تو اس کا اثر ہمارے روزمرہ کی زندگی پر کیا پڑے گا؟ ہمارے دنیاوی
 زندگی پر کیا پڑے گا؟ ہمارے اخلاقی زندگی پر کیا پڑے گا؟ تو اس کے لئے آپ
 صحابہ کا نمونہ دیکھ لیں۔ صحابہ کرام نے کسی سے شرفا حاصل کی ہے جیسا کہ صحابہ
 صلی اللہ علیہ وسلم نے شرفا حاصل کی۔ ابھی جو میں سورۃ الفرقان کی آیت
 پڑھی ہے انہی لوگوں کے متعلق ہے میرے بزرگ جو پہلے بتائے کہ ان کے بارے
 میں، قتل کرتے تھے، بات بات پر لڑتے تھے، اپنا حق کیا سیکھتے تھے، ہر ایک
 کا حق رگڑ جاتے تھے، نہ اپنا حق پرایا تھا، نہ دوسروں پر، نہ کسی نے کوئی

اخلاق تھے۔ قرآن شہادت دیتا ہے **وَلَا تَكُنُوا مِنَ الَّذِينَ كَانُوا مِنْ قَبْلُ لَفِي ضَلَالٍ مُّبِينٍ** (الجمعه عک) لیکن اسی قرآن کی بدولت ان کی دنیاوی زندگی میں انقلاب آیا۔ آج اگر ہم عبادت کے مفہوم کو سمجھ جائیں کہ عبادت کا مفہوم کیا ہے اور اس پر ہم عمل پیرا ہو جائیں تو میرے بزرگوں کی زندگی سکھ میں رہ سکتی ہے، وہ کس سے پتہ چک سکتی ہے۔ میں نے ابھی عرض کیا کہ عبادت کا مفہوم صرف نماز روزے تک محدود نہیں ہے بلکہ انسانوں کے حقوق بھی عبادت ہیں، حقوق العباد یہ بھی عبادت، حقوق اللہ یہ بھی عبادت، اب بھائی ایک آدمی حقوق اللہ بھی ادا کرے، ایک آدمی حقوق العباد بھی ادا کرے، محلہ، معاشرہ، گلی، شہر ملک، سارا عابد بن جائے، اللہ تعالیٰ کا عابد بن جائے، اللہ کو عبود سمجھنے لگ جائے، بندوں کے حق ادا کرتا رہے، اللہ کے حق ادا کرتا رہے تو پھر آپ ہی فیصلہ کر لیں اس نظام سے قوم میں اکہ ایسا انقلاب نہیں پیدا ہو جائے گا کہ ساری کی ساری قوم امن میں عافیت میں اور سکھ میں اور چین میں رہے گی؟

تو عبادت کا مفہوم صرف یہی نہیں ہے کہ ہم نماز پڑھ لیں۔ نماز تو اس لئے پڑھائی جاتی ہے کہ نازکے اس میں ایک جذبہ پیدا ہو جاتا ہے، نماز اللہ تعالیٰ کا بندہ بننے کی ایک علامت ہے، **اقِمِ الصَّلَاةَ لِيذُكَّرَ**، تو نماز پڑھ تاکہ میں تجھے یاد ہو جاؤں۔ پانچ مرتبہ تو میرا نام لے گا۔ تو نماز عبادت کا ایک حصہ ہے ورنہ عبادت کا مفہوم اتنا وسیع ہے میرے بزرگوں کی انسان کے کھانے پینے سے لے کر نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ یہ سارے کا سارا

عیادت کے مفہوم میں آتا ہے اس لئے رب العالمین نے چھوٹے سے لفظ
 میں عبادت نظام سمجھو دیا۔ فرمایا کہ ہم نے سر نبی کو جو بھیجا کس لئے بھیجا؟ آ
 عَبَدُوا إِلَّا اللَّهَ ۝ اے دنیا والو! تم کسی کی عبادت نہ کرو مگر صرف اللہ
 کی۔ تمہارا معبود صرف اللہ ہے۔

اب اللہ کی بات تمہیں کون بتائے گا؟ اللہ تعالیٰ تو نہ مجھ سے بات
 کرتا ہے اور نہ آپ سے بات کرتا ہے، نہ آپ نے دیکھا نہ میں نے دیکھا اور ہم
 اس پر ایمان لانے کے سخت مکلف۔ فرمایا میری بات تو تمہیں سمجھانے کا میرا
 رسواں، جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم چنانچہ حضور نے اپنی حیثیت
 کو اجاگر فرمایا رَبَّنَا نَذِيرٌ وَبَشِيرٌ ۝ اے اللہ! اس کے دنیا والو
 بے شک میں تمہارے لئے اس اللہ کی طرف سے نذیر بھی ہوں اور بشیر بھی ہوں
 تم میری بات مانو میں تمہیں ڈراؤں گا۔ جو باتیں تمہیں نقصان دیتی ہیں ان کے
 خطرات سے آگاہ کرنے والا ہوں۔ میں نذیر ہوں۔ اور جو باتیں تمہارا سہاق
 میں مفید ہیں وہ میں تم تک پہنچاتا ہوں، تمہارے نیک اعمال کی جزاء کی بہترین
 نبوت خبری سناتا ہوں۔ تمہارے بُرے اعمال کی بُری سزا سے تمہیں ڈراتا
 ہوں اس لئے تم اللہ کی مرضی کو سمجھنے کے لئے میری بات کو قبول کرو چنانچہ
 سورت النساء میں کیا فرمایا؟ مَنْ يُطِيعِ الْمُرْسَلِينَ فَقَدْ أَطَاعَ اللَّهَ
 (النساء ۸۴) جس نے رسول کی پیروی کی، اس نے اللہ کی پیروی کی۔ رسول کہیم
 تو کوئی بات تمہیں کرتے ہیں تب تک اللہ تعالیٰ کی طرف سے کوئی بات نہ ہو
 وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوَىٰ ۚ إِنْ هُوَ إِلَّا وَحْيٌ يُوحَىٰ ۚ (النجم ۲۰)

مغفرت اور وہ پاست بھی نہیں کر سکتے جو وحی کے ظلمات میں ہو۔ اگر کوئی ایسی بات کہیں تک
بھی جاسکے شرمناک سے تو اللہ تعالیٰ فوراً اس کی اصلاح فرما دیتے ہیں جیسا کہ
اس کے متعلق ہے یہاں پچھلے درس میں ایک مثال عرض کر چکا ہوں۔

ایسا عبادت گزار کہہ سکتا ہے کہ کیا اس کے لیے ہے؟ وَإِنِ اسْتَغْفِرُوا ذُنُوبَهُمْ
ثُمَّ تَوَابُوا إِلَيْهِ - دنیا کا مسئلہ بھی آگیا۔ فرمایا کہ میں تمہیں یہ حکم دیتا ہوں کہ اللہ
کے سوا کسی کی عبادت نہ کرو، اللہ کے سوا کسی کے بندے نہ بنو۔ عبادت کے وہ
پہلو ہیں۔ نفی ماسوا کی، اثباتاً رب العالمین کی اطاعت کا۔ ہم سب کا پرستار
ہیں اللہ اللہ۔ کلمہ طیبہ میں کیا ہے؟ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ مُحَمَّدٌ رَسُولُ اللَّهِ
کلمہ طیبہ کا جو پہلا حصہ ہے تو حیدر کا، اس میں کیا پڑھتے ہیں؟ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ
نفی ماسوا کی، اثباتاً اللہ تعالیٰ کی ذات کا۔ تو نفی ماسوا کی کسب ہوگی؟ وَإِنِ
اسْتَغْفِرُوا ذُنُوبَهُمْ مَغْفِرَتَنَا لَكُمْ مَغْفِرَتًا مَبْرُورًا سَبَّحْتُمْ فِيهَا كُفْرًا
گناہ کیا، اللہ کی نافرمانی کی، تو رب العالمین سے مغفرت کے طلب کار ہو جاؤ۔
غناؤں و فتنوں میں سے اپنی رشتہ کے ساتھ بندوں کو استغفار کا حکم دیا اور جہاں
ہو کسی میرا حقیر مظلوم ہے قرآن مجید پڑھتے۔ سے پتہ چلتا ہے کہ اللہ تعالیٰ
پسند کرتے ہیں، اللہ پر پاستے ہیں کہ کوئی میرے لیے میرا انسان بھی جہنم میں نہ
جاسکے۔ اللہ تعالیٰ اپنی مخلوقات کو جہنم میں نہ بھیجا پاستے میں اس لیے جبکہ
استغفار کا ذکر فرمایا وَاللّٰهُ اسْتَغْفِرُ لَكُمْ وَاللّٰهُ اسْتَغْفِرُ لَكُمْ وَاللّٰهُ
اور فرمایا رَبِّيْ عَزِيزٌ اَتَى سَا اَنَا الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ ۝ ۱۰۰ وَ اَنْتَ اَبَدِيْ هُوَ
الْعَدَابُ الْاَلِيْمُ ۝ (المجموعہ ۱۹، ص ۵۱) فرمایا میرے بندوں کو بخیر کر دیتے

اِنِّ اَنَا الْغَفُورُ الرَّحِيْمُ کہ میں غفور ہوں (مبارک لفظ کا عینتہ بہت بخشنے والا ہے) رحیم ہوں، حد سے زیادہ مہربان ہوں۔ وَ اَنَّ عَدَايَیْ هُوَ الْعَدُوُّ الْاُولَیْمُ اور یہ بھی بات یاد رکھو میرا عذاب بھی بڑا دردناک عذاب ہے لیکن طالب علم حضرات کے لئے میں عرض کرتا ہوں کہ دیکھئے یہی حالت میں فرمایا نَبِیُّ عِبَادِیْ اِنِّ اَنَا الْغَفُورُ الرَّحِيْمُ میرے بندوں کو خبر کرو دیکھئے۔ عِبَادِیْ میرے بندوں کو۔ عباد میں کون آگئے؟ کیا یہاں فرمایا نَبِیُّ عِبَادِیِ الصَّالِحِیْنَ؟ (میرے نیک بندوں کو خبر کرو)۔ عِبَادِیْ۔ جن کو میں نے پیدا کیا، جو زمین پر چلنے پھرنے والے ہیں، جو اولاد آدم ہیں۔ جیسا کہ دوسرے مقام پر فرمایا قُلْ یَعِبَادِیَ الَّذِیْنَ اَسْرَفُوْا عَلٰی اَنْفُسِهِمْ لَا تَقْنَطُوْا مِنْ رَّحْمَةِ اللّٰهِ اِنَّ اللّٰهَ یَغْفِرُ الذُّنُوْبَ جَمِیْعًا اِنَّ اللّٰهَ الْغَفُورُ الرَّحِيْمُ (الزمر: ۵۴) دیکھئے وہاں بھی کیا فرمایا؟ نَبِیُّ عِبَادِیْ۔ قُلْ یَعِبَادِیَ الَّذِیْنَ اَسْرَفُوْا عَلٰی اَنْفُسِهِمْ آپ اعلان کرو دیکھئے (غفور کو حکم دیا) اے میرے حبیب محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیک وسلم) آپ اعلان کرو دیکھئے کہ اللہ تعالیٰ یہ فرماتے ہیں یَعِبَادِیَ الَّذِیْنَ اَسْرَفُوْا عَلٰی اَنْفُسِهِمْ اے میرے وہ بندو جنہوں نے اپنے آپ پر حد سے زیادہ ظلم کیا ہے، حد سے زیادہ میری نافرمانی کی، میرا کچھ نہیں بگاڑا، اپنا بگاڑا ہے، لیکن پھر بھی میرے بندو! یَعِبَادِیَ الَّذِیْنَ اَسْرَفُوْا عَلٰی اَنْفُسِهِمْ یہ صلہ اور موصول صفت بن گئی موصوف کی کی کہہ دیکھئے اے میرے بندو! کیسے بندے ہیں؟ حج کیا ہے جنہوں نے؟

کیسے بندے؟ جنہوں نے نماز پڑھی؟ کیسے بندے؟ جنہوں نے اللہ کا ہر

حکم مانا؟ فرمایا، نہیں، عِبَادِي الَّذِينَ اسْرَفُوا عَلَىٰ اَنْفُسِهِمْ، جنہوں
نے اپنے آپ پر بہت زیادتیوں کی ہیں۔ کیا کہہ دیجئے؟ لَا تَقْنَطُوا مِن

رَحْمَةِ اللّٰهِ الشّٰكِرِيْنَ سے نا امید نہ ہو۔ تو یہاں بھی فرمایا نَبِيُّ

عِبَادِي، میرے بندوں کو خبر کر دیجئے، جگا دیجئے میرے بندوں کو، گناہ کی
پیند میں سو رہے ہیں ان کو ذرا جگا دیجئے، کہہ دیجئے اِنِّي اَنَا النّفوس السّٰرِفٰة

میں تمہارے گناہوں کو بخشنے والا ہوں اور مہربان ہوں۔ ذرا میری طرف لپکو
تم۔ یہاں پر صفت بیان کی۔ وَ اِنَّ عَذَابِيْ هُوَ الْعَذَابُ الْاَلِيْمُ ۝

یہاں پر پانچ فعل بیان کیا۔ فعل میں استمرار نہیں ہوتا، صفت میں استمرار ہوتا ہے یعنی
میں ہر آن، ہر وقت، بخشنے والا ہوں، کسی بھی وقت تم مجھ سے مانگو۔ جو سب

تک کہ تم اپنی زندگی سے نا امید نہ ہو جاؤ۔ جیت تک کہ تم میں احساس اور شعور ہو
تم چار پائی پر پڑے ہو، سو سال تک تم نے میری نافرمانی کی لیکن تم نے مرنے

سے ایک گھنٹہ پہلے داغی تم اپنی زندگی سے نا امید نہیں تھے، تم نے پڑھ لیا
لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ، تمہارے کفر کو معاف کر دوں گا، تمہارے

شکر کو معاف کر دوں گا، تمہارے سارے گناہوں کو معاف کر دوں گا۔
کیا معاف نہیں کیا ساحران موسیٰ علیہ السلام کو؟ فرعون کے جو جاؤ گے تھے

موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ مقابلہ کرنے کے لئے آئے، مقابلے کے لئے پیش
ہوئے، مقابلہ کیا بھی اور پھر اپنے ایمان کا
اظہار کر دیا، اللہ نے ان کو قبول نہیں فرمایا؟

تو یہاں کیا فرمایا؟ اِنِ اسْتَغْفِرُوا رَبَّكُمْ عِبَادَتًا كَمَا مَفْهُومٌ فِي عَرْضِكُمْ
 رہا ہوں، عبادت کے دو پہلو ہیں۔ نفی ماسوا کی، اِنِ اسْتَغْفِرُوا رَبَّكُمْ
 بخشش مانگو اپنے رب سے۔ کس بات کی بخشش طلب کرو؟ جو تم نے خدا
 کی نافرمانیاں کی ہیں، شرک کیا ہے، کفر کیا ہے، اللہ کی نافرمانی میں تم ملوث ہو،
 تو تم کیا کرو؟ اِنِ اسْتَغْفِرُوا رَبَّكُمْ اپنے رب سے بخشش طلب کرو، ورنہ
 عذاب کے نیچے پس جاؤ گے۔

غفران، غ۔ ف۔ ر کا مادہ آتا ہے اس طرح کسی چیز کو ڈھانپ لیتا کہ
 حملہ آور کے حملے سے بچ جائے۔ آج کل تو جنگی حالات بدل گئے ہیں، اب بھی
 ہیں، ہمارے اکثر جو یہ فوجی بھائی ہیں ان کے سر ہل پر وہ خود ہوتے ہیں،
 ٹوپیاں ہوتی ہیں لوہے کی، عربی زبان میں کہتے ہیں مغفرا اس ٹوپنی کو
 کہتے ہیں جو انسان کی چوٹی کو، چہرے کو ڈھانپ لیتی ہے۔ امام الانبیاء کے
 متعلق آتا ہے کہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے بھی غزوہ اُحُد میں اپنے سر مبارک
 پر مغفرا رکھا۔ مغفرا اس ٹوپنی کو کہتے ہیں، لوہے کی ٹوپنی کو، جو پہلے زمانہ کی
 دست بستہ جنگوں میں انسان کے سر کو حملہ آور کی تلوار کی زد سے بچا لیتا
 تھا اسے کہتے ہیں مغفرا۔ تو فرمایا میرے عذاب کے نیچے پس جاؤ گے، بڑی
 چور چور کر دوں گا، تم استغفار کرو، مغفرا ہیں تو تم استغفار کا، تم میرے
 عذاب سے بچ جاؤ گے۔ اِنِ اسْتَغْفِرُوا رَبَّكُمْ تم اپنے رب سے
 بخشش طلب کرو۔ اور پھر بخشش طلب کرنے کے بعد کیا ہو؟ تم نے یہ تو کر لیا
 اللہ مجھے آپ کو تو بہ کی توفیق عطا فرمائے، استغفار کی توفیق عطا فرمائے،

مہینہ آ رہا ہے رمضان المبارک کا

وہ ایک مذاقیہ سی بات ہے۔ رمضان المبارک کا آخری جو جمعہ ہوتا ہے اسے کہتے ہیں جمعۃ الوداع اس روز انگریز کے زمانے میں چھٹی ہوتی تھی، اب بھی چھٹی ہوتی ہے۔ تو جمعے کے دن خیراب تو کوئی نہیں روتا، پہلے وقتوں میں امام صاحبان بھی رویا کرتے تھے اور مقتدی بھی۔ درود ہوتا تھا کہ رمضان شریف جاری ہے۔ اب تو رونے کا نام و نشان ہی باقی نہیں رہا، اب تو ہم نے سب سامان ہنسنے کے بنائے ہیں حالانکہ قرآن فرماتا ہے فَلْيَضْحَكُوا قَلِيلًا وَ لَيْسَ كُودًا كَثِيرًا (التوبة، ۸۲)۔ اور اللہ کے بندو! تھوڑا ہنسا کرو، رویا زیادہ کرو تا کہ تم میرے عذاب کی گرفت سے بچ جاؤ۔ تو پہلے زمانے میں ائمہ حضرات، خطباء آخری جمعۃ الوداع کے خطبے کے موقع پر رویا بھی کرتے تھے اور لوگوں کو بھی رُلا یا کرتے تھے۔ اب مولوی کا دل بھی سخت ہو گیا ہے، آپ کا دل بھی سخت ہو گیا ہے۔ کیونکہ مولوی بھی تشوہ آپ سے لیتا ہے۔ آپ کا جیسے دل سخت ہے، ہمارا بھی سخت ہے۔ آپ کا نرم ہو گیا تو ہمارا بھی نرم ہو جائے گا۔ تو ایک مولوی صاحب تھے وہ جمعۃ الوداع کے دن رو رہے تھے تو ایک مقتدی جو بڑا مسخوہ قسم کا تھا اس نے کہا "اُستاد جی روتے کیوں ہیں؟ یہ گیارہ مہینے گزر جائیں گے تو پھر آجائے گا، روئیے نہیں، اتنا دور نہیں جاتا۔ تو اب رمضان پھر آ گیا۔ درخواست کرتا ہوں آپ تو اللہ کے نیک بندے ہیں اور اس نیکی کی نشانی یہ ہے کہ آپ در کس قرآن سننے کے لئے تشریف لارہے ہیں، آپ اللہ کے نیک بندے ہیں پھر بھی میں درخواست کرتا ہوں کہ اس مہینے

کو پوری عزت کے ساتھ قبول کیجئے، اس مہینے کو پورے احترام کے ساتھ قبول کیجئے۔ ہمارا بال بال گناہوں میں ترقی ہو چکا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس مہینے کو ہمارے لئے رحمت بنا کر بھیجا۔ شہر الرحمة شہر الغفران شہر العفوان۔

بختیشوں کا مہینہ، رحمتوں کا مہینہ، اللہ کی رحمتوں کا مہینہ۔ پچھلے سال رمضان المبارک سے دو تین دن پہلے میرے پاس ایک دوست آئے ہمارے اپنے علاقے کے، عامی تھے، لکھتے پڑھتے نہیں تھے لیکن مجھ سے بہتر تھے صبح کا وقت تھا تو میں نے حسب معمول ان کے لئے گھر سے چائے منگوائی جب چائے پیش کی تو انہوں نے فرمایا کہ میرا تو روزہ ہے۔ تو میں نے کہا ابھی تو دو تین دن باقی ہیں، آپ نے ابھی سے شروع کر دیا؟ فرمائیے۔ "قاضی صاحب! روزہ کہاں ہے، استقبال تو کرنا چاہیے" اس کی اس بات نے مجھے مٹھی کر دیا۔ میں نے

کہا میں عالم بنا پھر تائسوں اور میرا یہ حال ہے اور اس عامی کا یہ حال ہے، یہ تو مجھ سے ہزار سال درجے بہتر ہے کہ جو اللہ کی بات کی حکمت سمجھ گیا کہ رمضان اللہ کا مہمان ہے اس کا استقبال کیا جائے، اس لئے میں نے روزہ پہلے شروع کر دیا۔ اللہ مجھے آپ کو بھی اللہ کی عبادتوں کے استقبال کی توفیق عطا فرمائے

فرمایا اذان ہو تو مسجد میں پہنچو، نماز کا استقبال کرو، ہم اس وقت پہنچتے ہیں گھڑی دیکھتے رہتے ہیں کہ خطبے پر مولوی صاحب کھڑے ہو گئے، فیضان پہنچتے ہیں پہلے نہیں پہنچتے مسجد میں۔ ہم کیا گھر کرتے ہیں؟ حالانکہ مسجد میں جانا اللہ کے گھر میں پہنچنا میرے بزرگوار اللہ کے گھر اللہ کی محبتوں کے خزانے ہیں، اللہ کی رحمتوں کے باغات ہیں۔ تو میں عرض یہ کر رہا تھا اللہ ارشاد فرماتے ہیں وَأَنِ اسْتَغْفِرُوا رَبَّكُمْ

اپنے لیے سے، (سبحان اللہ بڑا پیارا لفظ فرمایا) اِسْتَغْفِرُوا اللّٰهَ
 نہیں فرمایا، اِسْتَغْفِرُوا رَبَّكُمْ، جس نے تجھے پالا ہے اس سے بخشش مانگو
 ۔ بھائی پلنے والا مہربان ہوتا ہے کہ ظالم ہوتا ہے؟ مہربان ہوتا ہے۔ ماں
 مہربان ہے کہ ظالم ہے؟ باپ مہربان ہے کہ ظالم ہے؟ فرمایا تمہیں میں پالتا ہوں،
 تم مجھے اچھے لگتے ہو، تم میرے بند سے ہو، تم کو میں نے اپنی رحمت کے صلے میں
 پیدا کیا، تم میری رحمت کے پرتو ہو، تم میرے قریب آ جاؤ، مجھ سے بھاگو
 سنا۔ اِسْتَغْفِرُوا رَبَّكُمْ، بخششیں مانگو اپنے پالنے والے سے۔
 پہلے گناہوں سے معذرت طلب کرو۔ اب تمہارا کپڑا تو دھل گیا لیکن کپڑا خالی
 سفید ہو تو کچھ مزا نہیں کرتا، کچھ بیل بوٹے بھی ڈالو اس پر۔
 ثُمَّ تَوْبُوا إِلَيْهِ، پھر اللہ کی طرف توبہ کرو۔ توبہ کا معنی کیا ہے؟
 یَسْمُءٌ وَأُوْسُكُم مِّنْ أُنْسِهِ۔ استغفار بھی کرو، توبہ بھی کرو۔ دونوں میں
 فرق ہے اگرچہ ہماری یولی میں دونوں ایک ہیں۔ استغفار کا معنی ہے یا اللہ
 جو گناہ ہم نے کئے ہیں ہم ان سے توبہ کرتے ہیں، تیری بخشش مانگتے ہیں اور
 آئندہ کسے تیری اطاعت کی طرف قدم اٹھاتے ہیں۔ وَمَنْ تَابَ وَعَمِلَ
 صَالِحًا فَإِنَّهُ يَتُوبُ إِلَى اللَّهِ مَتَابًا (الفوقان ۷) توبہ کسے کہتے ہیں؟
 توبہ کہتے ہیں قدم اٹھانے کو، کوٹنے کو، جس طرف ہم جا رہے تھے ہم اُدھر سے
 لوٹ آئے، جتنا قدم اٹھایا، اللہ! تو ہمیں معاف کر دے، اب ہم لوٹتے
 ہیں تیری نافرمانی سے تیری اطاعت کی طرف۔ ثُمَّ تَوْبُوا إِلَيْهِ پھر لوٹو
 تم اللہ کی طرف اعمال صالحہ کے ساتھ۔ پچھلے گناہوں کی معافیاں مانگو،

شُرک و کفر کی معافیاں مانگو اور پھر اُس کے بعد یہ تَمَّ تَوْبَتًا إِلَيْهِ، پھر اللہ کی طرف لوٹو۔ صحابہ کرام نے استغفار کی، پھر توبہ بھی کی۔ صحابہ کے حالات موجود ہیں۔ استغفار کی، پھر توبہ بھی کی دونوں باتیں کہیں۔ شرک سے توبہ کی، پھر زندگیاں اسلام پر لگا دیں۔ پھر توبہ بھی کی ہے توبہ، شرک سے استغفار کیا، کفر سے استغفار کیا، محمد رسول اللہ کی نافرمانی سے استغفار کیا، پھر زندگیاں ختم کر دیں اپنی توبہ کرتے کرتے۔ توبہ کا معنی ہے لوٹنا، رجوع کرنا۔

پھر وہی سوال پیدا ہوتا ہے کہ "یا اللہ اگر تم نے گناہوں کی معافیاں مجھ سے مانگ لیں، تیری عبادت کی طرف قدم اٹھایا تو اللہ! ہمارے دنیاوی زندگی کا کیا بنے گا؟" فرمایا "دنیاوی زندگی؟" یَسْتَعْمَلُونَ مَتَاعًا حَسَنًا لَّكَ آجَلٌ مُّسَمًّى، فرمایا میرے بندے! مجھ پر یقین رکھ رہے ہیں ہوں کوئی اور ہے؟ اِسْتَغْفِرُوا رَبَّكُمْ سے بات چلتی ہے۔ تم اپنے رب، اپنے پالنے والے سے بخشش مانگو، تو تم جب اپنے پالنے والے سے بخشش مانگو گے تو تم سوچو سہی پہلے کس نے پالا؟ پہلے تم نے اپنے آپ کو پالا؟

آل خداوند کے کہ فرما جہاں وہ غم مخور آخر کہ آپ وناں وہد
 شیخ عطار فرماتے ہیں جو اللہ تجھے کل جان دے گا، کھانا نہیں دے گا، بھائی روٹی مہنگی ہے کہ زندگی مہنگی ہے؛ اگر ایک انسان بہت بھئی کھائے، آج کل تو کھانے پینے کا زمانہ ہے۔ وہ ڈارون کی ایک تقریر ہے

کہ آخر زمانے میں انسان کا سر چھوڑے یہ بالکل چھوٹا ہو جائے گا جیسے لٹو ہوتا ہے
 اور پیٹ بڑھتے بڑھتے مٹکا بن جائے گا۔ میرا خیال ہے ڈارون سمجھا نہیں
 ہے۔ مطلب یہ ہے کہ آخر زمانے میں دماغی کام تھوڑے ہو جائیں گے اور
 پیٹ کے کام بڑھ جائیں گے۔ جیسے آج ہم سوچتے کم ہیں کھاتے زیادہ ہیں۔ چھ
 دفعہ، سات دفعہ، آٹھ دفعہ اور سارے دن ہی کھاتے رہتے ہیں۔ ہم ایسے
 کھانے کی طرف مائل ہو گئے کہ ہر وقت ہی ہم کھاتے رہتے ہیں۔ تو میرے بھائی
 اگر ایک آدمی دن میں بہت زیادہ بھی کھائے تو بیس روپے کھائے گا، چلو تیس
 کھائے گا، ڈیڑھ روپے کا طریقہ تو ہمیں آتا ہی ہے (تیس کھائے گا،
 چلو چالیس کھائے گا، اچھا بھائی چلو پچاس ہی کھائے گا۔ ٹھیک ہے۔
 ایک آدمی کی روزانہ خوراک کا خرچ پچاس روپے لگائیں لیکن میرے بزرگ کو جب
 موت کا وقت آتا ہے اس کی موت مقرر ہے من جانب اللہ پختہ چالان
 کسٹ چکا ہے کہ اس کی موت دس بج کر چھ منٹ پر ہوگی، وہ کہتا ہے جی مجھ
 سے یہ سارے ڈیڑھ روپے لے لو میری ساری جائیداد لے لو، میرا سارا
 کتب خانہ لے لو، میرے سارے کھیت مرتبے لے لو، یہ کاریں واریں سب لے
 مجھے گیارہ بجے مارو، میرا بیٹا کراچی سے چل پڑا ہے، ابھی ٹیلیفون آیا ہے
 مجھے دیکھو لے۔ یہ منٹ مل سکتے ہیں؟ نہیں مل سکتے، **فَاِذَا جَاءَ اَجَلُكُمْ**
لَا يَسْتَاخِرُونَ سَاعَةً وَّلَا يَسْتَفِيضُونَ (نحل ۷۷) جب وقت آجانا
 ہے نہ آگے ہوتا ہے نہ پیچھے ہوتا ہے تو جو اللہ مجھے جان دے گا، جو رب
 مجھے جان دے گا وہ اللہ مجھے پچاس تیس روپے کی روٹی نہ دے گا؟ آج

میں نے پچاس کے لئے رب کو مجھلا دیا۔ فرمایا میں تیرا رب ہوں۔ تجھے آج تک
 پالنے کے لئے نہیں پالا؟ سچی بات ہے میرے بھائیو! مجھے کس نے پالا؟ اللہ نے۔
 آپ کو کون پالتا ہے؟ اللہ۔ کسی کی طاقت ہے کوئی اپنے آپ کو پالے؟ کہاں
 ہیں ہمارے علم و فن اور ہنر؟ اللہ تعالیٰ چاہے یا گل بناوے، کہاں سے کمائے
 گا؟ اللہ آنکھیں سلب کرے، اندھا ہو جائے، کہاں سے کمائے گا؟ اللہ
 نقوہ کر دے، فالج کر دے، کہاں سے کمائے گا؟ (اللہ تبارک و تعالیٰ کو شفا دے
 اور بیماریوں سے مجھے آپ کو بچائے)۔ تو جس اللہ نے جان دی وہ روٹی نہیں کھا؟
 فرمایا اس لئے مجھ پر یقین رکھو، میں تیرا رب ہوں۔ ابھی تو تو لوگوں کے رحم میں ہوتا ہے
 باہر نکلنے سے پہلے میں تیرے لئے دودھ پیدا کر دیتا ہوں، اَلَمْ نَجْعَلْ لَكَ
 عَيْنَيْنِ ۗ وَ لِسَانًا وَ شَفَتَيْنِ ۗ وَ هَدَيْنَاكَ التَّجْدِيْنَ ۗ (البلد شام)
 فرمایا اوبے و فانا انسان! او مکار و هو کے باز، روٹی کے لئے مجھے ناراض کرنے
 والے! اَلَمْ نَجْعَلْ لَكَ عَيْنَيْنِ ۗ تیری آنکھیں کس نے بنائیں؟ وَ
 لِسَانًا، تیری زبان کس نے بنائی؟ وَ شَفَتَيْنِ ۗ تیرے ہونٹ کس نے بنائے؟
 وَ هَدَيْنَاكَ التَّجْدِيْنَ ۗ اور تیرے پیدا ہوتے ہی تیری رہنمائی تیری ماں کی
 چھاتیوں کی طرف کس نے کی؟ تو کون سا ڈپلومنٹ لے کر آیا کہ ماں کی چھاتیوں سے
 دودھ پی رہا ہے؟ کس نے وہاں پر مٹیں اور کارخانے لگائے؟ کس نے وہاں پر
 فیکٹریاں لگائیں؟ میں تیرا رب ہوں؟ ذَلِكُمْ اللّٰهُ رَبُّكُمْ (الانعام ۱۰۳)
 میں تیرا رب ہوں، وہاں بھی رب، اب بھی رب، بعد بھی رب،
 تو فرمایا اِسْتَغْفِرُوْا رَبَّكُمْ، اپنے اپنے والے سے اپنے گناہوں کی

مغفرت پناہ اور اس کے عذاب سے بچنے کے لئے سفر پر نکلے ہیں لو، اور وہ مغفرت
 کون سا ہے؟ اللہ کے سامنے جھک جانا، گناہوں کی معافیوں کے لئے اپنے
 دامن کو بچھا دینا۔ اللہ تعالیٰ گناہگار کو قریب کرتے ہیں۔ حقیقت ہے اللہ تعالیٰ گناہگار
 کو قریب کرتے ہیں اور گناہگار کی توبہ سے خوش ہوتے ہیں (اللہ مجھے آپ کو مستحق
 کی توفیق عطا فرمائے)

حضور انور فرماتے ہیں (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) حضور نے ایک مثال دی۔ آپ
 فرماتے ہیں دیکھئے، بتائیے، ایک آدمی جب سفر میں جا رہا ہو اور ٹنٹی بند ہو
 ہو، اور ٹنٹی پر اس کا کھانا بھی ہو، اس کا پانی بھی ہو، صحرائی مسافر ہو، کئی کئی میل
 تک کھانا پانی نہ ملتا ہو اور وہ کہیں سستانے کے لئے کسی پودے کے نیچے
 کسی پرہ کے نیچے بیٹھ گیا، لیٹ گیا، اور ٹنٹی کو بٹھا دیا، سو گیا ہے کہہ رہی نیند،
 لیکن جب وہ اٹھا، نیند سے جاگا، دیکھتا ہے کہ اور ٹنٹی غائب ہے۔ سخت
 دھوپ ہے، اس کے پاس کوئی طاقت نہیں کہ اور ٹنٹی کو ڈھونڈے، باہر
 نہیں نکل سکتا، اب یہ کتنا پریشان ہو گا؟ یا اللہ اور ٹنٹی بھی چلی گئی، کھانا
 بھی چلا گیا، پانی بھی چلا گیا، کوسوں تک دھوپ ہے، ریت ہے، سفر ہے
 لیکن حقیر گذرتی ہے وہ پھر ذرا اونگھ میں ہوتا ہے، دیکھتا ہے کہ وہی
 اور ٹنٹی اپنے ساز و سامان کے ساتھ اس کے پاس بیٹھی ہے۔ فرمایا حضور انور
 صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ وہ بندہ کتنا خوش ہو گا؟ کہ جس
 کی گمشدہ متاع، ایسی متاع جو اس کی موت کا سبب ہو سکتی تھی وہ اس کے
 قدموں میں خود بخود آ رہی تھی **لَا أَسْرُحُ بِتَوْبَةٍ عَبْدٍ**، (اسم تفضیل کا ہیغ)

امام تاکید یہ فرمایا امام الانبیاء نے یقین سمجھو کہ جب اللہ کا بندہ خدا کے حضور
 توبہ کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس سے بھی زیادہ خوش ہوتا ہے۔ تو عرض کر رہا ہوں
 کہ استغفار کا مہینہ آ رہا ہے۔ فرمایا **يُمَتِّعُكُمْ مَتَاعًا حَسَنًا**، حرام نہ
 کھا، میں تجھے حلال کی روزی دوں گا **يُمَتِّعُكُمْ** سامان و سب کے گاتھیں، زندگی کے
 اسباب و سب کے گاتھیں۔ **مَتَاعًا حَسَنًا** بہترین سامان، پاکیزگی کے سامان۔
 وال دوں گا۔ لیکن وال کھانے سے ولایت دوں گا۔ وال کھاؤ گے پانچ نمازیں ^{نہیں}
 موبائیں گی۔ وال کھاؤ گے **ذَكَرَ اللّٰهَ كِي لَذِي تَأْتِي** گی۔ اور اگر میری بغاوت کی
 پلاؤ زردہ کھاؤ گے، پیشانی کو نہیں جھکنے دوں گا۔ **مَتَاعًا حَسَنًا** کون سی چیز تھی؟
 جس نے مالک سے بھگا دیا؟ یا وہ چیز تھی جس نے مالک کے حضور پہنچا دیا وہ
مَتَاعِ حَسَنَةٍ؟ **يُمَتِّعُكُمْ مَتَاعًا حَسَنًا**۔ (میں پلاؤ زردہ کے مخالف
 نہیں ہوں، کہیں دعوت پر بلائیں تو نہ کھلائیں کہ یہ وال کہتا ہے۔ نہیں یہ مطلب
 نہیں ہے مطلب یہ ہے) کہیں یہ نہ کہہ دینا کہ قاضی صاحب نے کہا ہے
 وال۔ نہیں نہیں یہ مطلب نہیں ہے، پلاؤ زردہ کے والے بھی خدا کے آگے
 جھکتے ہیں ہم دیکھتے ہیں، یہاں بھی بیٹھے ہیں، یہ تم سب نہیں پلاؤ زردہ کھانے
 والے؟ سب مولوی حقوڑ سے ہی ہو یا میں جانتا ہوں اس میں بڑے بڑے
 آفیسر ہیں، اللہ ان کے نور ایمان کو ابد ترقی دے۔ اللہ ان کے اعمال صالحہ میں
 برکت پیدا فرمائے۔ یہ پلاؤ زردہ کے کھانے والے کاروں میں پھرنے والے
 اللہ تعالیٰ کے حضور اب بیٹھے ہوئے ہیں تا قرآن سننے کے لئے! ہمارے
 پاس کیا طاقت تھی؟ یہ قرآن کے شیدائی ہیں، اللہ تعالیٰ قیامت کے دن

قرآنی سائے میں مجھے ان کو جگہ عطا فرمائے اور محمد رسول اللہ کی شفاعت سے ہم سب کے نصیب بفرمائے۔

تو پلاؤ زرد سے سے اللہ تعالیٰ نفعاً نہیں، وہ بھی اللہ کی نعمت ہے میں ایک مثال عرض کرتا ہوں کہ حرام کہا یا پیٹ کے لئے اور اس پیٹ نے خدا سے بھلا دیا۔ حلال حاصل کیا کھوڑا، خدا کے قریب بن گیا، **يُمَتِّعْكُمْ مَتَاعًا حَسَنًا**۔

تو متاعِ حسنہ کیا ہے؟ اچھا سامان جو مجھے نصیب ہو گیا، میرے بیوی بچوں کو نصیب ہو گیا، میرے گھر والوں کو نصیب ہو گیا جس سے میں نے حج کر لیا

جس سے میں نے مسجدیں بنادیں، جس سے میں نے اپنے بیوی بچوں کو حلال کارزق پہنچا دیا، خدا کے نام پر دے لیا، میرے مرنے کے بعد میری قبر منور ہو گئی (اللہ آپ کی ہم سب کی قبروں کو منور فرمائے) قیامت سے منور ہو گئی۔ وہ متاعِ حسنہ

ہے؟ یا یہ متاعِ حسنہ ہے کہ دنیا میں بھی ذلیل، قبر میں بھی ذلیل، قیامت میں بھی ذلیل، اور فرمایا کہ دیکھو، میرے پاس ایک میٹر ہے **يُمَتِّعْكُمْ مَتَاعًا حَسَنًا** الیٰ آجلیٰ مستسئی۔ وقت مقرر تک تم نے دنیا میں رہنا ہے۔ تمہارے لئے

میری تعلیمات ہیں استغفار اور توبہ تمہارے زندگی کی متاعِ حسنہ کا سامان، محنت بھی کرو، مزدوری بھی کرو، مشقت بھی کرو، سب کچھ کرو بس کن استغفار اور توبہ کو نہ چھوڑو۔ **يُمَتِّعْكُمْ مَتَاعًا حَسَنًا**

آگے میں ترجمہ کرتا ہوں وقت کھوڑا ہے۔ انشاء اللہ آئندہ نشست میں رتبہ العالمین کو منظور ہوا تو اسی پر میں عرض کروں گا۔ **وَيُؤْتِكُمْ كُلَّ ذِي فَضْلٍ فَضْلَهُ** اور دیتا ہے اللہ تعالیٰ ہر اس انسان کو جو اللہ کی عبادت

بڑھ کر کرے بڑھ کر جزاء جتنی عبادت کرے گا، جزا دنیا و دوزخوں کا۔ پانچ نازیں
 پڑھے گا، پانچ کا ثواب دوزخوں کا، نوافل پڑھے گا، ساتھ اور بڑھادوں کا،
 اشراق پڑھے گا، ساتھ اور بڑھادوں کا، شہد پڑھے گا، ساتھ اور بڑھا
 دوزخوں کا، زکوٰۃ دے گا، اتنی جزا دے لیکن ساتھ صدقہ مشاورے کا، اور دوزخوں
 میرے ہاں رحمت ہی رحمت ہے، شفقت ہی شفقت ہے، فضل
 ہی فضل ہے۔ — وَ اِنْ تَوَلَّوْاْ اَنْزَلْنَا مِنْ سَمٰوٰتِنَا مِطْرًا
 فَرٰیضًا یَّجْعَلُ الْاَنْبِیَاۤءَ رِجَالًا یَّسْـَٔلُوْنَ ۗ وَ اِنْ تَوَلَّوْاْ اَنْزَلْنَا مِنْ
 سَمٰوٰتِنَا حِجَابًا مُّطْمَٔنِّنًا یَّحْمِلُ الْوِجْدَانَ وَ هُمْ یَسْـَٔلُوْنَ ۗ
 اَنْزَلْنَا مِنْ سَمٰوٰتِنَا مِطْرًا یَّجْعَلُ الْاَنْبِیَاۤءَ رِجَالًا یَّسْـَٔلُوْنَ ۗ
 وَ اِنْ تَوَلَّوْاْ اَنْزَلْنَا مِنْ سَمٰوٰتِنَا حِجَابًا مُّطْمَٔنِّنًا یَّحْمِلُ
 الْوِجْدَانَ وَ هُمْ یَسْـَٔلُوْنَ ۗ
 ساتھ تمہیں سمجھاتا ہوں، میں رحیم نبی ہوں لَقَدْ جَاءَكُمْ رَسُولٌ مِّنْ
 اَنْفُسِكُمْ عَزِیْزٌ عَلَیْهِ مَا عَنِتُّمْ حَرِيصٌ
 عَلَیْكُمْ بِالْمُؤْمِنِيْنَ وَ وُفِّیَ رَحْمَةً ۝ (التوبہ: ۱۲۸) میں رافت
 کے ساتھ، شفقت کے ساتھ تمہیں سمجھاتا ہوں دنیا والو! میں رحیم ہوں
 میں چاہتا ہوں کوئی مُتَنَفِّس، کوئی انسان جہنم میں نہ جائے۔ اس سلسلے
 میں تمہیں بتاتا ہوں کہ تم استغفار کرو، گناہوں سے معافی مانگو،
 خداوندِ قدوس سے اپنے گناہوں کی اور پھر توبہ کرو، اپنے ظہم
 عمل کی طرف اٹھاؤ۔ تمہاری دنیا بھی بہتر ہو جائے گی اور تمہاری قیامت
 بھی بہتر ہو جائے گی۔

وَأَخِرُ دَعْوَانَا إِنِ الْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ ط اللَّهُمَّ اجْعَلْهُ لِي
عَمَلًا كِي تَوْفِيقًا عَظِيمًا فَرَأَيْتَ - (آمین)



دوسرا اور ستر قرآن کریم

منعقدہ ۱۲۵ رمضان المبارک - ۱۶ دسمبر ۱۹۶۶ء

اس درسِ کریم میں مندرجہ ذیل علمی اور دینی فوائد آگئے ہیں :-

قرآنی دعوت اللہ تعالیٰ کے ساتھ ملائی ہے کاشتی نہیں۔

تقویٰ سے رزق کی فراوانی بھی ہوتی ہے۔

صرف سفر شروع کرنے سے دینی برکات کا نزول

تشریح میں بھی اللہ تعالیٰ کی رحیمی اور کریمی کا ظہور ہے۔

موجودہ معاشرہ کی قباحت پر تبصرہ

تشریحِ قلیل کا جو ازبرائے خیر کثیر

ذکرِ لسانی کی حکمت اور افضلیت

سیرتِ نبوی کا ازدواجی پہلو

نماز تہجد کی برکات

واللہ الموفق

- ۱
- ۲
- ۳
- ۴
- ۵
- ۶
- ۷
- ۸
- ۹

سُورَةُ هُودٍ

اَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ
 اِلَى اللّٰهِ مَرْجِعُكُمْ وَهُوَ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ اِلَّا اَنْتُمْ يَسْتَوِيْنَ
 صُدُوْرُهُمْ لِيَسْتَغْفِرُوْا مِنْهُ ۗ اَلَا حِيْنَ يَسْتَفْشِرُوْنَ
 ثِيَابَهُمْ لَا يَعْلَمُ مَا يُسْرُوْنَ وَمَا يُعْلِنُوْنَ ۗ اِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌ
 بِذٰتِ الصُّدُوْرِ وَمَا مِنْ دَابَّةٍ فِى الْاَرْضِ اِلَّا عَلَى اللّٰهِ رِزْقُهَا
 وَيَعْلَمُ مُسْتَقَرَّهَا وَمُسْتَوْدَعَهَا ۗ كُلٌّ فِى كِتٰبٍ مُّبِيْنٍ
 صَدَقَ اللّٰهُ الْعَلِيْمُ الْعَظِيْمُ

میرے بزرگوار میرے بھائیو! اللہ تعالیٰ کا بے انتہا احسان ہے کہ آج ایسے
 یابو کرست مہینے میں اس نے مجھے اور آپ کو قرآن مجید سننے اور سنانے کے لئے
 جمع کیا۔ اللہ عمل کی توفیق عطا فرمائے۔ رمضان میں قرآن مجید کا نزول ہوا اور
 یہ مہینہ مغفرتوں کا، بخششوں کا مہینہ ہے۔ آج کل دوسرا عشرہ شروع ہے
 رمضان المبارک کی چودہ تاریخ ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ
 جب رمضان المبارک کا دوسرا عشرہ شروع ہوتا ہے تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے
 رحمتوں کا نزول شروع ہو جاتا ہے۔ پہلے عشرہ میں انسانوں کے گناہ اللہ تعالیٰ
 معاف فرماتے ہیں اور دوسرے دس دنوں میں رحمتوں کا نزول اللہ تعالیٰ کی طرف سے

شروع ہو جاتا ہے اور تیسرے عشرے میں حضور کا ارشاد ہے **عَتَقَ مِنْ النَّارِ**
 جہنم سے آزادی کے پروانے طے شروع ہو جاتے ہیں۔ تو یہ دوسرا عشرہ ہے،
 اللہ تعالیٰ اس کی برکات سے مجھے اور آپ کو بھی نوا سکے۔ تو اس دوسرے
 عشرے میں قرآن مجید کا یہ درس ہونا بذاتِ خود رحمتوں کا نزول ہے۔ قرآن
 اللہ تعالیٰ کا کلام ہے اور رحمتہ للمؤمنین ہے اور پھر ساتھ ہی پروگرام کے تحت
 انشاء اللہ ابھی درس حدیث بھی ہو گا۔ امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر
 اقدس جو رحمتہ للعالمین ہیں، یہ ساری کی ساری ایسی برکات ہیں جو جس کو مل
 جائیں وہ اپنے آپ کو خوش نصیب سمجھے۔ اللہ مجھے آپ کو اس سعادت کی جو
 روحانی برکات ہیں وہ نصیب فرمائے۔

آج سوورت ہو رہی ہے پونجی پانچویں اور چھٹی آیت کی تلاوت کی گئی ہے
 پہلی آیت گرامیہ میں رب العالمین نے اپنے بندوں سے خطاب فرمایا لَّا
 تَعْبُدُوا وَاِلَّا اللّٰهُ اللہ کے سوا کسی کی عبادت نہ کرو۔ اور پھر ساتھ ہی فرمایا
 کہ اللہ تعالیٰ کی عبادت کرنے کے ساتھ ساتھ اللہ سے اپنے پہلے گناہوں کی
 معافیاں چاہو، مغفرت کی طرف کوٹو اور رب العالمین کی طرف قدم اٹھاؤ
 اللہ تمہاری زندگی کو بہتر فرمادیں گے اور تمہاری قیامت کو بھی بہتر فرما
 دیں گے۔

آیت نیرام میں ارشاد فرمایا کہ تم ان باتوں کو معمولی مت سمجھو، تمہارا
 اگر یہ خیال ہے کہ ہم اللہ تعالیٰ کی باتوں کو اگر ٹال دیں گے یا اس طرف توجہ نہ
 کریں گے تو ہمارا کیا بگڑ جائے گا۔ فرمایا اِنَّ اللّٰهَ قَرِيبٌ مِّنْكُمْ، تمہارا لوٹنا انجام کا

اللہ کی طرف ہے۔ دنیا کی کوئی طاقت ایسی نہیں جو اپنے وجود کو باقی رکھ سکے۔ ہر انسان خواہ وہ چھوٹا ہو یا بڑا ہو، کائنات کا ذرہ ذرہ، یہ ساری کائنات میرے بزرگوار ارض و سما، شمس و قمر، جو کچھ ہم دیکھتے ہیں یا ہمیں نظر نہیں آتیں۔ بڑی سے بڑی طاقتیں، بڑے سے بڑے پہاڑ، بڑے سے بڑے دریا اور سمندر، یہ سارے کے سارے حکم الہی کے منتظر اور حکم الہی کے تابع ہیں۔ اللہ جو کچھ چاہیں وہ کر لیتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کو کوئی زد و کوب والا نہیں۔ لا مَعْصِيَةَ لَهِ عَلَيْهِ (العنکبوت: ۱۷) اللہ کے حکموں پر کس کی کوئی اپیل نہیں، نالش نہیں، جو اللہ چاہیں کر لیتے ہیں تو فرمایا میری بہت بڑی طاقت ہے، اِنِّی اللّٰهُ مَرْجِعُکُمْ، انجام کار تم سب نے اللہ ہی کی طرف آنا ہے۔ جب تم یہ جانتے ہو کہ انجام تمہارا یہی ہے کہ تم اللہ کے دہن پر پیش ہو گے تو اس وقت سے پہلے ہی کیوں نہ اپنے آپ کو اللہ کے سامنے پیش کرو، اپنا تعلق خداوند قدوس کے ساتھ جوڑنے کی کوشش کرو تاکہ جب تمہاری ملاقات اللہ تعالیٰ کے ساتھ ہو، اللہ تعالیٰ تم سے تمہارا حساب و کتاب پوچھیں، تمہاری زندگی کے ادوار کے متعلق، حالات کے متعلق، تمہارے اعمال کا محاسبہ شروع ہو تو اس سے پہلے تم نے جب خداوند تعالیٰ کے ساتھ تعلق قائم کیا ہو گا تو یہ تعلق تمہیں وہاں پر کام آئے گا۔

میرے بھائیو! یہ جو ہماری عبادت میں یہ تعلق جوڑنے کے لئے ہیں گذشتہ درس میں اور اس سے پہلے بھی میں عرض کر چکا ہوں کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی کریمی کے ساتھ، اپنی رحیمی کے ساتھ ہم جیسے گنہگاروں کو، بڑے بڑے مجرموں کو اپنے ساتھ جوڑنے کے لئے ہدایات بھیجی ہیں۔ قرآن مجید جوڑنے کے لئے

اس لئے سارے انسانوں کو بھی دعوت دی **يَا أَيُّهَا النَّاسُ اسے لوگو۔ اہل**
کتاب کو فرمایا يَا أَهْلَ الْكِتَابِ کافروں کے متعلق بھی خطاب فرمایا۔ کس لئے؟
 کہ کسی بھی حالت میں تم کیوں نہیں ہو، تم اگر میری طرف نہ لوگو گے تو میں تم
 کو قبول کروں گا۔ اس لئے تو یہ موت تک قبول ہوتی ہے۔

علم کلام کا مسئلہ ہے اور قرآن مجید میں بھی فرمایا کہ جب تک انسان کو
 اپنی موت کا یقین نہ ہو جائے، حالات بدل نہ جائیں، زندگی سے یا جو سی نہ ہو
 جائے، عذاب کا مشاہدہ نہ شروع ہو جائے اس وقت تک بندہ اگر توبہ کرے
 اللہ اس کی توبہ کو قبول کرتے ہیں۔ کفر جیسی چیز کو معاف کر دیتے ہیں، شرک
 کو معاف کر دیتے ہیں۔ انسان کی زندگی جب تک باقی ہے اس کو اپنی زندگی
 پر ناز اور گھمنڈ ہے، اس وقت اگر خدا کی طرف رجوع کرے گا تو وہ اللہ کا
 بہت ہی مقرب اور قریب ہو جائے گا۔ اسی لئے میرے بزرگو! اللہ نے یہ
 ایسا نظام عبادت کا بنا دیا کہ بندہ خداوند تعالیٰ سے ٹوٹے نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ
 کے ساتھ جڑتا رہے۔

دیکھئے حکم فرمایا حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے **كُلَّ آمْرِ ذِي بَالٍ**
لَمْ يَبْدَأْ بِسْمِ اللَّهِ فَهُوَ ابْتَرُطٌ ہر کام سے پہلے بسم اللہ پڑھی
 جائے۔ کیا مطلب ہے روٹی کھانے کے لئے بیٹھے تو بسم اللہ کہے، پانی پیئے
 تو بسم اللہ کہے، کپڑے پہنے تو بسم اللہ کہے، دنیا کا کوئی صحیح جائزہ کام کرے تو
 بسم اللہ کہے تاکہ اس کے ذہن میں یہ بات آجائے کہ میرا تعلق میرے اللہ کے ساتھ
 ہے **وَمَا بَكُرَةً نَّعْمَةٍ فَمِنَ اللَّهِ (نحائے ۵۳)** یہ جتنی نعمتیں ہیں ساری کی

ساری جگہ میرے اللہ نے عطا کی ہیں اور بسم اللہ یعنی اللہ کے نام میں اتنی قوت
 ہے میرے بزرگوں کو جس جگہ میں آج ہم پڑے ہیں، یہ دنیا کا چکر، اللہ مجھے آپ
 کو دنیا کے چکروں سے نکال کر اپنے ساتھ لگائے اور اپنی رحمتوں کے ساتھ
 نوازے) کہ ہم اس پیٹ کے مسئلے میں بہت بڑی طرح پس چکے ہیں۔ یعنی جو
 کبھی کبھی یہ عرض کیا جاتا ہے کہ ہم پیٹ کے مسئلے میں پھنسے ہیں تو اس کا
 مطلب یہ نہیں ہوتا کہ ہم محنت نہ کریں۔ نہیں، محنت کی جائے، مشقت کی
 جائے لیکن وسعت بکا رول بیا پر عمل رہے۔ ہاتھ سے کام کرے اور رول کا
 تعلق اللہ کی ذات کے ساتھ رکھے۔ ہاتھ جو ہو وہ کام کرتا رہے اور رول اللہ کی
 یاد میں مصروف رہے تو اس سے اللہ تعالیٰ مشکلات آسان کر دیتے ہیں۔ یہ دنیا
 کا اتنا لمبا چکر نہیں ہے جو ہم نے اپنے سر پر اٹھا رکھا ہے۔ ابھی آیت آنے والی
 ہے اللہ نے خود بخود فرمایا ہے کہ میں تمہارا رزاق ہوں، تم محنت بھی میرے
 حکم کے ماتحت کرو، یہ موسم، یہ پھل، یہ رزق، یہ غنہ، یہ جو کچھ بھی تم کرتے ہو
 سب کے سب میرے حکم کے تابع ہیں، میں کبھی کبھی بلا اسباب کے بھی پیدا
 کر دیتا ہوں۔ حضرت مرثد کی کرامت سیرت آل عمران میں موجود ہے کہ گرمیوں میں
 آپ کو سردی کے پھل ملتے تھے، سردیوں میں آپ کو گرمی کے پھل ملتے تھے۔
 خود ہمارے مسلمانوں میں، اُمت محمدیہ علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام میں ایسے اہل اللہ
 کا وجود پہلے بھی رہا ہے، اب بھی ہے۔ امام مائتیدی رحمۃ اللہ علیہ کا ترییدی ہیں
 عشری مائتیدی، عقائد کے اعتبار سے) مائتیدی ایک محلہ ہے سمرقند کا، وہاں
 کے تھے امام محمد مائتیدی رحمۃ اللہ علیہ، چوتھی صدی ہجری میں آپ کے کا وصال ہوا،

قرآن مجید کی آپ نے تفسیر لکھی۔ بہت بڑے عالم دین اور اللہ والے تھے۔ ان کی
بسیا وقت صرف ایک باغ پر ہوتی تھی، اپنا ایک چھوٹا سا باغ تھا اس باغ کو
اپنے ہاتھ سے ہاتے تھے اور اس میں سے جو کچھ ملتا تھا خود بھی کھاتے تھے اور
اپنے مکانوں کو، طلبہ کو بھی کھلایا کرتے تھے۔ ان کے باغ کی ایک عجیب کیفیت
تھی (ان کے حالات میں ہے) تاریخ سمرقند میں ان کے حالات میں میں نے پڑھا
ہے) کہ گرمی کے موسم میں سردی کے پھل مل جاتے تھے، سردی کے موسم میں گرمی
کے پھل مل جاتے تھے۔ ان کے باغ میں کسی وقت کوئی میوہ اس علاقے کا اگر آپ
تلاش کرنا چاہیں تو وہ مل جاتا تھا۔ تو لوگوں نے تعجب سے پوچھا کہ حضرت ایسے
کیفیت سے وہ آپ زراعت کے ماہر نہیں ہیں، نہ آپ نے کوئی ایسا فن سیکھا،
ہماری طرح آپ زمینداری کرتے ہیں، یہ کیا کیفیت ہے؟ آپ نے فرمایا
کہ میں تمہیں صرف ایک بات بتا دوں اور یہی میرے پاس عرب ہے، یہی میرے
پاس ایک نسخہ ہے، یہی میرا عمل ہے کہ ہمیشہ بیج، ہر چیز کا بیج، دائیں ہاتھ
سے بوتا ہوں اور میں نہیں لیتیں کے ساتھ کہتا ہوں، اگر میں قسم کھاؤں تو جانٹ
نہ ہوں گا، میں نے اپنے دائیں ہاتھ کے ساتھ کبھی کوئی گناہ نہیں کیا، اللہ
نے میرے دائیں ہاتھ میں برکت رکھ دی ہے کہ جو بیج میں بوتا ہوں وہ
ہو جاتا ہے۔

تو یہ موسم، یہ وقت، میرے بزرگوں کو ایسے سب کے سب خداوند قدوس
کے تابع ہیں اللہ اگر نہ چاہے تو انسان کچھ بھی نہیں کر سکتا۔ وہ جو
مشہور فارسی کا شعر ہے

تھی دستاں قسمت را چہ سو و از دست سیر کا کل

کہ خضر از آب حیوان تشنه می آرد سکندر را

خواہ یہ معاملہ ہو یا نہ ہو لیکن بات ہے۔ یعنی اللہ نہ دے تو کچھ بھی نہیں
ہو سکتا۔ اللہ دے تو بلا سبب کے بھی سب کچھ بن سکتا ہے تو یہاں فرمایا
إِنِّي اللَّهُ صَرِّحًا ثُمَّ سَبَّحَ فِي خَدَّيْ طَرَفًا لِيُؤْتِنَا سُبْحًا فِي جَاهِ تَابِعِي هَلْ
تَمَّ بِرَأْسِ الْعَلَقِ مِيرَاةً سَاكِنَةً هِيَ - تو اس ضمن میں عرض کر رہا تھا کہ اسلام کہ
جو نظام حیات ہے میرے بھائیوں اس پر اگر ہم ایک ہفتہ بھی چلیں تو دل
میں کچھ نہ کچھ خدا کے ساتھ ربط پیدا ہو جائے گا۔ پانی پیئیں تو بسم اللہ کہہ دیں
کھانا کھائیں تو بسم اللہ کہہ دیں، کپڑا پہنیں تو بسم اللہ کہہ دیں، اگر کوئی حکیم ہے
کوئی ڈاکٹر ہے کسی بیمار کا علاج کرے بسم اللہ کہہ دے، کوئی کام کرے بسم اللہ کہہ
دے۔ اگر فور سے دیکھا جائے تو ہمارا سارا نظام ہی یہ بنا یا گیا۔ فرمایا جب
تم کسی سواری پر سوار ہو تو کیا کہو بِسْمِ اللَّهِ فَجِبْهُمَا وَمُرْسَاهَا رَانَ
رَبِّي لَجَعُورًا حَيْرَةً (ہود ع ۱۱) اور مَسِيحِينَ الَّذِينَ سَخَّرَ لَنَا هَذَا
وَمَا كُنَّا لَهُ مُقْرِبِينَ ۗ وَإِنَّا لَآلِي رَبِّتَا لَمُنْقَلِبُونَ ۗ (النحور ع ۳۷ و ع ۱۲)
رَبِّ آتِنَا زِينَتَنَا مِثْلَ مَا تَزِينُ لَكَ وَأَنْتَ خَيْرُ الْمُنْزِلِينَ ۗ (الہود ع ۳۹)
دیکھئے یہ دعائیں قرآن میں آتی ہیں۔ یعنی قرآن مجید کے متعلق ہمارا تو یہ تصور ہے
کوئی کہہ دیتا ہے کہ جی یہ تعریف کی کتاب ہے، کوئی کہہ دیتا ہے یہ ساتش کی
کتاب ہے، کوئی کہتا ہے یہ پہلوں کی کہانیوں ہیں۔ مسلمانوں میں مختلف فرقے
ہیں اور قرآن پر "ریسرچ" سب اپنے اپنے ذہن کے مطابق کرتے ہیں،

حالا انکو قرآن مجید ہدٰی للناس ساری کائنات کے لئے ہر امت اور ہر جگہ
 ہے، دو عالم کے لئے اس میں راہ نجات ہے۔ سب کچھ قرآن مجید میں ہے
 جس سے انسان کی زندگی بہتر ہو سکتی ہے، اس سے انسان کی قیامت بہتر
 ہو سکتی ہے۔

ابھی جو میں نے تین آیتیں پڑھی ہیں ان تینوں کا تعلق ہمارے سفر
 کے ساتھ ہے اگر ہم گھر سے چلے وافر کے لئے تو یہ بھی ایک سفر ہے تو
 فرمایا کہ اس میں بھی منجھے نہ بھول۔ جب تو اپنی سیٹھیل پوچھنے لگا کہ کار پر
 چڑھنے لگے، گھوڑے پر چڑھنے لگے، تانگے پر چڑھنے لگے، تو کیا کہہ رہا ہے

سے ۹ بِسْمِ اللّٰهِ نَجْرُهَا وَسُرَّهَا طَرَاتِ رَبِّكَ لَخَصُورٍ مِّنْ حَبِیرٍ
 اللہ ہی کے نام سے یہ میری گاڑی چلے گی، اللہ کے نام سے میری گاڑی اکھبرے
 گی، اللہ نے چلایا تو چلے گی، اللہ نے نہ چلایا تو نہ چلے گی۔ ابھی دیکھئے کل
 پرسوں سوا وہ کے قریب ایسیڈنٹ ہوا بسوں کا اللہ ان بچاروں کو
 جنت نصیب فرمائے، ان مرحومین کے وراثت کو اس حد سے کہ ہر وراثت
 کرنے کی اللہ تعالیٰ توفیق فرمائے اور ان کو اجر نصیب فرمائے، کیا خیال
 ہے جناب کا ان دونوں نے کس میں کس میں جان بوجھ کر مار لی ہے؟ یہ دونوں
 کوئی اندھے تھے؟ یا گل تھے؟ دیوانے تھے؟ یا سڑک پر تھک تھکی
 کیا تھا؟ یہ تو ویسے ہم اچھے نہیں کہتے رہتے ہیں، تحقیقات ہوتی رہتی ہیں
 حادثے کی تحقیقات کیا ہیں؟ اللہ کا حکم سچا، خداوندِ قدوس نے یوں فیصلہ
 فرمایا تھا جس وہ فیصلہ ہو گیا۔

تو فرمایا کہ دیکھ تو اپنے آپ پر گھمنڈ اور ناز نہ کر، تو کیا بلا ہے؟ میں چاہوں تو
 تیرے اپنے ہاتھ سے تیری زندگی کو ختم کر دوں۔ اس لئے فرمایا کہ تھوڑے
 سے سفر میں بھی مجھے یاد کر بِسْمِ اللّٰهِ مُحَمَّدٌ رَّحْمٰتُہٗا وَ مَرْسَلٰتُہَا اِنَّ رَبَّیْ
 لَغَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ (ھود ۱۰۸) میں اللہ کا نام لے کر اسے چلاتا ہوں۔ اللہ کے نام
 سے یہ چلے گی۔ اللہ کے نام سے یہ ٹھہرے گی۔ کیوں؟ اِنَّ رَبَّیْ لَغَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ
 (سبحان اللہ) اِنَّ رَبَّیْ لَغَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ اللہ مجھے آپ کو قرآن سمجھنے
 کی توفیق عطا فرمائے، پڑھی پیاری کتاب ہے، اللہ کا کلام ہے، بلاغت
 فصاحت اور روحانیت کا مجمع ہے قرآن مجید، یہ نہیں فرمایا اِنَّ رَبَّیْ فَعَالٌ
 لِّہَا سِرِّیْدٌ یٰ اِنَّ رَبَّیْ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ فرمایا اِنَّ رَبَّیْ لَغَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ
 بے شک میرا پالنے والا بڑا مہربان ہے، بخشنے والا ہے۔ یعنی اگر وہ اس سے گزر
 کر گیا تو توبہ ہو گئی نا؟ مانگے سے گزر گیا تو توبہ ہو گئی، موٹر سے ایک سیڈنت ہو کر
 مر گیا تو توبہ ہو گئی، ویسے بھی مر گیا تو توبہ ہو گئی۔ اِنَّ رَبَّیْ لَغَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ
 کے ساتھ اعتراف کرتا ہے، خداوندِ قدوس تعلیم دیتے ہیں کہ اے میرے بندے
 کہ جب تو معمولی سفر پر نکلے تو یہ کہہ بِسْمِ اللّٰهِ مُحَمَّدٌ رَّحْمٰتُہٗا وَ مَرْسَلٰتُہَا اِنَّ رَبَّیْ
 لَغَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ (سورۃ ہود آیت ۱۰۸) اگرچہ یہ حضرت نوح علیہ السلام کی
 دعا ہے، مگر ہمارے لئے قرآن رہنا ہے، ہم سب مسلمانوں کے لئے قرآن ہادی
 ہے، اس پر عمل کرنے کا ہمیں حکم ہے۔

پھر فرمایا جس وقت کسی سواری پر تم سوار ہو تو کیا کہو؟ سُبْحٰنَ الَّذِیْ
 سَخَّرَ لَنَا ہٰذَا وَمَا کُنَّا لَہٗ مُقْرِنِیْنِ ۝ اور آگے فرمایا وَلِنَا اِلٰی رَبِّنَا

لَمُنْقَلِبُونَ ۝ دیکھئے یہاں پر بھی کیا سبق مل رہا ہے؟ بات میں عرض کر رہا ہوں
 خدا کے ساتھ تعلق جوڑنے کی۔ قرآن نے مسلمانوں کو اپنے رب کے ساتھ تعلق
 جوڑنے کی کیسی تلقین فرمائی۔ صرف یہ ایک سواری کی بات میں ہم غور کریں
 حکمتوں کو سمجھیں، قرآن کی حکمتوں کو تو اس ایک سبق میں یہاں بہت کچھ مل سکتا ہے
 فرمایا کہ جب تم کسی سواری پر سوار ہو تو کیا کہو؟ سُبْحٰنَ الَّذِیْ سَخَّرَ لَنَا هٰذَا
 وَمَا كُنَّا لَهٗ مُقْرِنِیْنَ ۝ دیکھئے کتنی باتیں آگئیں؟ سُبْحٰنَ

الَّذِیْ اٰتٰنَا هٰذَا جَسَدًا ۝ اس
 سواری کو میرے ماتحت کر دیا۔ میرے پاس تو اتنے پیسے نہیں تھے کہ میں کوئی معمولی
 سی سواری خرید سکتا، اللہ نے مجھے کاروبار دیا، اللہ نے مجھے ہوائی جہاز دے دیا
 اللہ نے مجھے ہیلی کاپٹر دے دیا، اللہ نے مجھے گھوڑا اونٹ دے دیا، اللہ نے مجھے
 سائیکل دے دی۔ مجھ جیسے خطا کار کو میری کیا طاقت تھی؟ اللہ اگر مجھے مال
 نہ دیتا تو میں کیا سائیکل چلا سکتا تھا؟ یا ہیلی کاپٹر میں بیٹھ سکتا تھا؟ یا ہوائی جہاز
 میں سفر کر سکتا تھا؟ یا پیسے ہوتے، میں معطل ہوتا، میرا بدن مثل ہوتا، میری
 ٹانگوں میں طاقت نہ ہوتی، میری ٹانگوں میں زور نہ ہوتا تو کیا میں ان سواریوں
 پر سفر کر سکتا تھا؟ سَخَّرَ لَنَا هٰذَا ۝ اور ان سواریوں کو میرا مطیع کر دیا۔ مجھے ان
 کا مطیع نہیں کیا۔ یہ بھی تو ہو سکتا تھا گھوڑے کو بندے پر لاد دے۔ گھوڑے
 کو بٹھا دیتا تاکہ پر اور بندے کو کہتا تاکہ کو کھینچ۔ دو چار چابک گھوڑا اسے
 تو پھر بندے کو پتہ لگے کہ کیا بات ہے پھر پتہ چلتا کہ اللہ کا باغی ہونا کسے کہتے
 ہیں۔ سَخَّرَ لَنَا هٰذَا وَمَا كُنَّا لَهٗ مُقْرِنِیْنَ ۝ اور ہم تو بھائی اس کو کبھی

اپنے کام میں نہ لاسکتے تھے۔ اگر خدا کا حکم نہ ہوتا۔ اور اگلی آیت میں فرمایا اِنَّا
 اِلٰی سَرِيْنَا لَمُنْقَلِبُوْنَ (سبحان اللہ)۔ فرمایا بے شک ہم یقیناً ایک نہ ایک
 دن خدا کی طرف لوٹ کر جائیں گے۔ یعنی دفتر میں جاتے جاتے قیامت کا تصور
 کر لے۔ ایک تیرا یہ سفر ہے تو دفتر جا رہا ہے، تو کالج جا رہا ہے، تو دوکان
 میں جا رہا ہے، تو کھیت پر جا رہا ہے اور ایک اور تیرا سفر ہے۔ پھر تو نے ٹوٹنا
 نہیں ہے۔ وہ بھی تیرا سفر ہے۔ اب تو اپنے قدموں سے جا رہا ہے، پھر تیرے
 اعزاز دیکھے اٹھا کر لے جائیں گے۔ اب تو چار پائی بھی کسی کسی کو نصیب ہوتی
 ہے، لاشوں کا پتہ ہی نہیں چلتا۔ آج تو میٹنوں کی لاشوں کا پتہ نہیں چلتا،
 کون مر گیا، کہاں مر گیا، کون ہے، کون نہیں۔ اخباروں میں بہت کم باتیں آتی ہیں
 پڑھی مخلوق اس قدر ذرا نہ مرنے رہتی ہے۔ اخباروں والے بھی لکھ لکھ کر لگاتے ہیں
 روزانہ کون لکھتا پھر ہے؟ وَاِنَّا اِلٰی سَرِيْنَا لَمُنْقَلِبُوْنَ اور ہم یقیناً اپنے
 رب کی طرف لوٹنے والے ہیں۔ دوسری آیت کی تشریح سمجھی آپ نے؟
 (اللہ چاہے بھی آپ کو بھی سمجھائے) کہ سفر کرتے وقت بھی، ایک میل کے سفر
 میں، ایک فرسنگ کے سفر میں تو خدا کو یاد کر لے، اپنی قیامت کو سمجھ لے کہ میں
 نے ایک وقت خدا کی طرف بھی جاتا ہے۔

تیسری آیت فرمائی کہ پھر تو وہ عاید کر۔ رَبِّ اَنْزِلْنِيْ مُنْزَلًا مُّبْرَكًا وَ
 اَنْتَ خَيْرُ الْمُنْزِلِيْنَ (المومنون) اے میرے رب! اے میرے پالنے
 والے! (پھر) رب! کا مسئلہ آگیا) اے میرے پالنے والے! مجھے وہاں پر اتار
 جو برکت کی جگہ ہو۔ وَاَنْتَ خَيْرُ الْمُنْزِلِيْنَ اور تجھ سے بہتر برکتوں کی جگہ نہیں والا

اور کوئی نہیں ہے۔ مجھے وہاں نہ اتارنا جہاں میرے لئے مصیبت ہو، لوگ اس میں بیٹھے ہوں اور میرے لئے کوئی پریشانی کا باعث بن جائے یہ تینوں دعائیں قرآن مجید میں موجود ہیں۔ میں عرض یہ کر رہا تھا کہ اگر ہم یہ سوچیں کہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں کس طرح اپنی طرف بلائے کی دعوت دے دی، اس میں کتنی حکمتیں و ولعنتیں فرمادیں خداوند قادر کس نے۔ تو دیکھئے ایک دفتر کے لئے گھر سے نکلنے کے لئے جو ایک معمولی سا ہمارا سفر ہے اس میں بھی ہم خداوند قادر کس کو پا سکتے ہیں۔ کھانے کے وقت بسم اللہ کہے، پہننے کے وقت بسم اللہ کہے، سفر میں بسم اللہ کہے پھر جو ہماری عبادت ہے، صبح کی نماز پڑھی، ظہر کی نماز پڑھی عصر کی پڑھی، مغرب کی پڑھی، عشاء کی پڑھی، پانچ دفعہ خدا سے تعلق جوڑا فرمایا میرے بندے، تو نے غلطیاں بھی تو کی ہیں نا! آخر بندہ میرا ہی ہے لیکن فرمایا

إِنَّ الْحَسَنَاتِ يُذْهِبْنَ السَّيِّئَاتِ ذَلِكَ ذِكْرَى لِلَّذِينَ كَانُوا لَا يُدْرِكُونَ (سورہ ابراہیم ۱۱۴)

دس بھائیوں اللہ فرمایا۔ ایک صحابی سے کچھ لفظوں میں ہو گئی تھی۔ حضور اللہ کے پاس بیٹھے اور حضور اللہ کے پاس چند مرتبہ انہوں نے باتیں کیں اور حضور کے ساتھ چار نماز پڑھیں۔ ظہر کی نماز حضور کے ساتھ پڑھی، حضور نے جواب نہیں دیا عصر کی نماز پڑھی، حضور نے جواب نہیں دیا۔ مغرب کی نماز پڑھی، حضور نے جواب نہیں دیا۔ عشاء کی نماز پڑھی، پھر حضور نے فرمایا اب بات کر۔ انہوں نے جب بات کی تو فرمایا کہ قرآن مجید کا نزول ہوا ہے تم سے حق میں۔ کس کے حق میں؟ ایک گنہگار کی معافی کے لئے جب گنہگار خدا سے معافی مانگتا ہے اللہ میرے آپ کے گناہوں کو اس مہینے کی برکت سے معاف فرما دے، اللہ ہمیں معاف

کرائے کی توفیق عطا فرمائے، اللہ یہیں اپنے گناہوں کا احساس نصیب فرمائے
تو قرآن کی پوری آیت ایک قانون بن کر آگئی۔ فرمایا اے میرے حبیب!
اس مجرم سے، خطا کا رستہ کہہ دیجئے *اقْبِرِ الْعَثَاوَةَ طَرَفِي النَّهَارِ وَزُلْفَا
قَرْنَ اللَّيْلِ (ہود ۱۱۳)*۔ کہ رات کے وقت بھی اور دن کے وقت بھی تو نماز پڑھا
کنہ پانچوں نمازوں کو ادا کر *اِنَّ الْحَسَنَاتِ يُذْهِبُنَ السَّيِّئَاتِ نِيكِيًا*
برائیوں کو دعوڑالتی ہیں، *ذَلِكَ ذِكْرِي لِلَّذِينَ هُمْ فِيهَا* یہ بات نصیحت
قبول کرنے والوں کے لئے بہت بڑی نصیحت ہے۔ دیکھا؟ فرمایا غلطی تو نے
کی۔ گھبرانے کی بات نہیں، میرے دروازے پر آیا تو میں کسی کو نا امید نہیں
چھوڑتا۔ یہ میں نہیں کرتا کہ میرے دروازے پر آئے تو میں دھتکار دوں۔ نہیں
میرے دروازے پر جو بھی آئے گا وہ خالی نہیں جائے گا، میں اس کو قبول
کرتا ہوں۔ میرا نام ریت کریم ہے۔ اگر میں تیرے گناہوں کو معاف نہ کرتا تو
پیدا کیوں کرتا؟ تجھ میں جو قوت و ولایت کی میں نے ہی کی، میں جانتا ہوں
تو کس پانی میں ہے۔ اس لئے خداوند قدوس نے میرے بزرگ جو قرآن میں
قانون مغفرت بیان فرمایا ہے وہ بہت بڑا وسیع ہے اور اسی کے سہارے
پر ہم جیسے گنہگار اللہ کی رحمت کے متمنی ہیں اور امید کرتے ہیں کہ اللہ
ہمارے گناہوں کو معاف فرمادیں گے۔

تو کسی بھی وقت رب العالمین یہ نہیں چاہتے کہ بندہ خدا سے کٹ جائے بلکہ
ہر وقت کے لئے ایسا نظام ہمارا بنا دیا، مالداروں کے لئے نظام بنا دیا کہ تیری
جیب سے پیسے نکلتے رہیں میرے نام پر۔ *وَفِي أَمْوَالِهِمْ حَقٌّ لِّلسَّائِلِ*

وَالْمُحْرَّمَاتِ (الذاریات ۱۹) تیسرے مال میں میرا نام چلتا رہے تاکہ تمھے اپنے مال پر گھمنڈ نہ ہو اور تو یہ سمجھ کہ میرے پاس یہ مال جو ہے یہ اللہ کا ہے۔ غریبوں کے لئے نظام بنا دیا تو میرے نام کی لذت سے شکرنا سا ہو جائے، تیسرے لئے رزق کا مسئلہ سارے کا سارا آسان ہو جائے گا۔ مزدوروں کے لئے نظام بنایا، سرمایہ داروں کے لئے بنایا، مزدوروں کے لئے بنایا، خواتین کے لئے بنایا، ساری انسانی کائنات کے لئے اللہ نے ایسے قوانین ارشاد فرمائے کہ جن پر چل کر انسان خدا سے کٹ نہیں سکتا اگر ذرا بھی محنت کرے۔

اس لئے فرمایا اِنِّیْ اَللّٰہُ مَرْجِعُکُمْ تم سب نے خدا کی طرف لوٹ کر آنا ہے، ایک وقت آئے گا کہ تم سب خدا کی طرف آؤ گے۔ مرضی سے آؤ، تب بھی تم نے آنا ہے، بلا مرضی کے آؤ، تب بھی تم نے آنا ہے۔ اِلَیْہِ تُرْجَعُوْنَ بھی آنا ہے دلیس (۸۳) کہ تم سب کے سب خدا کی طرف لوٹاؤ جاؤ گے۔ اس لئے بڑا پیارا جملہ ہے قرآن کا اِلَیْہِ تُرْجَعُوْنَ ہ تم اللہ کی طرف لوٹاؤ جاؤ گے۔ جہاں تک میرا ناقص خیال ہے، (اگر غلطی کہتا ہوں تو اللہ معاف فرمائیں) میں یہ سمجھتا ہوں کہ قرآن مجید میں جہاں پر اللہ کے باغیوں اور نافرمانوں کو خطاب فرمایا تو وہاں پر صیغہ ہے مجہول کا، اِلَیْہِ تُرْجَعُوْنَ ہ یا اِلَیْہِ تُرْجَعُوْنَ ہ (الانعام ۳۶) اللہ ہی کی طرف ہم کو لوٹا یا جائے گا، اللہ ہی کی طرف تم لوٹاؤ جاؤ گے۔ کیا مطلب؟ تمہارا دل تو نہیں کرتا کہ تم خدا کے قریب آؤ لیکن تمہیں میں کھینچ کر لے آؤں گا، تم مجھ سے کہاں بھاگ کر جاؤ گے؟ لیکن نیکو کاروں کے متعلق، اللہ کے نیک بندوں کے متعلق جہاں پر آنا ہے وہاں پر قرآن مجید میں آنا ہے کہ جب انسان پر مصیبت

آتی ہے تو کیا کہتا ہے؟ وَيَسِّرِ الشَّرِيْعَةَ ۝ الَّذِينَ إِذَا أَصَابَتْهُمُ مُصِيبَةٌ قَالُوا إِنَّا لِلَّهِ ذَا نَأْسٍ رَّاجِعُونَ ۝ (بقرہ ۱۵۵) (وہ لوگوں پر معلوم کا صیغہ ہے) کہ میرے ٹیکے ہنر سے، جب یہاں پر ٹیکہ آتی ہے تو کیا کہتے ہیں؟ کہ بھائی اس میں کوئی سیڑھی یا باجہ ہے؟ گھبرانے کی ضرورت ہی کیا ہے؟ اِنَّا لِلَّهِ، ہم تو سببہ اللہ ہی کے ہیں، ذَا نَأْسٍ رَّاجِعُونَ ۝ اور ہم نے اللہ ہی کی طرف لوٹ کر جانا ہے۔ یعنی یہی یقین ہے کہ ہم اللہ کی طرف جاؤں گے۔ یہیں اس میں خوشی ہے ہم جانتے ہیں ہم خدا کی طرف جاؤں گے۔ لیکن کافروں اور منافقوں کے لئے جہول کا صیغہ استعمال فرمایا کہ تم نہیں جانتے لیکن تم کو آنا ہی پڑے گا۔ تم کہاں جاؤ گے مجھ سے بھاگ کر؟ تمہیں ایک نہ ایک وقت میری طرف آنا ہی پڑے گا، بوٹا ہی پڑے گا۔

تو دونوں کو خطاب فرمایا اِلَى اللّٰهِ مَرْجِعُكُمْ اللّٰهُمَّ اِنَّا نَعُوْذُ بِكَ مِنْ اَنْ نَّكُوْنُ مِنَ الضَّالِّیْنَ ۝ (مائدہ ۱۷) (اور اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے تو اس پر بھی قادر ہے کہ ساری کائنات انسانی کو اپنی طرف لے آئے اور اللہ تعالیٰ لے جاتا ہے۔ اس لئے دنیا میں فنا کا قانون بنا دیا، اور قانونِ فنا کو اپنی نسبت بتایا كَلِمَاتٍ عَلَيَّهَا فَاِنْ ۝ وَيَسِّرِ لَكَ ذُو الْجَدَلِ وَالْاَكْسَرُ فَاِنَّ الْاَعْمَرَ وَيَكْفُرُ ۝ (الشُّرْحُ ۲۸) فرمایا فنا کرنا بھی میری نصرت ہے۔ ظالم کا فنا کرنا مظلوم کے لئے نصرت ہے، جابر کا فنا کرنا غریب کے لئے

نعمت سے کہ اور جیسے بھی دنیا سے لے جائیو بہت بڑی نعمت ہے جیسا کہ
 صوفیائے کرام کا قول ہے: **أَلَمْ تَرَ كَيْفَ جَعَلْنَا لِيُوسُفَ الْأُخْيَاطَ إِلَى الْغَيْبِ**۔
 موت ایک سہل چیز ہے جیسا کہ وہ فرماتا ہے جیسا کہ پہنچا دیتا ہے۔
 موت ایک سہل چیز ہے جو جیسا کہ، عاشق کو، انسان کو جیسا کہ یعنی رب العالمین
 پہنچا دیتا ہے۔ تو موت کو، فنا کو کیا فرمایا **فِي آيَةِ الْآخِرَةِ لَيَسِّرُهَا لِلَّذِينَ**
(الغائبين) اس میں اشکال ہوتا ہے کہ فنا کیسے نعمت ہے؟ فنا تو بہت بڑی
 نعمت ہے۔ بقا فنا کے ساتھ ہے۔ اگر فنا نہ ہو تو بقا بھی نہیں ہو سکتی۔

تو ارشاد فرمایا **وَهُوَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ** اسے میرے بندے! میں تمہارا رب
 ہوں اور میں ہر چیز پر قادر ہوں، انجام کار تو نے میری طرف اٹھو، تو پہنچے
 ہی میرے ساتھ تعلق قائم کر لے۔ تو میرے حکموں پر پورا عمل نہیں کر سکتا اس لئے
 میں نے قانون مغفرت بنا دیا ہے کہ تو مجھ سے اپنے گناہوں کی معافیاں مانگ
 میری طرف قدم اٹھا، جو تیری چھوٹی موٹی غلطیاں ہوں گی وہ میں معاف کر دوں گا
 تو بے ساختہ، تو میں سارے گناہوں کو معاف کر دوں گا۔

صَحَابَةُ كَرَامٍ رَفَعُوا إِلَى اللَّهِ تَعَالَى اعْتِهَامَ اپنے رب سے اس وقت تک شریک تھے
 کہ استغناء کرنے وقت، غسل خانے میں جاتے وقت، پیشاب کرنے وقت، اپنے
 بدنوں کو ڈھانپ لیا کرتے تھے تاکہ کوئی اپنا بدن بھی خود نہ دیکھ سکے، اپنا بدن
 اپنے آپ کو بھی نظر نہ آئے۔ اس وقت تک جیسا کرتے تھے، اس حد تک نظر ملتے تھے
رَبِّ الْعَالَمِينَ سے۔ اکثر مشرکین نے یہ قول اگلی آیت **فَهَاكَ** کے نشان نزول میں
 بیان فرمایا ہے جیسا کہ بخاری شریف میں ہے۔

تو قرآن مجید نے ان کو حکم فرمایا کہ رب العالمین سے معافیاں مانگنے کا یہ
 مطلب نہیں ہے کہ تم اپنے آپ کو اس قدر تکلیفوں میں ڈال دو، لَا يَكْفِيكَ اللَّهُ
 نَفْسًا إِلَّا مِمَّا أَشْرَطَ وَالْإِطْلَاقُ يَكْفِيكَ اللَّهُ نَفْسًا إِلَّا وَسَعْفًا (بقرة ص ۱۸۶)
 رب العالمین کسی بھی جی کو اتنی تکلیف نہیں دیتے کہ جو وہ برداشت نہ کر سکے۔
 ایک صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما ان کا اسم گرامی زینب ہے۔ میرا حافظہ ٹھیک
 ہے تو زینب ہی ہے یا کوئی اور نام ہو گا، حضور کی رشتہ دار ہیں، حضور ان کے
 گھر تشریف لے گئے تو دیکھا کہ چپٹ کے ساتھ ایک رسی باندھی ہوئی تھی۔ پوچھا
 حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے "یہ کیوں ٹوٹنے باندھی؟" عرض کی "اللہ کے نبی!
 رات کو کھڑے ہو کر اللہ کی عبادت کرتی ہوں اگر نیند آجائے تو میں نے یہ جیلہ بنایا
 ہے۔" لڑکی کہہ رہی ہے، حضور رسول اللہ کی ایک خادمہ کہہ رہی ہے مسلمان
 بچی کہہ رہی ہے۔ (اللہ تعالیٰ ہماری بچیوں کو بھی پارسائی نصیب فرمائے) اس
 دور کے بے حیائی نظام سے اور آج کل جو بین ربط ہے، ہم جس طرف جا رہے ہیں
 یہ ہمارے اپنے اعمال ہیں، ہمیں جبراً کوئی نہیں بنا سکتا، اگر ہمارے اپنے اعمال
 ٹھیک ہوں تو وہ کونسی طاقت ہے جو ہمیں جبراً خدا سے باغی کر سکے۔ مسلمان
 اگر اللہ سے باغی نہ ہو جائے تو ہر جگہ خداوندِ قدوس کو یاد کر سکتا ہے۔ ہر جگہ۔
 جہاں بھی چاہے اللہ کو یاد کر سکتا ہے۔ رب العالمین نے عابدین کے لئے ایسے
 نظام بناوئے کرٹے سے بڑے جابر انسان بھی عابدین کے سامنے جھک جاتے
 ہیں۔ اللہ تعالیٰ عابدین کو کبھی بھی ذلیل نہیں کرتے۔ إِنَّ فِي هَذَا لَبَلَاغًا لِّقَوْمٍ

عَبْدِينَ ۝ (الانبیاء ص ۱۰۶)

تو حضور انور نے پوچھا (صلی اللہ علیہ وسلم نے) کہ "تو نے یہ کیوں رستی باندھی؟" عرض کی "اللہ کے نبی! صلی اللہ تعالیٰ علیک وسلم! میں رات کو عبادت کرتی ہوں۔ مجھے جب نیند آتی ہے تو پھر میں نے یہ ایک طریقہ سوچا ہے کہ اپنے سر کے بالوں کو اس رستی کے ساتھ باندھ دیجی ہوں تاکہ مجھے نیند نہ آئے جھک نہ سکوں، مگر نہ جاؤں۔" اب تو چھاری بچیوں نے بال ہی منڈا ڈالے، باندھیں گی کیا؟ بال ہی ختم کر دئے۔

بچپن میں جب ہم ہوتے تھے تو جب کوئی گالی دیتا تھا بھلا بال نس داب تو گالیاں بھی ایسی ہی ہیں جو انسائیکلو پیڈیا میں بھی کہیں نہیں ہیں، اتنا تم منہ سے نکالتے ہیں رو بد میرے بزرگو، اللہ تم سب کو زبان کی پاکیزگی نصیب فرمائے۔ مسلمان کی زبان پاک ہونی چاہیے۔ رات کو کیبلیور میں درس حدیث میں گذرا، جو ہم مذاق میرے بزرگو! ایک دوسرے کو گالیاں دے دیتے ہیں، لاڈ کے ساتھ، ناز کے ساتھ، یہ سب عند اللہ حرم

ہیں مَا يَلْفُظُ مِنْ قَوْلٍ إِلَّا لَدَيْهِ رَقِيبٌ عَتِيدٌ (قصہ)۔ زبان کا گندہ یہ بھی خدا کے ہاں ایک جرم ہے۔ اب تو گالیوں کی بھی ایسی قسمیں بن گئی ہیں کہ میں نے ابھی عرض کیا کہ یہ کسی لغت میں نہیں ملتیں۔ چھوٹی عمر کے منہ سے گالیاں آپ سنتے رہتے ہیں، ہمیشہ سنتے ہوں گے، اللہ تعالیٰ ان بو نہوں کو صابحت عطا فرمائے، زبانوں کو رب العالمین احاطے میں لے آئے تاکہ زبان اللہ کے کنٹرول میں رہے اور منہ سے بک بکا کی صورت نہ نکلے۔ دیکھئے گلی میں جاؤں آپ، بچے جب آپس میں لڑتے ہیں، چھوٹے چھوٹے بچے،

کہتے ہیں، وہ منہ سے مرزا لفظ گالیاں نکالتے ہیں تو بڑی عجیب قسم کی ہوتی ہیں۔
 بڑوں کی گالیاں، لالہ کی گالیاں، اسپے ٹھٹھے والوں کی گالیاں، پھر ہمارے
 بعض دوست ٹیلیفونوں پر جب ایک دوسرے کے ساتھ کسی ضروری بات
 کا بھی موقع ہو پہلے ایک دوسرے کو کھینچ کر اپنی زبان کے چٹکارے سے لے
 دو تین گالیاں یہ دیکھ دیتے ہیں دو تین گالیاں اور دیکھ دیتے ہیں اس کے
 بعد کام کی بات ہوتی ہے۔ گویا یہ گالیاں ہمارا مقدمہ ہوتا ہے، جملہ
 اثنا حیر ہوتا ہے، اس وقت یہ "نور بانہ من ذالک" الموعت لایکون
 بزیا۔۔۔ امام الانبیاء فرماتے ہیں "صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم" کہ
 مومن بزدلی نہیں ہو سکتا۔ بزدلی کا معنی؟ یا وہ گویا ہو وہ گویا جس کے
 منہ سے بے فائدہ قسم کے کلمات نکلتے رہیں۔ تو حضور برائے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم
 نے اس سے پوچھا کہ "تو نے یہ رستی کیوں باندھی ہے؟" تو وہ عرض کرتی ہے
 "اللہ کے نبی! میں نے یہ رستی اس لئے باندھی ہے کہ میں جب راستہ کو تھک
 جاؤں تو گرنے سے اپنے آپ کو بچانے کے لئے اور تاکہ فریاد مجھ پر غالب نہ
 ہو سکے، میں نے یہ بال باندھنے کے لئے یہ رستی لٹکار رکھی ہے۔
 تو بات بالوں پر چلی تھی میں عرض یہ کر رہا تھا کہ آج ہمارے بچوں کی
 اکثریت ایسی ہے کہ وہ بال کٹا دیتی ہیں۔ اس پر میں یہ عرض کر رہا تھا کہ
 بچپن میں کبھی ہم سنا کرتے تھے کہ جب کوئی مرد کسی عورت کو تنبیہ کے ساتھ
 کوئی بات کہنا چاہتا تھا تو سب سے بڑی تنبیہ کی جو بولی ہوتی تھی وہ یہ
 ہوتی تھی "او ہر منیے کبیرہ رچی کرنی ایں؟" او ہر منیے۔ تو ہم نے

ہمارے زمانے میں بچپن میں گالی تھتی اور اب ہماری ثقافت کا بہت بڑا حصہ
 بن گیا ہے اللہ ان عیبوں سے ہمیں محفوظ رکھے اور جو بچیاں ہماری غلطیوں
 میں مرتکب ہیں اللہ تعالیٰ ان کی غلطیوں کو دور فرمائے۔ بچیاں بھی ہوں گی
 سُن نہیں سے میری بچپن اور میری بہنوں اور ماؤں! عورتوں اپنا بدن کسی کو
 نہیں دکھا سکتی۔ ہمارے بال ہمارے حجام بھائی کاٹتے ہیں ہماری بچیوں
 کی گردنوں پر وہ ہاتھ پھیرتے ہیں (نیت بد نیتی کا سوال ہی نہیں ہے،
 نیت کیا بلا ہوتی ہے؟ نیت بد نیتی، نیت بد نیتی لٹے پھرتے ہیں)۔
 گناہ میں کیا نیت بد نیتی؟ اب ایک گناہ ہے، اُس میں بد نیتی کا کیا سوال؟
 ایک آدمی کسی کا کوٹ اتار رہا ہے کہ بھائی میں تیرا کوٹ اتار رہا ہوں نیک
 نیتی کے ساتھ، مجھے سردی لگ رہی ہے یہ مجھ سے دو، آپ اس کو
 اتارنے دیں گے؟ اُس کی نیت تو ٹھیک ہے، سردی ہے اور آپ کے
 پاس بہت بڑا چپٹر ہے، آپ اُسے دے دیں نا، وہ اچھی نیت کے ساتھ
 اتار رہا ہے۔ آپ یہی کہیں گے کہ بھائی تیری نیت کو کیا کروں مجھے سرد
 سردی لگ رہی ہے اُسے بے وقت مجھے سردی میں مارنے ہو؟ تو نیت
 کا سوال نہیں ہے، اللہ نے جو قانون بنا دیا، نا جائز نا جائز ہے، جائز جائز
 ہے۔ آج ہماری بچیوں کے وجود کو کون نہیں دیکھتا؟ (میں شکہ نہیں کر رہا
 کسی کی غیبت نہیں کر رہا، میں بات کر رہا ہوں) ڈاکٹر ہماری بچیوں کے بدن
 کو دیکھتے ہیں، معمولی معمولی بیماریوں پر مصالح صدر لگائے جاتے ہیں، آلات
 لگائے جاتے ہیں، بازوؤں پر آلات باندھے جاتے ہیں، خون ٹیسٹ کرنے کے لئے

رگوں پر ہاتھ پھیرے جاتے ہیں، درزی ہماری بچٹیوں کے بدن کو ناپتا ہے (اللہ
 ہمیں شرم و حیا نصیب فرمائے) ہماری بچٹیوں کے بدنوں کی ساخت ناپی جاتی
 ہے۔ بچٹیاں خود جاتی ہیں۔ ٹانگیں ناپی جاتی ہیں، بازو ناپے جاتے

ہیں تاکہ لباس بدن پر فٹ آسے، چست لباس۔ اب بتاؤ میاں اس میں شرم
 باقی رہ جاتا ہے، یہ لباس ہے یا بے لباسی ہے؟

فرمایا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے رَبِّكَ كَاتِبٌ فِي الدُّنْيَا عَارِيَةً فِي
 الْآخِرَةِ ط بہت سی وہ عورتیں جو دنیا میں اپنے آپ کو لباس میں سمجھتی ہیں وہ قیامت
 کے دن ننگی نظر آئیں گی۔ یہ سمجھتی ہیں کہ ہم لباس میں ہیں، قیامت میں یہ ننگی ہو جائیں گی،
 خداوند تعالیٰ کے حضور ان کو ننگا کر دیا جائے گا، ان کو میدانِ حشر میں ننگا ہونے کی سزا
 ملے گی جنہوں نے دنیا میں ایسے لباس استعمال کئے جن لباسوں کی وجہ سے بدن
 ڈھکا یا چھپا نہیں بلکہ ننگا ہو گیا میں عرض یہ کر رہا تھا کہ آج ہماری بچٹیوں کے وجود
 کو کون نہیں دیکھتا؟ اور جو کسر رہ جاتی ہے وہ پھر ہمارے اخبار میں آ جاتی ہے
 (سبحان اللہ) کسی محفل میں، کسی فنکشن میں، کسی اجتماع میں پندرہ بیس آدمیوں
 نے دیکھا کسی بچی کو لیکن جب اخبار میں وہ فوٹو آ جاتا ہے تو پھر ساری دنیا کے لوگ
 دیکھ لیتے ہیں کہ یہ فلاں "حضرت صیاحب" کھڑے ہیں، یہ فلاں "بگم صاحبہ" کھڑی
 ہیں۔ (اللہ تعالیٰ شرم و حیا نصیب فرمائے) اس میں کیا فائدہ ہے؟ نہ قوم کا
 فائدہ، نہ ملک کا فائدہ، نہ دین کا فائدہ، نہ تہذیب کا فائدہ، نہ تمدن کا فائدہ
 جہاں کچھ فائدہ ہو تو چلو تھوڑی دیر کے لئے شہرِ قلیل کو خیر کثیر کے لئے اگر
 استعمال کیا جائے تو فقہاء نے ایک قاعدہ بنایا ہے کہ شہرِ قلیل اختیار کر سکتے

تم خیر کثیر کے لئے۔ اگر وہاں تمہیں یہ خیال ہو کہ اس کام کے کرنے سے مجھے
 تقویٰ ہی سی کلفت تو ہوگی، کچھ تقویٰ ہی سی بد نظمی ہوگی لیکن اس سے خیر کثیر
 حاصل ہو جائے گی جیسا کہ جب نیا نیا پاکستان بنا تھا تو محمد علی جناح کے متعلق
 لوگوں نے بڑا پروپیگنڈا کیا غیر ممالک میں، خصوصاً اسلامی ممالک میں، کہ یہ بے دین ہے
 اور مسلمان نہیں ہے، یہ ہے وہ ہے، تو اس زمانے میں جو پہلی نماز عید ہوئی تو مولانا
 شبیر احمد عثمانی رحمۃ اللہ علیہ نے نماز عید پڑھائی تو محمد علی جناح صنف میں بالکل اُن
 کے پیچھے کھڑے تھے، پھر فوٹو لٹے گئے، اخباروں میں چھپے اور باہر بھیجے گئے، لوگوں
 کو یقین ہو گیا کہ محمد علی جناح مسلمان ہیں اور دیکھئے مولانا شبیر احمد عثمانی آگے کھڑے
 ہیں اور یہ اُن کے پیچھے نماز عید ادا کر رہے ہیں۔ تو چلو یہ شہر قلیل تھی وہاں بھی لیکن
 وہ شہر قلیل خیر کثیر کے لئے کہ وہ جو پاکستان کے خلاف ایک پروپیگنڈا تھا اس کے
 لئے وہ دور کر دیا گیا۔ یا کوئی اور ایسی بات ہو۔ یہ کیا ہے؟ کہ جس اخبار کو اٹھاؤ وہ
 فوٹوؤں سے بھرا ہوتا ہے جیسا کہ پاسپورٹوں کے دفتر بنے پھر رہے ہیں۔ اللہ نہیں
 سب کو شرم و حیا نصیب فرمائے۔

میں صحابہ کے متعلق عرض کر رہا تھا کہ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم ابتدائی زندگی
 میں اللہ تعالیٰ سے شرم و حیا کے بعد اپنے آپ سے بھی شرم و حیا کرتے تھے۔
 اور شرم و حیا ایماندار کا ایک وصف ہے۔ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا
 الْإِيمَانُ بِضْعٌ وَسِتْعُونَ شُعْبَةً إِيْمَانٌ كِي كُفْحٌ أَوْ بَرَسْتَر شَاخِيں مِيں۔ ایمان ایک
 بیج ہے جب یہ مسلمان کے دل میں پھوٹتا ہے، بیج اگتا ہے تو پھر یہ شاخیں نکالتا
 ہے۔ بیج اگنے کی علامت کیا ہے؟ کچھ اور پستر شاخیں ہیں فَأَفْضَلُهُا قَوْلُ لَا إِلَهَ

إلا الله سب سے بڑی شہادت کیا ہے؟ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ سب سے بڑی شہادت
کا پڑھنا، پھر وہ اپنی زبان سے کہے گا ذکر بہت زیادہ کرتا ہے۔

جو دوست کلے پڑھتے ہیں، ذکر کرتے ہیں، مجالس ذکر میں شریک ہوتے ہیں، اس

حدیث میں کیا فرمایا ہے قَدْ فَضَّلْنَا قَوْلَ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ سب سے بڑی شہادت

انہاں کے بیچ کے آگے کے بعد کون سی شہادت نکلے گی؟ بڑی شہادت، افضل، بہتر

شہادت وہ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ ہے اس لئے تمام سلاسلِ حقہ کے شیوخ اپنے مریدوں کو

سب سے پہلے سبق تلقین کرتے ہیں وہ نفی اثبات کا سبق ہوتا ہے وہ کیا ہے؟

لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ یہ جو ضربیں لگائی جاتی ہیں یہ بدعت نہیں ہیں۔ ان کو کس نے

بدعت کہا؟ اللہ تعالیٰ نہیں سمجھ نصیب فرمائے۔ نہ بدعت پہنچاتے ہیں نہ سنت

پہنچاتے ہیں، جو بات مزاج کے خلاف ہو اسے کہہ دیا بدعت ہے۔ وہ ہم جب

پڑھا کرتے تھے بچپن میں دینی مدارس میں تو طالعہ علموں کے ہاں ایک بائبل

مشہور تھی کہ بھائی پڑھنے کے بعد اگر خدا شہادت نامہ ہوئے تو کیا کیا جائے

گا؟ تو ہم میں مشہور یہ ایک مقولہ تھا (طالعہ علمی کے زمانے کی باتیں ہوتی

ہیں) کہ بھائی جو کوئی پوچھے گا تو کہہ دینا کہ اس میں اختلاف ہے۔ جو کون سی

بات کہتے ہیں میں اختلاف نہیں ہے؟ جو مسئلہ آتا ہو تو کہہ دیں اس میں

اختلاف ہے۔ سو ہمارا حال ہے۔ پھر یہ کہ جو گناہ ہر وقت باوجود رہتا،

تسبیحوں کا استعمال کرنا، محرمات سے چھٹنے کی کوشش کرنا، ریت العالمین کے

سامنے سر بسجود ہو جانا اور اللہ کے ذکر میں سرشار نہ ہونا، یہ کوئی آسان باتیں

گھڑی ہیں؟ ذَلِكُمْ فَضْلُ اللَّهِ يُؤْتِيهِ مَنْ يَشَاءُ وَجَسَدٌ

قبول کرے اُسے قبول کرتا ہے، ہمت دیتا ہے، ویسے ہی یہ کوئی آسان بات نہیں
 شیطان ہمیشہ نوافل پر پہلے حملہ کرتا ہے پھر فرائض سے روکتا ہے، پہلے
 نفلوں سے روکتا ہے، اس لئے تصوف کے خلاف پہلے لکھائے گا کہ تصوف
 میں کیا رکھا ہے؟ کیا ہے تصوف؟ یہ تزکیہ نہیں ہے؟ محمد رسول اللہ صلی اللہ
 علیہ وسلم کی تین صفات نہیں ہیں؟ کتنے ہیں مناصب نبوت (۱) یَسْتَلُوا عَلَيْهِمْ
 اٰیٰتِہٖ (بقسط ۱۲۹) تلاوت آیات الہیہ (۲) وَیُعَلِّمُهُمُ الْکِتٰبَ وَ الْحِکْمَۃَ
 تعلیم کتاب اور دین کی سمجھ کی تعلیم (۳) دَیُّوْا کَیْہِمۡ اُوْر تَزِکِّیۡہِمۡ بِطٰنٍ۔ یہ تزکیہ
 باطن کیا ہے؟ تزکیہ باطن یہی ہے جس کی تشریح فرمائی جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ
 علیہ وسلم نے تَعْبُدُ اللّٰہَ کَاَنَّکَ تَرٰہُ۔ تو اللہ کی اس طرح عبادت کر گویا
 تو خدا کو دیکھ رہا ہے فَاِنْ لَمْ تَرَکُنۡ تَرٰہُ فَاِنَّ یَوۡمَہٗا اَکْبَرُ اِنْ تَرَہٗ فَاِنَّہٗ
 سکتا، خدا تجھے دیکھ رہا ہے۔ تو یہ پھر پہلے کس طرح شروع کیا جاتا ہے؟ پہلے
 زبان سے شروع کرتے ہیں۔ سارے کاموں کا منبع کیا چیز ہے؟ پہلا دروازہ
 کیا ہے؟ منہ۔ یہ جو ہمارے بدن میں خون بنتا ہے، طاقت آتی ہے،
 کس سے آتی ہے؟ خوراک سے۔ خوراک کہاں سے داخل کرتے ہیں؟ منہ سے
 اسی طرح دل میں جو نور پیدا ہوتا ہے وہ اللہ کے ذکر سے، ذکر کہاں سے چلے گا؟
 زبان سے۔ ذکر لسانی بنیاد ہے۔ اسی لئے حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ جو
 ہمارے عقیدے کے مطابق قطب الارشاد ہیں (مولانا رشید احمد گنگوہی
 رحمۃ اللہ علیہ) خاندان قدسیہ کے چہشم و چراغ، ان کے متعلق میں نے پڑھا
 ہے آپ کے حالات میں کہ آخر عمر میں بھی جب آپ سلوک کے سارے مدارج

طے کر چکے تھے ذکر لسانی ہوتا ہے ویسے باسٹھیل بڑی سب سے ہیں کیا پتہ ان
 باتوں کا اللہ مجھے آپ کو نیکوں کی جوتیوں میں بیٹھنے کی توفیق عطا فرمائے
 تو کسی شیخ کے ہاں سبب انسان جاتا ہے تو تمام سلسل میں سب سے پہلے
 ذکر لسانی کر لیتے ہیں لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ اور اس کے بعد پھر باقی کے درجات
 لفظی طور پر سمجھو وغیرہ ہیں۔ تو حضرت قطب الارشاد و گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ سے
 روز بروز طے کر چکے تھے وہ تو دیوانہ کی طرح شیخ تھے لیکن آخر زمانے تک
 حضرت کا یہ دستور تھا کہ سحر ہی کو سبب چاہتے تھے تو دیکھی آواز کے ساتھ
 ذکر پا لیا کرتے تھے لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ یعنی آخر تک اس ذکر کو نہیں چھوڑا اور

یہ چھوڑ چکے ہیں یہ کوئی مسلمان اللہ کے نام کو چھوڑ سکتا ہے ؟

تو فرمایا اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَ عَلٰى اٰلِ سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ سَبَّحْتَ بِنُورِ شَاطِئِ
 حَبِيبِ قَلْبِ دَلِّ فِي الْاِيْمَانِ كَانِيحًا اُكُّ نُرْسِيْ كَا تُوْجُوْهُ قَهْرِيْ زَبَانِ بِرْ كِيَا زِيَادَه
 اُسے گا لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ تمہاری زبان پھر میرا نام زیادہ لے گی۔ ماسوا کی نفی
 کرے گی اور پھر کرتے کرتے کرتے بھر توحید میں غوطے کھائے گی
 پھر ہر قبوں میں اُسے گی، مکاشفوں میں اُسے گی۔ پھر وہ یقین کرے گی۔
 وَ اٰتَيْنَا تُوْجُوْا فَا تَمَّ وَجْهُ الْبُرْجِ دَبْقَرَهٗ عَشِيْرَهٗ جَدِيْرَهٗ بِيْرَهٗ اُوْسِرَهٗ هٰى
 کی ڈاستا ہو جو وہ ہے۔ پھر تمہیں مقام شہود حاصل ہو جائے گا پھر تم اللہ

کو اپنے سلسلے پاؤ گے اللہ کو پڑھنا سب کو نصیب فرمائیں

تو فرمایا اَذْنَابًا صَاطِئَةً اَلَا ذٰى عَنِ الطَّرِيقِ — اور اسی ایمان
 کا چھوڑنا ساشعبہ کیا ہے ؟ راستہ سے روکنے والی چیزوں کو ہٹا دینا۔

اور آگے چل کر فرمایا۔ وَالْحَيَاةُ شُعْبَةٌ مِنَ الْإِيمَانِ اور حیا ایمان کا بہت بڑا شعبہ ہے حیا ایمان کی بہت بڑی شہنی ہے۔ حیا ایمان کی بہت بڑی شاخ ہے۔ اور ایک حدیث میں فرمایا حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جتنے نبی پہلے گزرے ہیں سب نبیوں کی تعلیمات میں سے ایک بات یقینی طور پر باقی ہے جس پر سب نبیوں کی تعلیم متفقہ ہے، سب نبیوں نے اتفاق کیا اس کے کہنے پر سب نبیوں کی تعلیم کا جو مجمع الیہ ہے وہ کیا ہے؟ (مشکوٰۃ کی حدیث ہے) إِذَا لَمْ تَسْتَمِرْ فَأَصْنَعْ مَا مَشِئْتَ۔۔۔ جب تجھ میں حیا باقی نہیں ہے تو پھر جو مرہنی ہے کرتا پھر۔ سب نبیوں نے کہا کہ برائی سے روکنے والی کونسی چیز ہے؟ حیا۔ جب حیا کو چھینی دیدی تو پھر کیا ہے؟ پھر جو مرہنی ہے کرتا رہ۔ حیا میرے بزرگ و شُعْبَةٌ مِنَ الْإِيمَانِ ہے۔

صحابہ کرام نے جب ایمان قبول کیا کیونکہ یہ نئی سورت ہے (مکہ مکرمہ میں منافق نہیں تھے، منافق مدینہ منورہ میں پیدا ہوئے، یہودی وغیرہ پھر منافق بنے اس لئے میں نے امام بخاری کے قول کو ترجیح دی کہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ اس کی تفسیر میں یہی فرماتے ہیں، انہوں نے قول نقل کئے ہیں کہ یہ آیت ان صحابہ کرام کے حق میں ہے جو ایمان لانے کے بعد حیا ناک بن گئے اور مسلمان ایمان لانے کے بعد پھر حیا ناک بن جاتا ہے، پھر خدا سے شرماتا ہے، پھر اپنے ماں باپ سے شرماتا ہے، اپنے استاد سے شرماتا ہے، بیوی خاوند سے شرماتی ہے، خاوند بیوی سے شرماتا ہے

عائشہ صدیقہ فرماتی ہیں (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) مجھے خدا کی قسم سے
کہ محمد رسول اللہ کا بدن میں نے نہیں دیکھا، میرا بدن حضور نے نہیں دیکھا
(صحیح حدیث ہے) وہ بدن اطہر میاں بیوی ہیں دونوں اور بے حد پیار سے
آپس میں رہے باتیں دین ہیں) حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک دفعہ پانی
مانگا، عائشہ صدیقہ نے پانی پیالے سے پیا، وہی پانی حضور نے نوش فرمایا
تو جہاں سے جس جگہ پیالے کے کنارے کی جس جگہ پر حضرت عائشہ صدیقہ
نے منہ رکھا تھا امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا منہ مبارک اسی
جگہ پر رکھ کر پانی پیا۔ میاں بیوی میں محبت کا ہوتا یہ اسلام ہے، ہم اس کے
خلاف نہیں ہیں، لیکن ہم اس چیز کے خلاف ہیں کہ اپنے خاوندوں کے بغیر
اپنی بیویوں کے بغیر دوسروں کے ساتھ ربط اور ملنا جلنا (خواہ کسی بھی
نیت سے ہو) یہ عند اللہ حرم عظیم ہے۔ قرآن مجید نے فرمایا **لَبَاسًا**
لَّكُمْ وَآسْتُمْ لِبَاسًا لَّهُمْ (بقرة ۱۸) میاں بیوی کا لباس، بیوی میاں کا
لباس۔ اور قرآن نے پرہیزگاروں کو عاسکھائی پرہیزگار مردوں کو، پرہیزگار
عورتوں کو **وَالَّذِينَ يَقُولُونَ رَبَّنَا هَبْ لَنَا مِنْ أَزْوَاجِنَا ذُرِّيَّتَنَا قُرَّةَ**
أَعْيُنٍ وَاجْعَلْنَا لِلْمُتَّقِينَ إِمَامًا (الفرقان ۷۴) اللہ مجھے آپ کو اس عادت
کا پابند فرمائے کہ جب اپنے بیوی بچوں کو دیکھیں تو کیا کہتے ہیں؟ اے میرے
اللہ! میری بیوی، میرے بچے ایسے میری نظر میں بنا دے کہ ان کو دیکھ کر
میری آنکھیں ٹھنڈی ہو جائیں۔ **وَاجْعَلْنَا لِلْمُتَّقِينَ إِمَامًا** ہمیں
پرہیزگاروں کا امام بنا۔ (سبحان اللہ)۔ اللہ مجھے آپ کو تہجد پر اٹھنے کی توفیق

عطا فرمائے۔ بھائی کیا خیال ہے جناب کا اس گھر میں کہ میں گھر میں سحری کو میاں بھی جاگے، بیوی بھی جاگے، حضور فرماتے ہیں کہ سحری کے وقت اللہ اس میاں بیوی پر رحمت نازل کرتے ہیں جب بیوی پہلے جاگ پڑے کبھی اور خاوند ابھی سویا ہو، تہجد کے لئے، تو بیوی اپنے ہاتھ میں پانی لے اور اپنے خاوند کے چہرے پر چھینٹا مارے۔ آج کل گرم پانی کے ساتھ ماریں، ٹھنڈے کے ساتھ ماریں، نرکام کے دن ہیں، کہیں اور مصیبت بن جائے، مجھے بد دعا دیتے پھرو، اگر مانا ہی ہے تو ذرا پانی گرم ہونا چاہئے۔ تاکہ وہ جاگ پڑے اور کہے کہ اٹھو جی بابو صاحب! مولوی صاحب! قاضی صاحب! حضرت صاحب! اٹھو تہجد کی نماز پڑھیں۔ بیوی سو رہی ہے، خاوند جاگ پڑا ہے۔ اب بیوی کو اٹھانے کے لئے خاوند چھینٹا مارے۔ پانی کا اشارہ کیا ہے کیونکہ وضو کرے گا، مطلب یہ ہے، خواہ مخواہ پانی تو نہیں لے گا، وضو کرے گا۔ وضو کیا میاں نے، لوٹا اوٹا کھڑا کیا، بیوی نہیں جاگی، لیکن پھر اب جگنا چاہتا ہے تو پانی کے چھینٹے مارے لیکن ذرا دور ہو کر مارے، چھینٹے مارے پانی کے، بیوی جاگ پڑی، اور فرمایا کہ اٹھ میری بیوی، اٹھ اللہ کے سامنے تو بھی سجدہ کر، میں بھی سجدہ کروں، پھر دو نوا اپنے دامن کو خدا کے سامنے پھیلا دیں تاکہ ہماری اولاد پر خدا اپنے رحم و کرم کی بارش کر دے، پھر گھر میں برکت آئے گی یا بے برکتی آئے گی؟ بیوی کو پتہ نہیں خاوند صاحب رات کو کہاں رہے، خاوند کو پتہ نہیں بیگم صاحبہ کون سے کلب میں رات کو رہی ہیں تو پھر بتاؤ اس گھر میں برکت

آئے گی کہ بے برکتی آئے گی؟ ہم یہ جو باتیں کرتے رہتے ہیں وہ دوسے کرتے
 ہیں (اللہ تعالیٰ ہمارے اور بیماری پکھیلوں کے گناہوں کو معاف فرمادے
 اور ہمیں اللہ تعالیٰ محمد رسول اللہ کی سنت کی پیروی نصیب فرمائے)
 تو ارشاد فرمایا (اِذَا لِمَ تَسْتَسْتَمِرُّ فَاَصْنَعْ مَا شِئْتَ) جب تم میں حیا
 نہیں ہے تو جو مرضی ہے کرتا پھر۔ تو حیا ایمان کا شعبہ ہے۔ صحابہ کرام
 رضی اللہ عنہم جب مکہ مکرمہ میں مسلمان ہوئے تو وہ اپنے بدنوں کو ڈھانپتے
 تھے تو خدا نے فرمایا، نہیں، ابن باتوں کی کوئی ضرورت نہیں ہے، میں
 تمہارے سینوں کی باتوں کو بھی جانتا ہوں۔ تکلیف مالا یطاق میں نہیں دیتا
 میں بندوں پر وہ تکلیف ڈالتا ہوں جو تکلیف وہ برداشت کر سکیں۔ تو
 اس سلسلے میں ارشاد فرمایا، اَلَا يَادُرُ كَهْوِ مِيرَ كَيْ بِنْدُو اَلْمَمْرُءِ يُوْكَ
 يَتَنُوْنَ صَدْرَهُمْ، دوسرا کرتے ہیں اپنے سینوں کو لِيَسْتَفْخُوْا بَيْنَهُ
 تا کہ جو پائیں اپنے آپ کو اللہ تعالیٰ سے اَلَا يَنْ يَسْتَفْخُوْنَ شِجَاهَهُمْ
 یاد ہے جب یہ اپنے کپڑے ڈھانپتے ہیں يَسْلَمُوْا مَا يُسْرُوْنَ وَمَا يُعْلِنُوْنَ
 اللہ جانتا ہے جو یہ پوشیدہ کرتے ہیں اللہ جانتا ہے جو یہ سامنے کرتے ہیں۔
 اِنَّهُ عَلِيْمٌ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ اور اللہ تو (عملوں کو چھوڑ دیکھے) اللہ تو
 جانتا ہے سینے کے رازوں کو بھی۔ عمل تو لوگوں کی بات ہے۔ اللہ مجھے آپ کو
 عمل کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔



تیسرا اور سب سے بڑا قرآن مجید

منقولہ ماہر شوال المکرم

اس درس میں مندرجہ ذیل علمی اور دینی فوائد آئے ہیں

- ۱۔ نبی پیادہ کے مقابل زیادہ تر امراء ہوتے ہیں۔
- ۲۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی بعض بشری خصوصیات
- ۳۔ علماء اسلام کے علمی کارنامے
- ۴۔ باری اللہ تعالیٰ ہی دیتا ہے
- ۵۔ ہمارے جنازہ سے شیت کو فائدہ ملتا ہے

مفتی اعظم

سورۃ ہود

أَعُوذُ بِاللَّهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ
 وَمَا مِنْ دَابَّةٍ فِي الْأَرْضِ إِلَّا عَلَى اللَّهِ رِزْقُهَا وَيَعْلَمُ مُسْتَقَرَّهَا
 وَمُسْتَوْدَعَهَا كُلٌّ فِي كِتَابٍ مُبِينٍ ۝ صدق الله العظيم
 میرے محترم بھائیو اور بزرگو! الحمد للہ آج پھر ہم اسی کی توفیق اور اسی
 کی رحمت کے ساتھ اسی کی کتاب پڑھنے اور پڑھانے کے لئے اکٹھے ہو
 گئے ہیں، اللہ تعالیٰ عمل کی توفیق عطا فرمائیں۔

وقت زیادہ گزر چکا ہے اس لئے تمہید مختصر ہی کرنے کے بعد اصل مقصود
 کی طرف میں اپنی توجہ کرتا ہوں۔ ارشاد فرمایا وَمَا مِنْ دَابَّةٍ فِي الْأَرْضِ
 إِلَّا عَلَى اللَّهِ رِزْقُهَا۔ کوئی بھی دابہ (چلنے والا) ایسا نہیں زمین میں مگر اس
 کا رزق اللہ کے ذمے ہے، اللہ کی اپنی رحمت کے ساتھ۔ جیسا کہ سورت ہود
 کی تمہید میں عرض کیا جا چکا ہے، سورت ہود میں اللہ تعالیٰ نے انبیاء
 عَلَيْهِمُ السَّلَاةُ وَالْقِسْطِمْ کی دعوت اور ان کی امتوں کا جو مقابلہ ہوا اس کو

بیان فرمایا پھر امتوں کا جو برا انجام ہوا اس کو بھی اللہ تعالیٰ نے بیان فرمایا۔
 میرے بزرگوار انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ انسانوں کا جو
 مقابلہ ہوتا ہے اس کی اصل اساس اور بنیاد یہ رشتہ کا مسئلہ ہوتا ہے۔ آپ
 قرآن مجید کی سورت ہو وہی میں دیکھ لیجئے۔ حضرت نوح علیہ الصلوٰۃ والسلام
 نے جب قوم کے سامنے دعوت پیش فرمائی، ان کو توحید کی دعوت دی
 اللہ پر ایمان لانے کی دعوت دی، تو انہوں نے جو جواب میں کہا اس میں
 جواب کا حصہ یہ بھی ہے کہ کیا ہے نوح ہم تیری بات مان لیں؟ ہم
 تیری بات اس لئے نہیں مانتے کہ تیرے پیروکار وہ لوگ ہیں، ہُمْ
 اَرَادُوا لَنَا بِالْاِيْمَانِ (ہود ۷۱) جو ہمارے کہنے ہیں، جو بیوقوف
 قسم کے لوگ ہیں۔ تو ارادہ اور کہینہ تو وہی ہوتا ہے جس کے پاس لاوتی
 کھانے کو نہ ہو، جس کے پاس کھانے کو ہو وہ تو بڑا معزز بن جاتا ہے۔

اسی طرح قوم شعیب نے شعیب علیہ السلام کو کیا کہا؟ یہی کہا کہ اے
 شعیب! اَصْلُوْنَا تَاْمُرُوْنَا اَنْ نَّتْرُكَ مَا يَعْبُدُ اٰبَاؤُنَا اَوْ اَنْ
 نَّفْعَلَ فِيْ اَمْوَالِنَا مَا نَشَاؤُ (ہود ۷۱) اے شعیب! تیری عبادت
 کیا یہ کہتی ہے کہ ہم اپنے معبودوں کو چھوڑ دیں؟ ہمارے باپ دادا کے جو
 معبود ہیں ہم ان کو چھوڑ دیں؟ اَوْ اَنْ نَّفْعَلَ فِيْ اَمْوَالِنَا مَا نَشَاؤُ
 یا ہم اپنے مالوں میں اپنی مرضی کے مطابق تصرف کرنا چھوڑ دیں؟ جو تو کہتا ہے
 وہ مانیں؟

تو اس آیت سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ قوم شعیب نے بھی شعیب علیہ السلام

کی نوا لقت، مال کے مسئلہ پر کی، اور نئی کے مسئلہ پر کی۔ اور قوم گنہگار اور قوم عاد
 حضرت صالح کی قوم حضرت یونس کی قوم چو ساری کی ساری قومیں
 عینتی نہیں تھیں اپنی زمانے کی مہمیز ان اعدا ہر ایک نے اپنی قوم میں تھیں
 اور انہوں نے بھی نہیں بلکہ اسلام کا مقابلہ نہ تھی کے مسئلہ پر کیا۔ ایک لڑائی اس کے
 پھیلنے کا مسئلہ تھا ایک لڑائی تھی انہوں نے کی اظہار تھی، پھر ان کے مسئلہ کو

انہوں نے تہنیت دی۔

خبر سے پہلے وہ عالم عرب و اسلام میں پہلے پہل پہنچے تھے انہوں نے انہوں کے جو پیر کا
 ہیں، ابتدائی دور میں یہی تھی وہ مشرقی بہ اسلام ہوئے، ان کو منافقین کے صفہاء
 کہا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو بار بار بھیجا کہ تم
 صلی اللہ علیہ وسلم نے جو دعوت بھیجی، اس کو دعوت ابی اللہ دی، دعوت
 ابی اللہ اسلام دی، ہر جگہ سے لوگوں نے ان سے دعوت اس وقت تک کہ اسلام
 نہ ہونے تک، بلکہ آپ کے متعلق چند سوالات کئے، تحقیق کی، ان میں ایک
 سوال یہ بھی کیا ہر جگہ سے، کیا غریب لوگ اس سے پیروی کریں یا امراء؟
 تو ابوسفیان نے یہ جواب دیا *يَا كَلِّمُكَ رَاؤُ عَشْمٌ*۔ پھر وہ سوال ہر جگہ سے یہ
 کیا (سارے لوگوں کے شرف میں موجود ہے) مگر اس سے جو لوگوں میں کوئی بادشاہ
 گذرے ہے؟ تو ابوسفیان نے کہا کہ نہیں کوئی بادشاہ نہیں گذرے۔ ان دونوں باتوں
 پر ہر جگہ سے جو اس وقت بادشاہ تھا اپنے علاقے کا، یہ تبصرہ کیا کہ میں نے یہ
 دو باتیں بھی اس سے پہلے کہیں اور رسول اللہ کے علاوہ کہ انہوں نے انہوں کے
 والتسلیم حبیب دنیا میں تشریف لائے اس سے بھی کہیم عماد اللہ علیہ وسلم سے پہلے

ان کے پیروں پر بھی فقراء و گمراہی پہنچے ہوئے ہیں۔ فقراء و مسکینوں کا مالی اعتبار
 سے کمزور تو معلوم ہوتا ہے یہ بھی سچے نبی ہیں کہ ان کے پہلے پیروکار بھی
 کون لوگ ہیں؟ فقراء۔ اور دوسری بات میں ہے اس لئے پوچھی کہ اکثر لوگ
 بول بھی کر سکتے ہیں کہ دشمنوں کے کہیں نبوت کا، رسالت کا اور دوسروں کے
 کمال میں اپنے آپ کو اوس کے کمال سے بڑا دیکھیں ہیں۔ دیناری میں لکھا
 ہے، تو اس لئے کہ وہ تو رسالت کے لئے حضور کے متعلق تو
 آپ کے لئے ان کے جب بچھڑے اب دیا تو اس سے میری تامل اور تشفی
 ہو گئی۔ میں سمجھتا ہوں کہ یہ نبی (صلی اللہ علیہ وسلم) نبی برحق ہیں۔ اگر میں
 ان کے پاس جاتا تو میں وہ اپنی پچاس ہائی کے ساتھ نبی اپنے پاؤں و حواف
 ہے (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم)

تو معلوم ہوا میرے بزرگوں کے پیشے ہیں حق اور اللہ تعالیٰ کی اطاعت
 کے ساتھ جس چیز کا ان کا وہ وہ رزق کا مسئلہ ہے۔ دیکھ لیں اللہ تعالیٰ
 مجھے بھی سب کو انہی کے لئے تو فریق صاف فرمائے، آج ہم خداوند تعالیٰ
 کی نافرمانی کر رہے ہیں، اپنی زندگی کے نشیب و فراز میں،
 ہی باتیں ہم چھوڑ جاتے ہیں، اللہ تعالیٰ کچھ فرماتے ہیں ہم کچھ کر گزرتے
 ہیں، تو میرے بزرگوں اس کی وجہ کیا ہوتی ہے؟ یہی سب کا مسئلہ بڑے
 بڑے لوگ، بڑے بڑے علماء، بڑے بڑے بلقا، فصحاء، آج بھی اس
 سے پہلے بھی بعض سب کے مسئلے میں ایسے چھینے کہ اللہ تعالیٰ کی
 طرف سے انہوں نے کوئی خاص بات رحمت کی حاصل نہ کی۔

ہمارے نصاب کی ایک کتاب تخیس المفتاح میں ہے علم العالی
 علم بیان اور علم بدیع ہیں۔ اس میں ایک مسئلہ بیان کرتے ہوئے انہوں
 کے ایک شعر لکھا ہے ۵

كَمِّنَ عَالِمٍ عَالِمٍ آخِيَتٍ مَعِي شُهُ
 وَكَمِّنَ بَاجِلٍ بَاجِلٍ تَلَقَّا مَرْدُوقًا

اسے انسان بڑے بڑے علماء کو دیکھے گا، کوئی ایسے علماء بھی
 ہیں جن کے پاس نان جویں بھی نہیں، نان شبینہ کو وہ محتاج ہیں اور
 کئی جاہل ہوں گے جن کے پاس علم تو نہیں ہے مگر وہ رزق میں لڑے
 پھدے ہوں گے ۵

هَذَا الَّذِي تَرَكَ الْأَوْفَ مَرَحًا يَسْرًا
 وَصَيَّرَ الْعَالِمَ النَّحْرِيَّ زَسَدِيًّا

یہی وہ مسئلہ ہے جس نے انسان کی عقلوں کو پریشان کر دیا اور
 بڑے بڑے قابل عالموں کو زندق بنا دیا (اللہ تعالیٰ ایسے نظریے
 سے بچائے) بہر کیف آج جو ہمارا حال ہے میرے بزرگوں کو یہ رزق
 کا ہی مسئلہ ہے جو ہیں اللہ تعالیٰ کے حضور میں پہنچنے سے روک
 دیتا ہے، ہم سے ایسے گناہ کراہت ہے جو گناہ اللہ تعالیٰ کو بہت
 زیادہ ناپسند ہیں۔ ہم پھنس جاتے ہیں ایسے مسائل میں، یہ رشوت کا
 مسئلہ، یہ چوری چکاری کا مسئلہ، انسانی حقوق کو پامال کرنے کا مسئلہ
 یہ سب کے سب کیوں ہیں؟ اس لئے ہیں کہ انسان نے رزق کے

مسئلے کو اپنے ہاتھ میں لینے کی کوشش شروع کر دی ہے اور جب وہ
 اپنے ہاتھ میں لیتا ہے تو اعتدال اور توازن سے وہ گزر جاتا ہے
 اس لئے قرآن مجید نے اس سورت ہنود میں ایک مسئلہ بیان
 فرمایا عقیدے کا، عمل کا۔ وَمَا مِنْكُمْ إِلَّا عَلَى
 اللَّهِ يَرْزُقُكُمْ - اوائس انواتم جس مسئلے میں اتنے پریشان ہو گئے تم
 جس مسئلے میں راہ حق سے ہٹ گئے تم نے جس مسئلے کی وجہ سے
 میری دعوت کو چھوڑ دیا، یہ مسئلہ تو بالکل واضح اور بین سی بات ہے
 وَمَا مِنْكُمْ إِلَّا عَلَى اللَّهِ يَرْزُقُكُمْ - اس سورت میں یہ نہیں کوئی بھی ایسا چارہ پایا
 نہیں وَالْآخِرِينَ - اس سورت میں یہ - الْأَعْلَى اللَّهُ يَرْزُقُكُمْ - مگر وہ رزق جو ہے
 وہ تو اللہ کے ذمے ہے۔ جو بات اللہ نے اپنے ذمے لی تھی وہ تم
 نے اپنے ذمے لے لی اور جو تمہاری ڈیوٹی تھی اس کو چھوڑ دیا۔
 تمہاری ڈیوٹی تو کیا تھی؟ وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْإِنْسَ
 إِلَّا لِيَعْبُدُونِ مَا أُرِيدُ مِنْهُمْ مِنْ رِزْقٍ وَمَا أُرِيدُ أَنْ
 يُطْعَمُونِ (الذاریات ۵۶) فرمایا کہ میں نے جن اور انس کو اس
 لئے پیدا کیا کہ میری عبادت کریں، مجھے معبود سمجھیں اور لذت
 ذوالقوتہ تو میری ذات ہے، طاقت اور رزق دینے والا، رزق
 کا مسئلہ تو میرے حوالے ہے، اپنی رحمت کے ساتھ میں نے یہ
 ذمہ لیا ہے۔

خدا پر واجب نہیں ہے کہ وہ جس طرح خدا پر خلق

واجب نہیں۔ اللہ تعالیٰ نے مجھے آپ کو پیدا کیا تو کیا وہ مجھ پر تھا
 پیدا کرنے میں؟ نہیں، اللہ نے اپنی رحمت کے ساتھ مجھے آپ
 سب کو اور باقی چیزوں کو پیدا فرمایا۔ اسی طرح رزق کا مسئلہ بھی
 اللہ تعالیٰ نے اپنے فضلے اپنی رحمت کے ساتھ لیا۔

تو فرمایا کہ اس کے انسان جس مسئلے میں تو بڑا پریشان ہو رہا ہے
 وہ تو میرے ذمے پر ہے۔ آیت کہتے ہیں میرے بزرگو عربی زبان
 میں مَائِدَةُ عَلَى الْأَرْضِ ہر اس چیز کو جو زمین پر چلے۔ فقہاء کی نظر
 میں اس سے مراد چاہا ہے جسے لیکن قرآنی لفظوں میں لغت کا معنی
 معتبر ہے مَائِدَةُ عَلَى الْأَرْضِ ہر وہ چیز جو زمین پر چلے زمین سے
 اپنا رزق حاصل کرے۔ تو فرمایا کوئی بھی آیت (یہاں پر یہ لفظ
 جانوروں کو بھی شامل ہے) پرندوں کو بھی شامل ہے، چرندوں کو
 بھی شامل ہے، ہر چیز کو شامل ہے) فرمایا کہ میں نے ہر چیز کا رزق
 اپنے ذمے لازم کر دیا اور اس کے رزق کے لئے اسے کوئی دور جانا
 نہیں پڑتا بلکہ زمین پر چلنے والے کا رزق ہے ہی زمین میں۔ اور
 ساری کائنات کا رزق میرے بزرگو زمین میں ہے۔

پہرے اور چرند کے بعد زمین پر چلنے والے چرند ہیں ان کو تو ہم
 دیکھتے ہی رہتے ہیں لیکن جو پرندے کے فضاؤں میں اڑتے ہیں یہ
 اپنا رزق کہاں سے حاصل کرتے ہیں؟ زمین سے حاصل کرنے
 ہیں اگرچہ وہ رہتے گھونسلوں میں ہیں، اڑتے ہیں فضاؤں میں لیکن

دانہ چکنے کے لئے پانی پینے کے لئے وہ زمین پر ہی آتے ہیں شیخ عطار
 میں جہاں فرید الدین عطار رحمۃ اللہ علیہ نے اللہ تعالیٰ کی توحید بیان فرمائی
 اللہ تعالیٰ کی قدرتوں کو بیان کرتے ہوئے ایک قدرت اس شعر میں بھی بیان
 فرمائی ۔

آلہ باغ ہوا مابھی وہ ہر بندگاہ را دولت و شہای وہ

فرمایا اسے انسان اگر خداوند تعالیٰ کو سمجھنا چاہے تو دیکھ

آنکہ باغ ہوا مابھی وہ ہر

وہ اللہ جو بنوا میں اُڑنے والے پرندے کو پہلی کھلا تاج

بندگاہ را دولت و شہای وہ

منہ سے بنے ہوئے انسان کو گوشت اور پوست کے انسان کو حکومت

دے دیتا ہے۔ انہی میں سے اکثر احباب جانتے ہوں گے ایک پتھر رنگ کا

پتھر ہوتا ہے جسے ہماری بولی میں چٹس مار کہتے ہیں، وہ اڑتا تو فضا میں

لیکن وہ پانی میں پھسل کر ٹھکرتا ہے۔ وہ اوپر سے پھسل کر دیکھتا ہے

تو بڑھی نین کے ساتھ چہر پکتا ہے پانی میں اور پھسل کر ٹھکرتا ہے

جاتا ہے اب دیکھئے اس کو پھسلنے کے وی؟ اللہ تعالیٰ نے اس کو کس نے

سمجھایا؟ کس نے نظروں کی اس کے انشاء پختہ کیا کہ نشانہ کبھی نظر ہی

نہیں جاتا۔ تو اڑتا ہے وہ فضا میں اور پھسل کر کہاں سے پھسلتا ہے پانی سے

اور پانی کہاں سے زمین پر۔

تو فرمایا جتنی کائنات ہے زمین میں، مابین آبتی فی الارض کوئی بھی

ایسی مخلوق زمین پر نہیں ہے اَلَّا عَلَى اللّٰهِ دِزْقَهَا اللّٰهُ لَمْ يَخْلُقْ
کانتظام خود بخود فرمایا ہے اپنی رحمت کے ساتھ۔

تفسیر خازن نے یہاں پر ایک قول نقل کیا ہے کہ موسیٰ علیہ الصلوٰۃ
والتسلیم جب تشریف لے گئے تو وہ طور پر پہلی دفعہ جب رب العالمین
نے نبوت سے آپ کو سرفراز فرمایا تو اور باتوں کے علاوہ یہ حکم بھی دیا
کہ اے موسیٰ! اپنی یہ لاشی اس سلسلے والے پتھر کو مار دیکھئے۔ آپ
نے لاشی پتھر کو ماری، اندر سے اک اور پتھر نکلا۔ فرمایا اسے بھی لاشی
ماریں۔ آپ نے لاشی ماری تو اندر سے اک اور پتھر نکلا۔ فرمایا اسے بھی
لاشی ماریں۔ آپ نے لاشی ماری تو وہ پتھر مچھا۔ اندر سے ایک
کیڑا نکلا۔ آپ نے اس کیڑے کی بات سنی۔

اللہ کے نبی ہوتے ہیں، اللہ تعالیٰ انبیوں کو میری اور آپ کی طاقتوں سے
بہاؤ مافوق الفطرت انسانی طاقتیں عطا فرماتے ہیں یہی سبب ہے میں بھی سنتا ہوں
لیکن نبی وہ بات سنتا ہے جو میں آپ نہیں سن سکتے، نبی بھی دیکھتے
ہیں، ہم بھی دیکھتے ہیں، لیکن نبی وہ دیکھتے ہیں جو ہم نہیں دیکھ سکتے
(صلی اللہ تعالیٰ علیہم وسلم) انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کے بدنوں میں
بھی خصوصیات ہیں۔ سیدنا جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
اگرچہ انسان تھے قُلْ اِنَّمَا اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ لیکن میرے بزرگو! حضور کی
بشری خصوصیات ہیں وہ ان گنت ہیں۔ امام الانبیاء کا چلنا اور
امام الانبیاء کا کھانا اور، امام الانبیاء کا سونگھنا اور، امام الانبیاء کا

دیکھنا اور فرمایا اِنِّیْ اَرِّیْ مِنْ خَلْقِیْ کَمَا اَرِّیْ بَیْنَ یَدَیْ . میں اپنی پچھلی طرف
 سے بھی چیزوں کو یوں دیکھ سکتا ہوں جیسے آگے دیکھ لیتا ہوں۔ تمہاری نظر
 صرف آگے دیکھتی ہے مجھے پیچھے کی چیزیں بھی نظر آتی ہیں۔ اور فرمایا اِنِّیْ اَرِّیْ
 مَا لَا تَرِیْ ۔ عاقلانہ صدیقہ حضور کے پاس بیٹھی ہیں تو آپ فرماتے
 ہیں۔ "اے عاقلانہ جبریل تجھے سلام کہتا ہے؟ ازواجِ نبوی کا شان دیکھا؟ ازواجِ
 نبوی، اصحابِ نبوی۔ میرے بھائیوں میں باادب و درخواست کروں گا کہ کبھی ان
 بزرگوں کے مقامات میں بحث نہ کی جائے۔ یہ اللہ کو بڑے محبوب ہے۔
 حضور فرماتے ہیں کہ عاقلانہ کے بستر میں بھی میرے پاس جبریل آئے۔ کتنا
 شان ہے اُمّ المؤمنین رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا۔ تو آپ نے فرمایا عاقلانہ جبریل
 میرے پاس بیٹھا ہے، تجھے سلام کہتا ہے۔ جبریل نے سلام کہا عاقلانہ
 صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو۔ آپ فرماتی ہیں اللہ کے نبی! مجھے تو نظر نہیں
 آتا۔ جواب میں فرماتے ہیں اِنِّیْ اَرِّیْ مَا لَا تَرِیْ۔ او عاقلانہ میں وہ دیکھتا ہوں
 جو تو نہیں دیکھتی۔ میں فرشتوں کو دیکھ لیتا ہوں اپنے پاس میں بھی اور
 یہ خاص ہے جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا جس میں انبیاء بھی۔
 ابراہیم علیہ السلام کے پاس فرشتے آئے۔ قرآن میں آکر ہے۔ تَکْرِهُمُ (ہود)
 ابراہیم علیہ السلام نہ سمجھ سکے کہ یہ کون ہیں۔ آپ سمجھے وہاں ہیں گھر سے جا کر
 کھانے آئے۔ لوط علیہ السلام کے پاس فرشتے آئے قوم لوط کو تباہ کرنے کے
 لئے لیکن لوط علیہ السلام بھی نہ سمجھ سکے کہ یہ فرشتے ہیں اس لئے آپ گھبرا گئے
 تھے۔ یہ نبیوں میں سے بھی خاص ہے جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا

کہ حضور نے فرشتوں کو ان کے اصل وجود میں بھیج دیا۔ عائشہ صدیقہ تشریف فرما ہیں، جبریل سلام عرض کرتے ہیں، حضور فرماتے ہیں عائشہ جبریل بیٹھا ہوا ہے۔ ایسا یہ نظر کسی کو نہیں۔

تو عرض فرماتے ہیں یہ کریم تھا کہ آیا علیہم السلام کو اپنے وجودوں پر قیاس نہیں کرنا چاہیے۔ تو موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اللہ تعالیٰ نے اس کیڑے کی زبان سمجھنے کی طاقت عطا فرمادی۔ جب آپ نے کان لگایا تو کیڑا کیا کہہ رہا تھا؟ اس کی پوری وعائنقل کی مفسر خازن نے۔ وہ فرماتے ہیں سببجان من یخافہ پاک ہے وہ فرات جو مجھے کئی پتھروں کے اندر بیٹھے ہوئے ہے۔ سببجان من لا یسائی۔ پاک ہے وہ وقت جس نے مجھے یہاں بھی نہیں بھیلا یا۔ کہاں میں ان پتھروں کے اندر ہوں یہاں بھی مجھے رزق پہنچاتا ہے۔ ہمارے محاورے میں مشہور ہے کہ پتھر میں جو کیڑا ہے اس کو بھی اللہ عزوجل دیتا ہے۔ کہتے ہم سب ہیں لیکن عملاً چند ہی لوگ ملتے ہوں گے۔ کہتے ہم سب ہیں۔ "جی خدا رزاق ہے" تو پھر گو کیوں رزق سمیٹتا ہے؟ "جی خدا رزاق ہے۔" تو پھر تو کیوں شہود کھاتا ہے؟ "جی خدا رزاق ہے۔" تو پھر تو کیوں حرام کھاتا ہے؟ کہتے ہیں خدا رزاق ہے، مانتے نہیں ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو مانتے کی بھی توفیق عطا فرمائے۔

تو ہماری بولی میں مشہور ہے کہ پتھر کے اندر جو کیڑا ہے اسے بھی خدا رزق دیتا ہے۔ اگرچہ پتھر کے اندر کیڑے کا ہونا اور بسنے بابت چل پڑی، کیڑا

بھیجیو

پتھر میں نہیں ہوتا بلکہ بعض ایسے کیڑے ہیں جو پتھر میں گھس جاتے ہیں اور باہر نکل جاتے ہیں، ان کو طاقت وی گئی وہ پتھر کو کاٹ کر اس کو لپٹے پر اندر چلے جاتے ہیں کہ پتھر پہر چھو جاتا ہے۔

علامہ دمیری نے جو آج سے آٹھ سو سال پہلے گزریے ہیں، ایک کتاب لکھی ہے، کتاب الحیوان "جو حیلوں میں چھپی ہے۔ افسوس ہے کہ آج مسلمان اپنے اکابر سے غافل سے غافل تر ہوتا چلا رہے ہے۔ علامہ شبلی رحمۃ اللہ علیہ نے سید سلیمان ندوی صاحب سے دارالمنصفین قائم کیا، انہوں نے اپنے اکابر کو بہت کچھ دیا ہے روشناس کرایا، وہ کتابیں جو قلمی تھیں، ان کو چھپوایا، تعارف نامے لکھے، متعارف کیا لوگوں کو۔ اللہ تعالیٰ ہمارے ملک میں بھی ایک ایسا ادارہ قائم کر دے جو یہ گھنگھریلوں کی ثقافت کو چھوڑ کر اپنے گیارواچھاؤ کی صحیح ثقافت سے لوگوں کو روشناس کرائے۔

میرے بھائیو! ہم پر یہ جوانگریزی کا غلبہ ہے کہ سب کچھ یورپ اور امریکہ نے کیا ہے، یہ غلط بات ہے۔ سب کچھ مسلمانوں نے کیا۔ مسلمان علوم اور فنون کے مجدد ہیں۔ علامہ دمیری آج سے ۸۰۰ سال پہلے گزریے ہیں۔ کتاب الحیوانات "مطبوعہ پاکستان میں، مصر کی چھپی ہوئی ہے۔ آج تک کسی کو یہ توفیق نہیں ہوئی کہ اس کا اردو میں ترجمہ کروا جائے۔ انہوں نے حیوانات پر بحث کی ہے، انسان میں رہ جاتا ہے۔ جب کبھی کسی کو پڑھنے کا موقع ملتا ہے کہ انڈیا کے بندوں کو انڈیا نے کتنی بصیرت

عطا کی تھی، آج سے آٹھ سو سال پہلے، نہ دور بین ہے، نہ خورد بین ہے
پتہ نہیں وہ کہاں کہاں پھرتے رہتے ہیں، کئی ہزار کیڑے مکوڑوں کا پرندوں
کا، جانوروں کا حال انہوں نے لکھا ہے۔ اسی طرح بعض علماء نے لکھا
ہے کہ یہ جو کیڑا ہوتا ہے پتھروں میں۔ یہ درحقیقت پتھر میں نہیں ہوتا بلکہ باہر
سے کیڑا ہوتا ہے، انڈے اس کیڑے کو ایسی قوت عطا کی ہے کہ وہ
پتھر کو کاٹتا ہے اور اس طریقے پر کاٹتا ہے کہ کاسٹے کاسٹے خود اندر چلا
جاتا ہے، پتھر کا پتہ بھی نہیں چلتا۔ مسلمان علماء نے نباتات پر کام کیا
مسلمان علماء نے، بحار پر کام کیا، مسلمان علماء نے ہند سے پر کام کیا، مسلمان
علماء نے افلاک پر کام کیا۔ یہ انگریز وغیرہ تو جناب ہمارا پس خوردہ کھا
رہے ہیں۔ لیکن افسوس ہے کہ آج ہم ان پس خوردہ کھانے والوں کو اپنا
امام سمجھتے ہیں، اپنا رہنما سمجھتے ہیں۔ اللہ مسلمانوں کو ایسی مرغوبیت سے
نکلے۔ اور اللہ مسلمانوں میں خودداری کا مادہ پیدا کرے۔ پڑھو شبلی
کے رسالے، علامہ شبلی نے کیا لکھا ہے؟ کہ تیرھویں صدی عیسوی تک
تو یورپ میں مسلمانوں کا فلسفہ تاج تھا۔ ابن رشد انڈلسی جو تھا وہ امام
تھا فلسفے کا تیرھویں صدی عیسوی میں پادریوں نے اجتماعی طور پر حکم دیا
کہ ابن رشد کا فلسفہ پڑھنا حرام ہے۔ مذہباً حکم دیا تاکہ یورپ
اور یہ لوگ جو ہیں عیسائی، یہ مسلمانوں کی طرف متوجہ نہ ہوں۔ اور خود ان کی
کتابیں نکل گئیں۔

بانت دور نکل گئی۔ بہر کیف میں یہ عرض کر رہا تھا وہ صامیہ دآبیت

فِي الْاَرْضِ لَا اَعْلَىٰ اِلَّا رِزْقُنَا، اللہ فرماتے ہیں کوئی چیز زمین میں چلنے والی
 ایسی نہیں ہے جس کا رزق نہ اس نے اپنے ذمے نہ لیا ہو۔ تَلَطَّفًا وَرَحْمَةً —
 یہ میری مہربانی ہے، میں مجبور نہیں ہوں اگر میں رزق اپنے ذمے نہ لیتا۔
 اللہ فرماتے ہیں میں نے اپنی مہربانی کے ساتھ ساری کائنات کا جو زمین میں
 چلنے پھرنے والی ہے اس کا رزق اپنے ذمے لیا، اس کے رزق کی جتنی اقسام
 ہیں وہ میں ہتیا کرتا ہوں۔ کسی کو پانی سے رزق ملتا ہے، کسی کو خون سے رزق
 ملتا ہے، کسی کو گوشت سے رزق ملتا ہے، کسی کو ٹکی ملتی ہے، کسی کو گندم
 ملتی ہے۔ رزق کی اقسام ہیں، انواع ہیں، کسی کو رووہ ملتا ہے، کسی کو کیا
 ملتا ہے، یہ ساری انواع و اقسام پیدا کرنے والا کون ہے؟ ریت العالمین
 ہے۔

یاد رہے اللہ پر رزق دینا لازم نہیں ہے، اللہ مجبور نہیں ہے،
 اللہ مکلف نہیں ہے، اللہ تعالیٰ نے اپنی رحمت کے ساتھ ہمیں پیدا بھی
 کیا، اللہ اپنی رحمت کے ساتھ ہمیں رزق بھی دیتا ہے۔ یہ جو ہمارے
 محاورے ہیں بعض لوگ کہہ دیتے ہیں کہ "جی مجھے تو اپنی فکر سے اور خدا
 کو سارے لوگوں کی فکر ہے۔ خدا کو کس کی فکر ہے؟ وہ خدا ہی کیسے
 جو فکر کرتا ہے؟ فکر تو مجبوری کی ایک علامت ہے کہ کام کرنا سکے اور فکر مند
 ہو جائے۔ آج کل بہت بھائی کہتے ہیں "اجی مینہ پرستاسے، دعا کرو مہر
 جائے" پھر دوسرا لائے دیتا ہے "ارے یا رچھوڑا تجھے اپنی فکر ہے
 اور خدا کو سب کی فکر ہے" خدا کو کسی کی فکر نہیں ہے۔ بسوں پر لکھا ہوتا ہے

تو چہرہ یا شئی ہفکرے مستلا کا برسائے ما بنگرے کار ما
 کار سناز کو ہاری کوئی فکر نہیں ہے، وہ فکر سے بالا تر ہے۔ فکر تو وہ کہ
 جو چھوڑ ہو۔ اِذَا كُنْتُمْ اٰمْرًا قِيَامًا يَقُولُ لَآ اَكُنُّ قِيَامًا (صوم ۳۵)
 وہ تو جب کئی بھی نہیں کہتا، امرًا دَاشِيًا رَئِيًا (پس ہر وہ کام بس
 ہو جاتا ہے، اللہ تعالیٰ بڑی بلند، عظیم غمات ہے۔ عَزَّ وَجَلَّ وَجَلَّ جَلَّ وَجَلَّ
 تو فرمایا وَمَا مِنْ دَآبَّةٍ فِي الْاَرْضِ اِلَّا عَلَيَّ اَللّٰهُ رِزْقًا جَمِيْعًا
 زمین میں چلنے پھرنے والی مخلوقات سے اس ساری مخلوقات کا رزق میرے
 لئے ہے۔ اس لئے میرے بندے! رزق کے معاملے میں آکر میرے ساتھ
 نہ ٹکرتا۔ رزق تو بڑی معمولی چیز ہے میرے سامنے۔ تو رزق کے لئے مجھے
 چھوڑ دیتا ہے؟ رزق کے لئے میری نافرمانی کرتا ہے؟ اور ساتھ ہی پھر
 یہ بھی اشارہ فرمایا کہ تو محبت کر، رزق میرے لئے ہے۔ یعنی اس کا نتیجہ
 میں نکالوں گا۔ اور لفظ دَآبَّةٍ فرمایا میرے پررگو۔ یہ نہیں فرمایا وَمَا مِنْ
 اِنْسَانٍ اِلَّا عَلَيَّ اَللّٰهُ رِزْقًا (سبحان اللہ۔ قرآن مجید، اللہ سب کو سمجھنے
 کی توفیق عطا فرمائے) یہ نہیں فرمایا وَمَا مِنْ اِنْسَانٍ اِلَّا عَلَيَّ اَللّٰهُ رِزْقًا
 فَمَنْ لَمْ يَرْزُقْهُ۔ فرمایا نہیں نہیں، وَمَا مِنْ دَآبَّةٍ فِي الْاَرْضِ اِلَّا عَلَيَّ اَللّٰهُ
 رِزْقًا۔ انسان سے تو مل چلا لیا، کوئی فیکری کھول دی، کارخانہ کھول دیا، دوکان
 بنالی، بی اس کے پاس کر لیا، کلرک لگا گیا، یہ تو روٹی پیدا کرتا ہے چلو کہتا ہے کہ میں
 کچھ اپنے علم سے پیدا کی، یہ چور سے نے کیا پاس کیا ہے؟ چور سے کا سٹور کہاں
 ہے؟ پتی کہاں ہے؟ یہ چینیٹیوں کا کہاں ہے؟ مَن دَآبَّةٍ۔ کوئی بھی

وآیت ہو، چھوٹا ہو کہ بڑا ہو، سب کا رزق فرمایا اللہ نے کہ میں ہوں تمہارا رزق
 تم اگر سمجھتے ہو کہ تم ہو تو ان کا رزق کون ہے؟ ہاں تمہارے گائے کے گائے کا رزق
 اللہ تعالیٰ ہے۔

اس لئے دوسرے مقام پر فرمایا وَكَانَ مِنْ دَآئِبَاتِ لَآخِزَاتِ رِزْقِہَا
 اللہ یَرْزُقُہَا وَاِیَّاكُمْ رِزْقًا (عنکبوت ۶۰) اور انسانوں اس لئے آیتیں ہیں
 اتنی چلنے پھرنے والی مخلوق ہے اس زمین میں جو اپنا رزق خود نہیں پیدا کر سکتی،
 اپنا رزق نہیں اٹھا سکتی، اپنے رزق کے لئے کوئی انتظام نہیں کر سکتی، اللہ
 یَرْزُقُہَا وَاِیَّاكُمْ رِزْقًا، اللہ ہی اس کو بھی رزق دیتا ہے، اللہ ہی تم کو
 بھی رزق دیتا ہے۔ رزاق وہی ہے، تم نہیں ہو۔ اگر رزاق ہوتا صرف اللہ
 الباقیت کی صفت میں تو پھر یہ ساری حیوانات، کبوتر، کواڑ، کبوتر
 حالانکہ علمائے حیوانات نے لکھا ہے کہ باقی حیوانات یہ نسبت انسان
 کے زیادہ کھاتے ہیں۔ چوتھے کے متعلق لکھا ہے کہ چوٹا سب سے زیادہ
 کھاتا ہے۔ اور سب سے زیادہ چمکے بچیاں پیدا کرتا ہے۔ نوالہ اور
 تناسل میں بھی سب سے آگے اور کھانے پینے میں بھی سب سے
 آگے۔ تو اب چوہے نے بھائی کون سے سٹور بنا رکھے ہیں؟ اس
 نے کونسا دفتر خوراک کھولا ہے؟ اس نے کونسا زرعی نظام قائم کیا
 ہے؟ کرنا چاہیے، ہم اس کے خلاف نہیں ہیں، لیکن احتیاط کس پر
 کرو؟ اللہ کی فائز پر۔ اللہ تعالیٰ چاہے گا تو ہماری ساری نعمتیں
 اثر پیدا ہوگا۔ اگر وہ نہ چاہے تو ہماری نعمتیں کوئی اثر پیدا نہیں ہو

اسی طرح رب العالمین نے پھر رزق کے درجات بنائے، رزق کے آلات
 بنائے، رزق کے اسباب بنائے۔ میرے بھائیو! آپ جانتے ہیں کہ بلی کی
 خوراک چوہا ہے۔ بلی چوہے کا شکار کرتی ہے لیکن دیکھا شکار کرنے کے
 لیے بلی میں ایک قوت پیدا کر دی۔ اندھیرے میں بلی دیکھتی ہے کہ نہیں
 دیکھتی؟ کہاں سے بیٹری حاصل کی اس نے؟ بلی میں قوت کس نے پیدا کی؟
 خدا کے منکروں سے پوچھو! کہ جو انسان اشرف المخلوقات بنا پھر اسے
 وہ تو راستہ کو اپنی گھڑی بھی نہیں دیکھ سکتا۔ جب تک اس میں وہ ریڈیم
 نہ لگی ہو۔ لیکن بلی رات کو چوہے کو دیکھ لیتی ہے۔ بلی کے اندر بیٹریاں
 کس نے لگائیں؟ کس نے مسالہ بھر دیا؟ اسی اللہ نے، أَحْسَنَ كُلَّ
 شَيْءٍ خَلَقَهُ وَالسَّيِّدُ الْكَرِيمُ جس نے ہر چیز کو بنایا۔ اور پورا بنایا۔ تو میرے
 بھائی بلی کو رزق دیا کہ نہیں دیا؟ اور کیسے دیا؟ اس کی آنکھ میں قوت پیدا
 کر دی اپنا رزق تلاش کرنے کے لیے۔ تو اسی طرح میرے بزرگو جیسا کہ
 میں نے ابھی عرض کیا ہے آنکہ بامرغ ہوا ماہی وہ
 اس پرندے کو جو فقنا میں اڑتا ہے پھلی اس کی خوراک بنا دی اور
 پھلی شکار کرنے کا طریقہ بتا دیا۔ وہی اللہ تعالیٰ میرے بزرگو! بلی کو
 شکار کرتا ہے اور بلی کو چوہا شکار کرنے کا طریقہ بتا دیا۔ اس میں وہ
 صلاحیتیں پیدا کر دیں۔ تو پھر انسان کو میرے بزرگو! اللہ تعالیٰ کیوں محروم
 رکھے گا؟ اور پھر وہ انسان جس نے لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ محمد رسول اللہ ﷺ

آج ہم مسلمان بہت پیچھے ہیں اللہ تعالیٰ پر اعتماد کرنے کے اختیار سے
 اللہ تعالیٰ مجھے اور آپ کو اعتماد کی دولت نصیب فرمائے کہ ہر چیز کا
 رازق اللہ تعالیٰ ہے۔ کافروں کو دیتا ہے تو مسلمانوں کو کیوں نہ دے
 بھائی؟

شیخ سعدی نے فرمایا ہے گلستاں میں سے

اے کریمے کہ از خزاہ غیب گبر و ترسا و طیفہ خورداری

دوستاں را کجا کنتی محروم تو کہ با دشمنان نظر داری

کون پڑھتا ہے گلستاں کو؟ ہم مولوی نہیں پڑھتے آپ کیسے پڑھیں
 گے؟ ہمارے بچے گئے سارے کے سارے دانش و فتر ہو گئے۔ گئے

مسلمان مولویوں کے بیٹے، پیروں کے بیٹے، سب یورپین تمدن میں رنگے

چلے جا رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ اسلام قبول کرنے کی توفیق عطا فرمائے اور

سید و دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی نصیب فرمائے۔ علوم جدیدہ

کے ہم مخالف نہیں ہیں نہ قرآن اس کا مخالف ہے، نہ ہمارے اکابر

مخالف تھے میرے بھائی! ہم تو کہتے ہیں علوم جدیدہ کو اک سبب سمجھو اور

اپنا نامی اقدیمہ نہا سمجھو محمد رسول اللہ کو۔ علوم جدیدہ حاصل کرو، تہذیب

تو نہ حاصل کرو ان کی۔ تعلیم یورپ حاصل کرو، تہذیب یورپ حاصل نہ

کرو۔ یورپ کی تعلیم حاصل کرو، چلو اگر اس کے بغیر نہیں رہ سکتے، تو

تہذیب تو اپنی ہو، تہذیب ہو جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی،

تہذیب ہو صحابہ کی، تہذیب ہو ہمارے اپنے بڑوں کی۔ ہم بتا تو سکیں

کہ ہم کوئی ہیں۔

تو شیخ سعدی نے گلستان میں رزق کا مسئلہ بیان کیا ۹

اے کریمے کہ از خزانہ غیب گہر و تیرسا وظیفہ خور داری

اے سخی! جو ایسا کریم ہے تیری سخاوت کی کوئی حد نہیں ہے، تو اپنے غیب کے خزانے سے اُن کافروں کو بھی دیتا ہے جو تیرے دشمن ہیں۔ جو تجھے نہیں مانتے، اُن کو بھی گور وٹی دیتا ہے۔ تو پھر

دوستوں را کجا کئی محروم تو کہ باد شہناں نظر داری
پھر محرم رسول اللہ کا کلمہ پڑھنے والے کیسے محروم رہ سکتے ہیں جبکہ
تو دشمنوں کو بھی دیتا ہے۔

تو رزق کا مسئلہ قرآن نے حل کیا۔ بڑی تفصیل کی آیت سے مگر میں مختصراً
کر رہا ہوں۔

وَمَا مِنْ دَابَّةٍ فِي الْأَرْضِ إِلَّا عَلَى اللَّهِ رِزْقُهَا۔ جتنے بھی چار پائے ہیں
جتنے بھی دو ٹانگوں والے ہیں جتنے بھی پیٹ کے بل چلنے والے ہیں۔ قرآن نے
وآیسے کی تفسیر دوسری جگہ خود فرمائی۔ اللہ فرماتے ہیں مِّنْهُم مَّن يَّمْسُقُ
عَلَىٰ رِجْلَيْهِ (النور ۴۴) کوئی تو دو ٹانگوں پر چلتا ہے۔ مِّنْهُم مَّن يَّمْسُقُ
عَلَىٰ آرْتَعِطٍ (النور ۴۵) کوئی چار ٹانگوں پر چلتا ہے مِّنْهُم مَّن يَّمْسُقُ عَلَىٰ
بَطْنِهِ (النور ۴۶) کوئی پیٹ کے بل چلتا ہے (سانپ پیٹ کے بل چلتا ہے)
تو فرمایا کوئی بھی ہو۔ خواہ پیٹ کے بل چلے، خواہ دو ٹانگوں پر چلے، خواہ چار
ٹانگوں پر چلے زمین میں رہنے والی کوئی بھی مخلوق ہو۔ إِلَّا عَلَى اللَّهِ رِزْقُهَا

اللہ ہی کے ذمے ہے اس کی روزی پھرنی اپنی فضل و کرم کے ساتھ۔
وَلَكُمْ مُسْتَقَرًّا وَمُسْتَوْدَعًا. اور وہی اللہ جانتا ہے

جہاں وہ ٹھہرتا ہے اور وہی اللہ جانتا ہے جہاں وہ سوٹیا جاتا ہے
فرمایا مستقر بھی میں جانتا ہوں، مستودع بھی میں جانتا ہوں۔ اس کی
تفسیر میں علماء نے بہت سے اقوال فرمائے۔ اور وہ سارے کے سارے
قرآن کا حسن ہیں۔ یہ کبھی کبھی جو ہیں مختلف اقوال بیان کرتے ہیں وہ متنہا
نہیں ہوتے بلکہ قرآن کریم کی عینیت اور قرآن کریم کی وسعت کی وہ نشانی
ہیں کہ ایک ایک لفظ میں کتنے کتنے معانی لپیٹے چلے جاتے ہیں۔ مستودع
اور مستقر کے متعلق ایک قول علماء کا یہ ہے۔ مفسر ابو سعید وغیرہ
نے فرمایا کہ مستقر سے مراد انسان جب اپنے باپ کی پشت میں ہوتا
ہے، پشت پر یہ ہے مستقر۔ اور مستودع سے مراد رحم مادر
جب انسان اپنی ماں کے رحم میں آتا ہے۔ فرمایا کہ اسکے انسان کو سمجھنا
ہے کہ میں جب کبھی پیشتر ہی کھاتا ہوں تھی یہ رزق ہے؟ نہیں، تیری
ترتیب تو میرے زمانے سے ہوتی چلی آتی ہے۔ میرے بھائی، ہم سب
اولادوں جیسے ہیں، اللہ بے اولادوں کو اولاد نصیب فرمائے اور جن
کی اولادیں ہیں اللہ تعالیٰ ان کو نیک صالح فرمائے۔ جب تو والد اور نانا سلسلہ
سلسلہ قائم ہونا ہے تو پشت پر سے جو چیز منتقل ہوتی ہے رحم مادر
میں، اس میں حیات ہے یا نہیں؟ اگر حیات نہیں تو آگے انسان کیسے
بنا؟ اگر حیات ہے تو اس میں زندگی کس نے پیدا کی؟ اللہ نے پیدا کی۔

پھر رحم اور میں آکر سچے جب تو ہمیشہ تک غم و اُپتار رہتا رہتا ہے، چار ماہ تک
اس میں روح نہیں ہوتا، چار ماہ کے بعد پھر روح اُس میں ڈالا جاتا ہے
وہ ہمارے مطابق (وہی ہے روح تو پہلے ہی سے ہوتا ہے۔ روح سے
مراد کیا ہے؟ حیات۔ حیات ہے تو تبھی وہ کبھی خون کی بوند بنتا ہے
پھر بڑھی بن جاتا ہے، پھر اُس پر گوشت چڑھتا ہے۔ یہ سب حرکتیں ہوتی
رہتی ہیں۔ حرکت کے بغیر تو کچھ نہیں ہوتا۔ حرکت ہی کا نام تو حیات ہے
بلکہ اس سے بھی واضح قرآن نے دوسری جگہ فرمایا هُوَ اَعْلَمُ بِكُمْ اِذْ
اَنْشَاكُمْ مِنَ الْاَرْضِ وَاِذْ اَنْتُمْ اَجِنَّةٌ فِي بُطُونِ اُمَّهَاتِكُمْ
(النجم ۳۳) اور انسان! میں تجھے خوب جانتا ہوں جب تو زمین سے اُگ
رہا تھا میں اُس وقت بھی تجھے جانتا تھا اور جب تو ماں کے پیٹ میں
چھپا ہوا تھا، جنین تھا، اُس وقت بھی میں تجھے جانتا تھا۔ میرا علم؟ یہ
جو پائپر گندم کے فصل ہیں اس میں آپ کیا سمجھتے ہیں؟ کیا اُگ رہا ہے؟
گندم کے دانے؟ نہ جی، ان گندم کے دانوں میں کتنے مولوی اُگ رہے
ہوں گے، کتنے ڈیر اُگ رہے ہوں گے، کتنے ڈاکٹر اُگ رہے ہوں
گے، کتنے انجنیر اُگ رہے ہوں گے، کتنے امیر، کتنے فقیر۔ یہ گندم کے
دانے نہیں ہیں، ان میں بہت کچھ ہے اور پھر آگے چل کر یہ انسان
بنیں گے۔ اس وقت بھی رب العالمین جانتا ہے کہ ان گندم کے دانوں
میں کیا ہے، ان پودوں میں کیا ہے، ان مٹی کے ڈھیلوں میں کیا ہے۔
اَنْشَاكُمْ مِنَ الْاَرْضِ جب تم کو میں زمین سے اُگاتا ہوں تو اس وقت

مجھے پتہ ہوتا ہے کہ تم کس طریقے پر آرہے ہو۔ اور میں اس وقت بھی تمہیں جانتا ہوں اِذَا اَنْتُمْ اَجِيْتُمْ فِي بُطُوْنِ اُمَّهَاتِكُمْ۔ چپٹم اپنی ماں کے رحم میں جنین ہوتے ہو۔ جنین کا معنی، چھپی ہوئی چیز۔ جنت نظر نہیں آتی نا اسی لئے جنت کہتے ہیں، اور جن کو بھی جن کہتے ہیں، نظر نہیں آتا اور جنوں کو بھی جنوں کہتے ہیں، جنوں بھی پاگل ہو جاتا ہے، اُسے کچھ نظر نہیں آتا، بات میں تمہیں نہیں کر سکتا اور ماں کے رحم میں حمل کو بھی جنین کہتے ہیں۔ فرمایا کہ اِذَا اَنْتُمْ اَجِيْتُمْ فِي بُطُوْنِ اُمَّهَاتِكُمْ۔ اس وقت بھی میں تجھے جانتا ہوں اور تجھے رزق پہنچاتا ہوں۔ رزق کے مختلف طریقے ہیں۔ روٹی کھانا، یہ بھی رزق ہے اور کسی اور طریقے پر تربیت کر دینا، یہ بھی رزق ہے۔ تو فرمایا يَتْلَمُوْا مِنْهَا وَ

مُنْتَوَدَعَهَا ابو سعود فرماتے ہیں کہ مستقر سے مراد کیا ہے؟ باپ کی پشت۔ اور مستوسع سے مراد؟ ماں کا رحم۔ فرمایا وہاں تو نے کونسا ڈپلومہ حاصل کیا تھا؟ وہاں تو نے کونسی بلازمت کی تھی؟ وہاں تو نے کون سا پل چلایا تھا کہ میں تجھے پال رہا تھا اور پھر پیدا ہوتے ہی قرآن نے کیا فرمایا؟ اَلَمْ يَجْعَلْ لَّكَ عَيْنَيْنِ ۙ وَ لِسَانًا وَّ شَفِيْطَيْنِ ۙ وَ هَدٰى نَهْلَكَ النَّجْدَ يَبِيْطُ لِيَا بِلَدِنَا ۙ اِنْسَانٍ كِيْ يَبِيْدُ اَنْتَ مِنْ سَبِيْلِهِ

رَبِّ الْعَالَمِيْنَ گوشت کے دو لوٹھڑوں میں دو وہ کی ہڈی پیدا کر دیتے ہیں۔ فرمایا یہ تو بناتا ہے کہ میں بناتا ہوں؟ وہاں تو نے کونسی کارگری کی؟ وہاں تو نے کونسا علم کا نور لگایا؟ تو مستقر سے

مراد ایک قول ہے اور مستودع سے مراد ایک قول کے مطابق یہ ہے
اور دوسرا قول یہ ہے۔ مُسْتَقْرَّهَا وَمُسْتَوْدَعَهَا۔

مستقر سے مراد قیامت اور مستودع سے مراد قبر۔ فرمایا میں جانتا
ہوں کہہاں تجھے امانت رکھا جائے گا۔ تو مٹی میں پڑے گا، قبر میں تجھے
دفن کریں گے؟ تجھے کیا پتہ ہے؟ مٹی میں تیری تربیت ہو گی۔

شاہ عبدالقادر فرماتے ہیں کہ قبر میں بھی انسان کو رزق پہنچتا رہتا
ہے، مگر نامہیں ہے۔ مرنے کا پہلے منہ نہیں کہ فنا ہو۔ توفی کا معنی پورا

پورا اٹھا لینا۔ موصفا کا معنی میرے بھائیو! قبیلے کے کامل نہیں ہے
عندہم محض نہیں ہے۔ بلکہ ہماری بونی میں بھی تو کہتے ہیں "جی فلاں کا

انتقال ہو گیا ہے" انتقال کا کیا معنی ہوتا ہے؟ یا کہتے ہیں کہ فلاں
مر گیا ہے۔ یہ مرنا تو عارضی لفظ ہے اور عینی لفظ ہے انتقال۔ یعنی

ایک جگہ سے نقل ہوا اور دوسری جگہ پر چلا گیا۔ پہلے دوڑتا پھر تھکا
تھا یہاں تھکا پھر نہیں پہنچ گیا۔ اس دوران کی زندگی گزار رہا ہے۔

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ آمَنُوا اِذْ یُنَادِیْکُمْ فِی الْحَیٰۃِ اَلْحَمْدُ لَیْسَ بِاَیُّهَا الَّذِیْنَ آمَنُوا
اس کے بعد پھر قیامت میں ہو گا۔ شاہ عبدالقادر فرماتے ہیں (رحمۃ اللہ علیہم)

کہ جس طرح انسان رحم مادر میں تیار ہوتا رہتا ہے دنیاوی زندگی کے لئے
اسی طرح قبر میں تیار ہوتا رہتا ہے قیامت کی زندگی کے لئے۔ قبر کو

تشبیہ دی آپ نے رحم مادر کے ساتھ۔
تو فرمایا میں جانتا ہوں کہ یہ مستقر کون سا ہے، قیامت کے دن

تو کہہ جاؤ گے گا۔ علامہ بغوی رحمۃ اللہ علیہ، جنہوں نے تفسیر بغوی لکھی۔
 سے عربی میں مگر بڑی عمدہ تفسیر ہے۔ اس میں خصوصاً نصیب سے ہے کہ وہ
 قرآن کی ایک آیت کی تفسیر دو سری آیتوں کے ساتھ کرتے ہیں، اللہ تعالیٰ
 نے ان کو بہت عجیب بلکہ عطا فرمایا **لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ يُؤْتِي مَنْ
 يَشَاءُ** (الجمہر ۲۲) انہوں نے فرمایا کہ مستقر سے مراد ہے قیامت کا
 ٹھکانا۔ کیونکہ جنت کے متعلق فرمایا **حَسْبَتْ لَكَ الْجَنَّةُ وَمَقَامًا** (الفرقان ۷۶)
 اور جہنم کے متعلق فرمایا **سَاءَتْ مَسْتَقَرًّا وَمَقَامًا** (الفرقان ۷۷) تو مستقر کیا ہے؟ قیامت کا ٹھکانا۔ فرمایا کہ
 اے انسان تیری قیامت کے فیصلے کو میں جانتا ہوں کہ توحیدت میں جلتے گا یا جہنم
 میں جلتے گا۔ اور مستور کو بھی میں جانتا ہوں، تجھے کہاں رکھا
 جائے گا تیرے مرنے کے بعد، تو کچھ نہیں جانتا۔ **مَا تَدْرِي نَفْسٌ مَّا
 ذَاتُ كَيْسٍ عَدَاوًا وَمَا تَدْرِي نَفْسٌ بِأَيِّ أَرْضٍ تَنْتَقِلُ** (نقارۃ ۱۷) تیرا
 مستور کون سا ہے؟ میں جانتا ہوں۔ کسی کو قبر میں دفن کرا دیا۔ تو وہ تو بھائی
 آج کل خوش نصیب ہیں۔ جن پر آج کل جنازے پڑھے جائیں، چند بھائی
 جن کے لئے دعائے مغفرت کریں، جو کہ بن کر ساتھ جائیں وہ تو خوش نصیب
 ہیں۔

امام احمد بن حنبلؒ فرماتے ہیں حدیث کی رو سے بھی کہ حضور انور صلی اللہ علیہ
 وسلم نے فرمایا کہ جس انسان کی میت پر کم از کم چالیس مسلمان نماز جنازہ
 پڑھیں، اللہ تعالیٰ اس کے گناہوں کو معاف کر دیتے ہیں۔ حدیث آتی ہے
 اس لئے امام احمدؒ کا مسلک ہے کہ جنازے پر کم از کم چالیس آدمی لے جایا کریں۔

اگر ویسے نہ ملیں تو مزہ و موری دے کر لے جایا کرو کہ خدا کے ساتھ جا کر در خواست کریں۔ **اللَّهُمَّ اغْفِرْ لِعَيْنِنَا وَمَسِيئَتِنَا وَشَاهِدِنَا وَغَايِبِنَا** تو جنازہ کیا ہوتا ہے؟ دعائے مغفرت ہی ہے۔

تو میں عرض یہ کر رہا تھا کہ اس دور میں جب کہ انسان اللہ کا نافرمان ہو چکا ہے۔ صحیح حدیث آتی ہے حضور انور فرماتے ہیں (صلی اللہ علیہ وسلم) کہ جب انسان اللہ تعالیٰ کے حکم سے منہ موڑ لیتا ہے تو اللہ تعالیٰ پھر اپنی ذمہ داری کو کچھ ڈھیلہ کر دیتے ہیں اور پھر اللہ کو کوئی پرواہ نہیں ہوتی کہ کس وادی میں جا کر وہ ہلاک ہو جائے۔ آج دیکھ لو انسانیت کس طرح ذبح ہو رہی ہے۔ تو خوش نصیب ہیں وہ جن کے جنازے پڑھے جائیں۔ خوش نصیب ہے وہ جس کو قبر میں جگہ مل جائے۔ مٹی میں جگہ مل جائے، وہ خوش نصیب ہے ورنہ آج تو دیکھئے لاشوں کا پتہ ہی نہیں چلتا۔ فرمایا میں جانتا ہوں مرنے کے بعد تو نے کہاں جانا ہے؟ پیرا مستودع کون ہے؟ وہ جو آسٹریلیا کا وزیر اعظم تھا اس کا مستودع کیا تھا؟ مچھلی کا بیٹ۔ چائنہ نے نکال لیا وہاں سے؟ اسٹریٹس ملک آسٹریلیا کا وزیر اعظم، اسے پتہ تھا کہ میں کہاں جاؤں گا؟ اپنے مستودع کو نہیں سمجھ سکا۔ اللہ جانتا تھا کہ اس کا انجام کیا ہوگا۔ ایک مچھلی کے پیٹ میں جلتے گا وہاں کو اسٹریٹس ویل بھی بن چکا ہوگا۔ فرمایا **يَعْلَمُ مُسْتَقَرَّهَا وَمُسْتَوْدَعَهَا** ایک قول یہ بھی ہے۔ اس کے سوا اور قول بھی ہیں مگر وقت منظور ہے اسی پر اکتفا کرتا ہوں۔

کلی فی کتب محمد بنین ہ فرمایا یہ ساری کی ساری باتیں روشن کتاب میں لکھی
 ہوئی ہیں۔ اس لئے اتنے عظیم خدا پر اعتماد رکھو اور رزق کے مسئلے میں بہت
 زیادہ پریشانی نہ اٹھاؤ۔ رزق کے لئے خداوند تعالیٰ کو ناراض نہ کرو۔ یہ
 تجھے جو رزق دیا جاتا ہے اس رزق میں تو عبرت ہے۔ اسی شیخ سعدی
 رحمۃ اللہ علیہ نے گلستاں میں فرمایا۔ ہمارے سامنے تو بھائی یہی چیزیں
 پہنچے علم ہیں، ہم تو طالب علم ہیں۔ فرمایا ہے

ابرو باد و مہ و خورشید و فلک ہمہ در کار اند

تا کوئی نامے بکفت آری وہ غفلت نخوری

ہمہ از بہر تو سرگشتہ و فرماں بردار

شرط انصاف نہ باشد کہ تو فرماں نہ بری

فرمایا انسان! یہ بادل، یہ چاند، یہ سورج، یہ سارے کے سارے

تیرے لئے فرماں بردار ہیں۔ کیوں؟ ع

تا تو نامے بکفت آری وہ غفلت نہ خوری

یہ تیری رزق پیدا کرتے ہیں۔ یہ اللہ نے تیرے لئے خادم لگا رکھے

ہیں۔ سَخَّرَ لَكُمْ مَّا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ لِقٰمِنَ عٰلَمٍ لٰكِن مِّنْہٗ

ہمہ از بہر تو سرگشتہ و فرماں بردار

شرط انصاف نہ باشد کہ تو فرماں نہ بری

یہ سارے کے سارے تیرے لئے فرماں بردار ہیں، تو بتا پھر تو

خدا کا کتنا حکم مانا ہے؟ ع

شروط انصاف نہ باشد کہ تو فرماں نہ بری

تو فرمایا کُلِّ فِي كِتَابِ حَبِيبٍ ۵ یہ ساری کی ساری باتیں میں نے
 بدوشن کتاب میں لکھ دی ہیں۔ اس سے مراد لوح محفوظ ہے۔ تیرا رزق
 میری عمر تیرا آنا، تیرا جانا، یہ سب کچھ اللہ فرماتے ہیں میں نے لکھ دیا ہے
 اس لئے ان مسئلوں میں پھنس کہ میری یاد سے غافل نہ ہو بلکہ میری یاد کی
 طاعت کو متوجہ ہو ۶

اللہ عمل کی توفیق عطا فرمائے۔

—————
 حبیبت

چوتھا درس قرآن مجید

منعقدہ ۲۵ ذی قعدہ ۱۳۸۶ھ - ۲۵ فروری ۱۹۶۸ء

اس درس مبارک میں مندرجہ ذیل علمی اور ذہنی فوائد آگئے ہیں۔

- ۱- دینی نقصان کی تلافی نہیں ہو سکتی
- ۲- ائمہ مجتہدین نے صرف قرآن و سنت کو راہ نما بنایا۔
- ۳- عشریں برکت نیکی سے آتی ہے۔
- ۴- اسلام ہمیشہ کے لئے انسان کا ہادی ہے۔
- ۵- حیاتِ برزخی پر ایمان ضروری ہے۔
- ۶- اسلامی آئین محافظ انسان ہے۔
- ۷- لفظ اُمت کے معانی
- ۸- اسلام میں مقام صحابہ
- ۹- حضرت سفیان ثوری کی کرامت

(واللہ الموفق)

سورہ ہود

أَعُوذُ بِاللَّهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ
 وَهُوَ الَّذِي خَلَقَ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضَ فِي سِتَّةِ أَيَّامٍ وَكَانَ
 عَرْشُهُ عَلَى الْمَاءِ لِيَبْلُوَكُمْ أَيُّكُمْ أَحْسَنُ عَمَلًا وَلَئِنْ قُلْتُمْ
 إِنَّكُمْ مَبْعُوثُونَ مِنْ بَعْدِ الْمَوْتِ لَيَقُولَنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا إِنْ هَذَا
 إِلَّا سِحْرٌ مُبِينٌ ۝ وَلَئِنْ أَخَّرْنَا عَنْهُمُ الْعَذَابَ إِلَى أُمَّةٍ
 مَعْدُودَةٍ لَيَقُولُنَّ مَا يَحْبِسُهُ ۝ أَلَا يَوْمَ يَأْتِيهِمْ لَيْلٌ مَصْرُوفًا
 عَنْهُمْ وَفَاقَ بِهِمْ مَا كَانُوا بِهِ يَسْتَهْزِئُونَ ۝ رَوَدَقَ اللَّهُ الْعَلِيِّ
 الْعَظِيمِ (هُود ٤٤، ٤٥)

میرے محترم بھائیو اور بزرگو! اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل و کرم سے آج پھر
 ہم کو قرآن کریم سننے اور سنانے کے لئے اکٹھا فرمایا۔ اللہ مجھے بھی آپ کو
 بھی اس سعادت سے محروم نہ فرمائیں اور اللہ ہم سب کو عمل کی توفیق عطا
 فرمائیں۔

یہ سب بھائیو! مسلمان کی سب سے بڑی غرض یہی ہونی چاہیے کہ اللہ
 کے دین کی بات کو سنے اور سنانے۔ ہماری زندگی میں بہت سے ایسے
 کام ہیں جو کچھ بالکل ہیں کچھ بالذات ہیں۔ یعنی کچھ مقصود حقیقی ہیں اور

کچھ اُن کے اسباب ہیں۔ ہیں تو وہ سارے کے سارے اسباب لیکن ہماری دنیاوی زندگی کے اعتبار سے بھی کچھ ایسے کام ہیں جو اسباب ہیں اور کچھ ہمارے مقصود ہیں۔ جیسا کہ محنت کرنا، مزدوری کرنا، ملازمت کرنا کھینٹی باری کرنا۔ یہ سب اسباب ہیں، ان سے مقصد اپنا پیٹ پالنا ہے اسی طرح مسلمان کی زندگی دنیاوی اعتبار سے اسباب کی زندگی ہے اور مقصود مسلمان کا کیا ہے؟ اللہ کی رضا۔ تو تھوڑا سا وقت بھی انسان کو اگر اللہ کے دین کے لئے میسر ہو جائے تو اُس پر خداوندِ قدوس کا شکر ادا کرنا چاہیے۔ ہر چیز کا بدل، ہر چیز کا عوض مل سکتا ہے لیکن اللہ تعالیٰ کی معیت، رب العالمین کے حضور پیش ہو جانا، تھوڑی دیر کے لئے بھی اللہ تعالیٰ کے سامنے اپنے آپ کو پیش کر دینا، عقیدے کے اعتبار سے یہ بہت بڑی نعمت ہے۔ اگر یہ فوت ہو جائے تو میرے بھائیو اور بزرگو! اس کا پھر بدل نہیں ملتا۔ تو اللہ تعالیٰ کی کریمی ہے، اُس کا خصوصی احسان ہے مجھ جیسے گنہگار پر بھی اور آپ بھائیوں پر بھی کہ اللہ تعالیٰ ہمیں مہینے میں ایک دفعہ قرآن سننے اور سنانے کے لئے اکٹھا فرمادیتے ہیں اللہ اس میں مزید بیکت پیدا فرمائیں، اللہ ہم کو اس درس کی صحیح طور پر قرار اور وقعت حاصل کرنے کی توفیق عطا فرمائیں۔

حضرت عمرانؑ ایک صحابی ہیں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بڑے اونچے درجے کے صحابی ہیں جن کے ساتھ فرشتے آکر سامنے ملاقات کیا کرتے تھے۔ مدینہ منورہ میں حضرت عمرانؑ کے ساتھ فرشتے

آ کر ملاقات کرتے تھے اور دوسرے لوگ بھی آ کر پیر دیکھا کرتے تھے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ثنوتِ شجرت سے صحابہ میں بہت سی صفات نبویہ منتقل ہو چکی تھیں جیسا کہ حضرت عمران کے متعلق میں نے ابھی عرض کیا کہ وہ بڑے اونچے درجے کے صحابی ہیں، ملائکہ آپ کے ساتھ آ کر سامنے لوگوں کے ملاقات کرتے تھے، لوگ دیکھتے تھے۔

حضرت وحید کلبی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابی ہیں، جبریل ابن عمرو ان کی شکل میں جناب محمد رسول اللہ کے پاس آیا کرتے تھے۔ تو اللہ تعالیٰ نے صحابہ کرام کو بہت بڑا ثنوت عطا فرمایا۔ حضرت عمران حضورؐ کی خدمت میں تشریف فرما تھے کہ آپ کے پاس ایک وفد آیا، ایک بات پوچھنے کے لئے، اور وہ ابھی جو ایک آیت آنے والی ہے، اس کی تشریح تھی۔ پوچھا صدویر اور صلی اللہ علیہ وسلم سے سائلین نے کہ اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم یہ جیسا، سناری کا سات نہ تھے تو اللہ تعالیٰ کیاں تھا؟ یہ سوال بطور حجت کے تھا، تحقیق کرنی مقصود نہ تھی۔ وہاں میں بہت سے سوال ایسے کئے جاتے ہیں بطور حجت بازی کے، اس لئے قرآن کریم نے بہت سے سوال کرنے سے روکا ہے۔ اور اس سوال کرنے کی اجازت وہاں ہے جس کا تعلق انسان کے دین کے ساتھ ہو۔

قرآن مجید میں آتا ہے اللہ تعالیٰ عز و اسم نے صحابہ کرام سے ارشاد فرمایا، انہوں نے حضور سے پوچھا (سورۃ بقرہ میں ہے) یَسْأَلُكَ عَنِ الْآهِلِ الْبَيْتِ (بقرہ ۱۸۹) یہ جناب سے پوچھتے ہیں چاندوں کے متعلق

صحابہ کرام کے سوال کا منشاء یہ تھا کہ یہ چاند کبھی ہلال ہوتا ہے کبھی بدر بن جانا ہے، کبھی قمر ہوتا ہے، کبھی چھوٹا کبھی بڑا، اس میں حکمت کیا ہے

از روئے فلسفہ اور از روئے علم الافلاک، بمقصد یہ تھا۔ قرآن نے جو اس میں ارشاد فرمایا **قُلْ هِيَ مَوَاقِيتُ لِلنَّاسِ** (بقرہ ۱۸۹) آپ فرمادیں گے کہ چاند کے فائدے پوچھئے، چاند جو ہے یہ مہقات ہے بہت بڑا کیلنڈر ہے لوگوں کو وقت بتانے کا، **وَلَيْسَ الْبِرَّ بِاَنْ تَنَالُوا الْبَيْوتَ مِنْ ظُهُورِهَا وَاتَّكِرَ الْبَوْمَ مِنَ النَّجْيِ وَأَنْتُمْ الْبَيْوتَ مِنْ أَسْوَاقِهَا** (بقرہ ۱۷۵) اس کا نام نیکی نہیں ہے کہ تم مکانوں کی پیٹھوں کی طرف سے آؤ۔ یعنی ایسے سوال نہ کرو جن کا تعلق تمہارے دین کے ساتھ نہیں ہے۔

سوال وہ کرو جن کا تعلق تمہارے دین کے ساتھ ہے۔ جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وحی کے علمبردار تھے۔ اللہ تعالیٰ نے جو وحی انسانی نجات کے لئے نازل فرمائی اس کے آخری اور کامل پیغام پر آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہیں۔ اس لئے صحابہ کرام نے حضور سے دین کے معاملات بہت کم پوچھے ہیں۔ جو حضور نے فرمایا اس پر عمل کیا۔ غیر مسلم لوگ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ایسی باتیں پوچھا کرتے تھے جیسا کہ روح کے متعلق پوچھتے تھے **يَسْأَلُونَكَ عَنِ الشُّرُوحِ طُفْلِ الشُّرُوحِ مِنْ أَسْوَدِيٍّ وَمَا أُوتِيتُمْ مِنَ الْعِلْمِ إِلَّا قَلِيلًا** (بنی اسرائیل ۷۵) اسی طرح اس بات کے متعلق بھی سوال کیا۔ صحابہ کرام سچے ہوئے تھے۔ ایک وفد آیا کہ اے اللہ کے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم، جب یہ ساری کائناتانہ کھنسی تو اللہ تعالیٰ کہاں تھا؟

یہ ایک حجتِ بازمی کا سوال ہے۔

امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ، جن کو امام اعظم کہا جاتا ہے، ہمارے احناف کے ہاں ان کا بڑا بلند مقام اور بہت بڑا درجہ ہے۔ ہمارے قانونِ حنفی کے مقننِ اعظم رحمۃ اللہ علیہ، جن کے متعلق بعض لوگ آج کل یہ مشہور کر رہے ہیں کہ امام ابو حنیفہ جو تھے وہ عقل کو نقل پر ترجیح دیتے تھے۔ یہ کتنا بڑا الزام ہے آپ کے خلاف۔ آپ کے زمانے میں بھی دہریوں نے آپ کے متعلق یہ کہا تو آپ نے جواب میں فرمایا کہ دیکھئے میرے متعلق جو لوگ یہ کہتے ہیں کہ میں عقل کو نقل پر ترجیح دیتا ہوں، نقل سے مراد کیا ہے؟ اللہ کی بات اور اللہ کے نبی جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بات، تو اس پر کسی بنیاد کو کسی امتی کو یہ حق کیسے پہنچ سکتا ہے کہ وہ اپنی رائے کو ترجیح دے امت کا تو مفہوم ہی یہ ہے کہ اپنے نبی کو امام اور قائد مانے۔

امام سے پہلے جانے والے کی تو نماز ہی نہیں ہوتی۔ مقتدی کو یہ حق نہیں پہنچتا کہ وہ امام سے پہلے جائے۔ اسی لئے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا اپنی ایک حدیث میں کہ جو آدمی امام سے پہلے رکوع اور سجدے میں جاتا ہے، مجھے ڈر لگتا ہے کہ اس کی شکل گدھے کی نہ ہو جائے۔ (ترمذی میں حدیث ہے)

جو آدمی اس امام سے جو امام الانبیاء کی خاک پا کا بھی درجہ نہیں رکھتا ہمارے چند وقتوں کا امام ہوتا ہے اس کو ہم امام بناتے ہیں نماز کے لئے، اس امام سے بھی آگے رکوع سجدے میں جانے کے لئے حضور نے منع فرمایا

فرمایا کہ جو آدمی امام سے پہلے رکوع میں جائے مقتدی ہے بہت پانڈھی ہے
 پیچھے اس امام کے " اب امام ابھی کھڑا ہے، یہ رکوع میں پہلے چلا گیا، امام
 ابھی بیٹھا ہے یہ مسجد کے میں پہلے چلا گیا، تو فرمایا مجھے ڈر محسوس ہوتا
 ہے کہ اس کی شکل کہیں گدھے کی سی نہ ہو جائے کیونکہ گدھے میں یہ حماقت ہے
 حماقت اور بیوقوفی گدھے کے متعلق مشہور ہے، تو یہ حماقت کی بات کر رہا
 ہے میرے بھائیو! اس معمولی امام سے آگے جانے کی ہمیں اجازت نہیں
 تو وہ جو امام الانبیاء ہیں جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کی بات،
 پر ہماری بات کرنا یہ تو کچھ مقام ہی نہیں رکھتا۔ بلکہ بہت بڑی بے دینی ہے۔
 تو امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ جو آپ میں فرمایا کہ دیکھئے اگر میں اپنی عقل کو ترجیح
 دیتا نظر کے مقابلے میں تو (آپ نے چند مثالیں بیان فرمائیں) — یہ سب تمہید
 قرآن ہی کے متعلق ہے اور اس کا تعلق قرآن کے درس کے ساتھ ہی ہے، یہ
 ساری مجلس درس قرآن کی ہے اللہ تعالیٰ اسے قبول فرمائیں۔ جو بات میرے
 بزرگوں وین کے لئے ہو اس کے سارے مالہ ما علیہ سب ویثی ہی جاتے ہیں۔
 جو آدمی گھر سے وضو کر کے نکلے مسجد میں آئے نماز کے لئے، اس کا وضو کر کے
 راستے میں آنا یہ بھی نماز میں شمار کیا جاتا ہے۔ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم
 فرماتے ہیں کہ جو آدمی جہاد کے لئے اپنا گھوڑا خریدے، اور اگر جہاد نہ بھی
 کیا ہو، قیمت جہاد کی تھی، قیامت کے دن وہ گھوڑا بھی بلکہ اس گھوڑے
 کی لید اور پیشاب تک نامہ اعمال میں تو لاجائے گا، میزان عمل میں اس کو
 سعادت ملے گی۔ تو آپ بھائی جس طرح دورہ راز سے تشریف لاتے ہیں

آج ہمارے کچھ بھائی پشاور سے تشریف لائے، ایبٹ آباد سے تشریف لائے
 اللہ ان کے آنے کو اپنی رحمت کے لئے قبول فرمائے۔ یہ دین ہی کے لئے
 تو آئے ہیں، یہاں اور کیا رکھا ہے؟ دین کی چند باتیں یہ گنہگار کہہ دیتا ہے
 اور آپ حضرات ان کو سنتے ہیں۔ اللہ یہیں صحیح عمل کی توفیق عطا فرمائے۔
 تو امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ اگر میں عقل کو عقل پر ترجیح دیتا
 تو بتائیے عورت زیادہ ضعیف ہے کہ مرد کمزور ہے؟ سب جانتے ہیں
 کہ عورت زیادہ کمزور ہے مرد کے مقابلے میں۔ قرآن مجید نے کہا کہ اگر باپ مر
 جائے اس کا ایک بیٹا رہ جائے۔ ایک بیٹی رہ جائے
 تو بیٹی کو کتنا حصہ ملے گا؟ ایک بیٹے کو دو۔ فرمایا میں اگر عقل کو ترجیح دیتا
 تو کہتا کہ بیٹی کو دو ملیں بیٹے کو ایک ملے کیونکہ بیٹی کمزور ہے۔ لیکن میں عقل
 کو ترجیح نہیں دیتا۔ آپ کے زمانے میں ایسے بڑے مباحثے ہوئے۔ آپ
 سے ایک دفعہ پوچھا گیا، دہریوں نے چند سوال کئے، ان میں ایک سوال یہ
 بھی تھا کہ اللہ تعالیٰ سے پہلے کیا تھا؟ آپ بہت بڑے صاحب فہم و فراست
 گذرے ہیں۔ آپ نے فرمایا دیکھو تم گنتی کرو۔ ایک۔ دو۔ تین۔ چار۔ اس
 نے گنتی شروع کی۔ فرمایا ایک۔ سے پہلے ذرا گنو کیا ہے؟ اس نے کہا
 جی ایک سے پہلے تو کچھ بھی نہیں۔ فرمایا پھر اللہ سے پہلے کیا ہو سکتا ہے
 هُوَ الْاَوَّلُ وَالْاٰخِرُ وَالظَّاهِرُ وَالْبَاطِنُ۔ تو حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم
 سے بھی آکر سوال کیا ایک وفد نے کہ اللہ کے نبی باخوب کائنات ساری
 موجود نہ تھیں تو اللہ تعالیٰ کہاں تھے؟ حضور پر جواب دے رہے تھے

حضرت عمران فرماتے ہیں کہ میں حضورؐ کی مجلس میں بیٹھا ہوا تھا کہ مجھے میرے ایک دوست نے آکر بتلایا کہ تیری اونٹنی کہیں گم ہو گئی ہے۔ تو میں اس فکر میں اٹھ کر چلا گیا۔ وہ اونٹنی تو ملی یا نہ ملی، وہ تو الگ مسئلہ ہے، فرمایا جتنی دیر میں امام الانبیاء کی اس دینی مجلس سے غیر حاضر رہا عمر بھر مجھے افسوس رہا کہ وہ اونٹنی گم ہو جاتی تباہ ہو جاتی بر باد ہو جاتی، لیکن وہ محفل مبارک جس میں امام الانبیاء قرآن کریم کی ایک آیت کو حل فرما رہے تھے، میں اس سے نہ اٹھتا تو یہ اچھی بات ہوتی حالانکہ آپ صحابی ہیں۔

تومیرے بھائیو! آپ بھی خوش نصیب ہیں، اسقدر نشہ میں بھی اپنے آپ کو آپ کی وجہ سے سعادت مند سمجھتا ہوں کہ ہم مہینے میں کم از کم ایک مرتبہ قرآن سننے سننے کے لئے اکٹھے ہو جاتے ہیں۔

آج سورت ہود کے پہلے رکوع کی آخری دو آیتیں تلاوت کی گئی ہیں۔ میں چاہتا ہوں کہ آج یہ سورت ختم ہو جائے کیونکہ اکتوبر ۱۹۶۷ء سے یہ سورت شروع ہے۔ قرآن تو اللہ کا کلام ہے اسے جتنی بھی تشریح کے ساتھ بیان کیا جائے یہ اپنے آپ کو خود کھولتا چلا جاتا ہے۔

ارشاد فرمایا: وَهُوَ الَّذِي خَلَقَ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضَ فِي سِتَّةِ أَيَّامٍ۔ اور اللہ وہی ذات ہے جس نے بنایا آسمانوں کو اور زمین کو چھ دنوں میں۔ سورت بقرہ میں اور دوسری چند سورتوں میں اس کی تفصیل گزر چکی ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنے علم اور اپنی وسعت اقتدار کو بیان فرماتے ہیں کہ مجھے تم کچھ معمولی حقیقت نہ سمجھو۔ ساری کائنات کا خالق میں آسمانوں

کائیں بنانے والا، زمینوں کائیں بنانے والا، ساری کائنات میں میرا ہی تصرف اور میرا ہی حکم چلتا ہے۔ آسمانوں اور زمین کو میں نے بنایا پھر دن میں چھ دن "سے کیا مراد ہے؟ علماء و تفسیر نے اس کی تشریح تو بہت لمبی کی ہے خلاصہ یہ سمجھ لیجئے، جہاں تک ہمارا خیال ناقص ہے، اکابر سے سنا، یہ بات سمجھائی یوں کہ جتنا جلدی بن سکے، ہمارے مخاورے میں ایک ہفتہ بڑا معمولی سمجھا جاتا ہے، تو فرمایا کہ میں نے زمینوں اور آسمان کو بہت جلدی بنایا کیونکہ اللہ تعالیٰ کے ہاں تو کسی چیز کا احتیاج نہیں، اِذَا قَضَىٰ أَمْرًا فَإِنَّمَا يَقُولُ لَهُ كُنْ فَيَكُونُ (بقرہ ۲۵۵) جب کسی بات کو وہ کرنا چاہیں، وہ فرمائیں "ہو" وہ بس ہو جاتی ہے، وہاں تو لمبی چوڑی بات ہی نہیں تو یہ میرے آپ کے سمجھانے کے لئے فرمایا کہ جتنا کام تم چھ دنوں میں کر سکو میں نے اس کائنات کو اتنا جلدی بنایا کہ اس سے جلدی اور ہو ہی نہیں سکتا میں نے کُن کہا، ساری کائنات بن گئی۔

وَكَانَ عَرْشُهُ عَلَى السَّمَاءِ اُورِزِمِن اور آسمان کی اس تخلیق سے پہلے جو ہم دیکھ رہے ہیں، اللہ کا عرش پانی پر تھا۔ کیا مقصد؟ کہ ساری کائنات آج جو علم الافلاک، علم ریاضیات اور علم طبقات الارض پر بحث ہو رہی ہے۔ قرآن مجید میں یہ سارے علوم موجود ہیں۔ یہ غلط کسی کے کہہ دیا ویسے کہ قرآن مجید ہمیں ترقی سے روکتا ہے۔ قرآن مجید ہمیں علوم سائنس سے روکتا ہے، یہ کس نے کہا؟ خواہ مخواہ اسلام کے خلاف بھائی یہ تو الزام ہے قرآن مجید نے تو ہمیں سکھایا دینا بھی حاصل کرو، دین بھی حاصل کرو، قرآن

تو یہ فرماتا ہے کہ خدا کے باغی نہ بنو۔ خدا کے منکر نہ بنو، دین کے مخالف نہ بنو۔ قرآن
کبھی ترقی کے راستے میں رکاوٹ نہیں، قرآن تو وہ سب سے پہلی کتاب ہے
جس نے یہود اور نصاریٰ کو، ہنود کو اور دنیا کی ساری قوموں کو ترقی کے
زینے بتائے، ترقی کی طرف ان کو راغب کیا اور قرآن کا احسان تو دنیا کی
قوم کبھی اتار ہی نہیں سکتی۔ کوئی قوم بھی۔ مگر افسوس تو یہ ہے کہ آج
ہم مسلمان بعض کہلانے والے یوں کہہ دیا کرتے ہیں کہ اسلام یا قرآن ترقی
کے راستے میں رکاوٹ ہے۔ میرے بزرگ قرآن اور اسلام ترقی کے راستے رکاوٹ
نہیں۔ میں صرف ایک چھوٹی سی پاستر عرض کر دیتا ہوں۔ دیکھئے آج ۱۸۷۰
سال ہو چکے ہیں۔ جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہجرت کو حضورؐ
نے جب مکہ مکرمہ چھوڑا اور مدینہ منورہ تشریف لائے جہاں سے اسلامی
فتوحات شروع ہوتی ہیں تو یوں سمجھ لیجئے چودہ سو سال اسلام کو ہو گئے
میرے بزرگ اور میرے بھائیو! تو دین ایک ایسے ملک میں شروع ہوتا
ہے جس ملک میں اس زمانے کے مطابق کوئی ترقی نہیں تھی، سو اب میں اس
زمانے کے مطابق بھی کوئی ترقی نہیں تھی، یعنی وہ لوگ جو کہنا نہیں جانتے
تھے، پڑھنا نہیں جانتے تھے، جن کے ہاں کوئی خاص سیاسی شعور اور
تمدن نہیں تھا، وہاں ایک دین نے اپنا ظہور کیا یعنی دین ظاہر ہوا اور
میرے بزرگ وہ دین چودہ سو سال کی عمر طے کر آیا، اس چودہ سو سال
کے زمانے میں دین نے کتنے انقلاب دیکھے، کتنے مقابلے ہوئے، کتنی
تخلیفات برداشت کیں لیکن دین چلتا چلتا آج یہاں پہنچ گیا، ساری دنیا

ساری دنیا میں آج تقریباً اسی کروڑ انسان پڑھتے ہیں لا اِلهَ اِلا اللہ محمد رسول اللہ
تو اسلام اگر ترقی کے راستے میں روڑے اٹکاتا تو اتنی لمبی عمر پاتا؟ مومن
سے مثال ہے میرے بھائی! کسی آدمی سے آپ پوچھتے ہیں بتا بھائی
تیری عمر کتنی ہے؟ وہ کہتا ہے جی میری عمر ۲۰ سال ہے یعنی پہلے رہنے
کا آج تو ہم چالیس سے آگے نہیں پڑھتے، جو ہماری خوراکیں ہیں،
ہمارے اعمال ہیں، یہ اعمال تو ہمارے بھائی ہمیں تباہ کر رہے ہیں،
اسی لئے حضور انور فرماتے ہیں، یاد رکھو میرے بزرگو! تمہاری درازی
کا جو مسئلہ ہے وہ بھی حضور نے حل فرمایا، آپ فرماتے ہیں لَا يَزِيدُ
فِي الْعُمُرِ إِلَّا الْبِسْرُ۔ نیکی عمر بڑھاتی ہے۔ عمر بڑھانے کا مطلب کیا ہے عمر
میں برکتیں نیکی سے پیدا ہوتی ہیں۔ آج جو ہم بد اعمالیوں میں پھنسے ہوئے
ہیں اس سے ہماری زندگی لمبی کیسے ہو سکتی ہے؟ بد اعمالیاں تو انسان
کے اعمال کو خراب کرتی ہیں اور اعمال کا اثر پھر زندگی پر پڑتا ہے، زندگی
پھر بے نور اور بے برکت ہو جاتی ہے، صحتیں پھر گر جاتی ہیں۔ صحت
اور زندگی اسی کی تو انارہتی ہے میرے بھائی! جو اللہ تعالیٰ کی اطاعت
کرے، تو اللہ تعالیٰ کی اطاعت تو آپ جانتے ہیں آج جتنی ہم میں

ہے۔

بہر حال میں عرض یہ کر رہا ہوں کہ آپ کسی سے پوچھیں تیری کتنی
عمر ہے؟ وہ کہہ دے "جی میری عمر ۲۰ سال ہے" بھائی تیری
آنکھ ٹھیک ہے؟ "جی ہاں آنکھ مجھی ٹھیک ہے، ٹانگ بھی

ٹھیک ہے، کان بھٹی ٹھیک ہیں، میں چلتا بھی ٹھیک ہوں۔ پھر آپ اس پر یہ حکم لگا سکتے ہیں کہ تو پیدائشی بیمار ہے، اگر وہ پیدائشی بیمار ہوتا تو ۲۰ سال عمر پوری کر لیتا، ابھی تک وہ تو اتنا ہے۔ اگر میرے بزرگ کو اسلام ترقی کے راستے میں روڑے اٹکاتا، اسلام زمانے کے ساتھ نہ چل سکتا تو چودہ سو سال تک لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ بھی باقی نہ رہتا۔ یہ دلیل ہے اسلام کے بقا کی۔ اسلام ترقی کے راستے میں روڑے نہیں اٹکاتا، اسلام تو اس "ترقی" کے راستے میں روڑے اٹکاتا ہے جو خدا سے باغی کرے، اللہ کی مخلوق استہزاء کے ڈالے۔ اسلام واقعی اس "ترقی" کے راستے میں روڑے اٹکاتا ہے، اس میں کوئی شک نہیں ہے۔ اسلام چوروں کے راستے میں روڑے اٹکاتا ہے، اسلام باغیوں کے راستے میں روڑے اٹکاتا ہے جو مسلمان اللہ کا مطیع اور شکرانہ بردار ہیں اسلام اس کے راستے میں روڑے نہیں اٹکاتا۔

میں عرض یہ کر رہا ہوں کہ قرآن یہ فرماتا ہے کَانَ عَرَشُهُ عَلَى السَّمَاءِ۔ اس کائنات کے پیدا کرنے سے پہلے اس ہیبت کرائی سے پہلے اللہ کا عرش پانی پر تھا۔ کیا مطلب؟ کہ یہ ساری کائنات پانی ہی پانی تھی اور زمین کو بعد میں تخلیق کیا گیا، جیسا کہ ہمارا پرانا عقیدہ ہے۔ مسلمانوں کا کہنا ہے پہلے مکہ مکرمہ بنہاں پر بیت اللہ شریف ہے جہاں کچھ حاجی لوگ پہنچ چکے ہیں، کچھ جانے والے ہیں اللہ ان کے حج قبول فرمائے، حج بردار نصیب فرمائے، اللہ مجھے اور آپ کو بھی

یہ سعادت نصیب فرمائے تو وہاں بیت اللہ شریف کے اندر ایک کٹنا
 سا لگا ہوا ہے اُسے کہتے ہیں فَاتُ الْاَرْضِ یعنی دنیا کی ناف۔ اب
 بھی وہاں پر یہ محاورے کے طور پر مشہور ہے کہ یہ سب سے پہلے زمین
 وہاں سے خشک ہوئی ہے جہاں پر بیت اللہ شریف ہے۔ بیت اللہ
 کے اندر ایک نشان سا موجود ہے۔ تو زمین اور آسمان کی اس تخلیق سے
 پہلے ساری کائنات پر پانی ہی پانی تھا۔ تو اللہ فرماتے ہیں میرا عرش
 یعنی میری حکومت پانی پر مبنی اس میں لطیف اشارہ ہے کہ میری قدرت
 اور میری تخلیق کا تم مقابلہ نہیں کر سکتے۔ پس نے پانی سے ہی ساری کائنات
 بنا دی۔ وَجَعَلْنَا مِنَ الْمَاءِ كُلَّ شَيْءٍ حَيٍّ۔ تم پانی پر کسی چیز کی بنیاد رکھو
 ایک منٹ میں نیچے آ رہے گی۔ اول تو تم رکھ ہی نہیں سکتے۔ کوئی دریا
 کے درمیان مکان بنا سکتا ہے؟ فرمایا میں نے پانی سے ساری کائنات
 کو بنا دیا۔ جو پانی عنصر لطیف ہے، اپنے وجود کو باقی نہیں رکھ سکتا
 آپ پانی کا ایک قطرہ ڈالیں زمین پر، وہ بہہ جاتا ہے، قطرہ قطرے
 کی ہی شکل میں نہیں رہ سکتا۔ تو اللہ فرماتے ہیں میری تخلیق کو تم دیکھو
 کہ میں کتنا بڑا خالق ہوں، خالق عظیم ہوں کہ میں نے پانی سے ساری کائنات
 بنا دی، زمین بنائی، یہ زمین میں جو کچھ تم دیکھتے ہو، پودے، شجر و حجر،
 بلکہ پہاڑ تک پانی سے بنتے ہیں، ان کی تہ میں بھی پانی ہوتا ہے۔ اور
 میرے بزرگو! میں آپ کس سے بنے ہیں؟ هَلْ آتَى عَلَى الْاِنْسَانِ حِينٌ
 مِّنَ الدَّهْرِ لَمْ يَكُنْ شَيْئًا مِّنْ ذُرِّيَّةٍ اَوْ اِنَّا خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ

مِنْ نَظْفِهِ أَمْشَاجٍ مِّنْ نَّبْتِ لَيْلِهِ نَجَعَلْنَاهُ سَبِيْعًا يَصِيْرًا (الدھر علیہ ۲)

فرمایا میری عظیم قدرت کا تم کیا مقابلہ کر سکتے ہو، میں نے ساری کائنات کو

بنایا، زمین کو بنایا، آسمان کو بنایا۔ اور پانی سے بنایا۔ اور پھر تم کو میں نے

بنایا، تم کو میں نے اپنا خلیفہ بنایا، اور یہ ساری کائنات میں نے تمہارے لئے

بنائی۔ تَخَلَقَ لَكُمْ مَّا فِي الْأَرْضِ حَبِيْبًا ثُمَّ اسْتَوَىٰ إِلَى السَّمَاءِ

(البقرہ ۲۹) سب کچھ جو زمین میں ہے میں نے تمہارے لئے بنایا، سَخَّرَ

لَكُمْ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ دَائِبِيْنَ وَسَخَّرَ لَكُمْ الَّيْلَ وَالنَّهَارَ

را بواہیم ۳۳) فرمایا میں نے تمہارے لئے رات بنائی، دن بنایا، چاند

بنایا، سورج بنایا اور میں نے تمہارے لئے دریا جاری کئے، پہاڑ بنائے

ساری کائنات تمہارے لئے بنائی۔ فرمایا وَإِن تَعُدُّوا نِعْمَتِيَ الَّذِي لَا

تُحْصُوْنَهَا إِن الْإِنْسَانَ لَظَلُوْمًا كَفَّارًا (ابواہیم ۳۲) اگر تم میری

نعمتوں کو گنتے لگو تو تمہاری طاقت نہیں ہے کہ گن بھی سکو، بے شک

انسان بہت بڑا ظالم ہے اور بہت بڑا ناشکر ہے۔

تو یہ پھر بنایا کیوں؟ تمہیں مجھے کیوں بنایا؟ ساری کائنات کو کیوں

بنایا؟ تعوذ باللہ کیا خدا کیساتھ چاہتا تھا؟ ارشاد فرمایا، نہیں، لَيْسَ لَكُمْ

أَيْكُمْ أَحْسَنُ سَلَاطٍ یہ ساری کائنات میں نے اس لئے بنائی تاکہ

اے انسانو! تمہارا امتحان لیا جائے ظاہری طور پر، اَيْكُمْ أَحْسَنُ سَلَاطٍ

تم میں سے کون سے تمہیں کے عمل سب سے بہتر ہیں؟ تمہاری عمل زندگی

میرے حکم کے مطابق ہے یا مخالف ہے؟ اس لئے میں نے ساری کائنات
 بنائی، تم کو میں نے خلافت دی کہ تم زمین پر آ کر میرے خلیفے بنو گے یا میرے
 باغی بنو گے، میرے مطیع خلیفے بنو گے یا میرے باغی خلیفے بنو گے،
 اور پھر فرمایا میں تمہیں یونہی نہیں چھوڑ دوں گا، تمہارا کیا خیال ہے
 کہ یہ ساری کائنات ہم کھاپی لیں گے اور پھر ہمیں اللہ نہیں پوچھے گا؟
 فرمایا، نہیں، تمہارا یہ خیال غلط ہے۔ اس لئے ارشاد فرمایا: **وَلَمَّا قُلْتَ**
اُدْرِبْ اٰیۡتِیۡنِیۡ اِنْ سِیۡئِلُوۡنِیۡ عَنْہٗ فَاٰیۡتِیۡنِیۡ فَاٰیۡتِیۡنِیۡ اور جب آپ ان سے یوں فرمادیتے ہیں **اِنَّکُمْ مَّبْعُوۡتُوۡنَ مِنْۢ بَعْدِ**
الْمَوۡتِ، اے دنیا والو! اسے اس لئے کہ تم ضرور اٹھائے جاؤ گے موت
 کے بعد، کیونکہ تم سے اللہ نے امتحان لینا ہے، حساب لینا ہے۔

یہ بیانات بعد الموت کا مسئلہ اسی لئے ہے۔ آپ دیکھتے ہیں سورت
 فاتحہ کے درس میں تفصیل کے ساتھ گزر چکا ہے، ہم اللہ کے حضور جو
 دعائیں کرتے ہیں، اللہ تعالیٰ کی جو حمد و ثنا کرتے ہیں، **الرَّحْمٰنِ الرَّحِیۡمِ**
 اور ساتھ پھر یہ بھی اقرار کرتے ہیں **طَلَبِ یَوْمِ الدِّیۡنِ** اللہ کے
 کے دن کا مالک ہے۔ یعنی خدا کی رحیمیت، خدا کی رحمانیت اس
 میں کوئی شک نہیں ہے، لیکن اللہ نے ایک وقت مقرر کیا ہے
 ہم سے امتحان لینے کا، ہمارا حساب لینے کا، اور وہ وقت کونسا ہے
بَعْدَ الْمَوۡتِ۔ موت کے بعد جب یہ ہماری زندگی ہماری زندگی ختم ہو جائے
 گی، اس ڈھانچے کو جب ہم ختم کرنا سمجھ لیں گے، دنیا والے سمجھیں گے
 کہ ختم ہو چکے ہیں، فرمایا، نہیں، اب میرے سامنے تم آؤ گے اور میں

موت کے بعد تمہارے اعمال کا سبب کروں گا اِنَّكُمْ تَعْبُدُوْنَ مِنْ اَنْدَرِ
 السَّمَوَاتِ۔ یہاں لفظ فرمایا میرے بزرگوار مِنْ اَنْدَرِ السَّمَوَاتِ تم انھماؤ جاؤ گے
 موت کے بعد، اور ہمارا عقیدہ ہے علماء اہل سنت والجماعت کا، اور میرے
 اور قرآن کی روشنی میں، کہ ہماری جیسا تمہارے دو حصے ہیں ایک جیسا تمہارے قبر
 کی حیات اور ایک حیات ہے قیامت کی حیات۔ قبر کی جو حیات ہے وہ بھی
 قیامت کا پہلا زینہ ہے۔

حضرت علی کریم اللہ ورحمہ فرماتے ہیں قرآن مجید کی جو سورت نکلا کر ہے۔
 اَلْمُتَّقِمِينَ لِكُلِّ نَفْسٍ زُرَّتْ مَقَابِرُهُمْ ۗ كَلَّا سَوَّاتُ لَعَلَّكُمْ ۗ
 ثُمَّ كَلَّا سَوَّاتُ لَعَلَّكُمْ ۗ كَلَّا تَوَكَّلُونَ عَلَ الْيَقِينِ ۗ لَنْ تَرَى
 وَنَّ الْجَحِيمِ ۗ لَنْ تَرَىٰ نَوْمًا عَيْنَ الْيَقِينِ ۗ ثُمَّ لَنْ تُسْأَلَنَ
 يَوْمَئِذٍ عَنِ النَّعِيمِ ۗ (پ) فرمایا حضرت علی کریم اللہ ورحمہ نے کہ
 اس سورت کے نزول کے بعد ہم کو تو قبر کی زندگی پر پورا یقین حاصل ہو
 گیا۔ قبر کی زندگی مرنے کے بعد جو زندگی ہے، قیامت کے پہلے
 جسے قرآن نے بزرخ فرمایا دَمِينٌ وَاٰیٰتِہٖم بَزُوْجِہٖم اٰیٰتِہٖم یَوْمَئِذٍ
 وَالسُّورَتِہٖم مَّا یُؤْمِنُ بِہَا یَوْمَئِذٍ ۗ ہمارے آنکھوں سے پردہ ہو جاتا ہے
 اندر حساب لگا رہتا ہے۔ فرمایا کہ اس زندگی پر ہمیں پورا یقین ہو گیا جب
 سویرت نکلا تو نازل ہوئی۔ اور قرآن مجید نے صاف فرمایا میرے بزرگوار
 اَنْتُمْ کُلُّكُمْ اَعْمٰلُکُمْ ۗ اَسْءَلُکُمْ اَنْتُمْ کُلُّکُمْ مَّا کُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ۗ لَنْ تَرَىٰ
 مَالِیَ کَثْرَتِہٖم ۗ اَعْمٰلُہُمْ کَثْرَتِہُمْ ۗ دُنْیَاہُمْ جَاہٌ وَّجَلَالِہُمْ لَنْ تَرَىٰ

اَلْهٰكُم مِّمَّيْزِ ذِكْرِ غَافِلٍ كَرِيْمٍ هِيَ - تو اتنا اس میں پھنس جاؤ گے
 کہ مجھے چھوڑ بیٹھتا ہے، خالق کے ذکر کو چھوڑ کر مخلوق کے ذکر میں پھنس
 جانا ہے حالانکہ خالق کو نہیں چھوڑنا چاہیے۔ مخلوق تو اسی لئے ہے کہ خالق
 یاد آئے۔ تو فرمایا اَلْهٰكُم مِّمَّيْزِ ذِكْرِ غَافِلٍ كَرِيْمٍ هِيَ مِمَّيْزِ ذِكْرِ
 تَكَاثُرِ مَالٍ كِي كَثْرَتِ كِي طَلِبِ، اولاد کی کثرت کی طلب، رات دن دنیاوی
 جاہ و جلال کی فکر کی طلب سَحْتِي زُرْتُمُ الْمَقَابِرُ یہاں تک تم قبروں میں
 پہنچ جاؤ گے۔ قبروں تک تم ان باتوں کو نہیں چھوڑتے۔ فرمایا قبروں میں
 پھر کیا ہوتا ہے؟ کَلَّا يَادْرِكُوْهُ كَلَّا كَالْمِمْسِكِ تَبْدِيْهِ كَلَّا
 يَادْرِكُوْهُ سَوُوْتٌ تَعْلَمُوْنَ ؕ تم ضرور جان لو گے۔ ثُمَّ كَلَّا سَوُوْتٌ
 تَعْلَمُوْنَ ؕ پھر یاد رکھو تم ضرور جان لو گے۔ یہ دو دفعہ فرمایا حضرت علی
 کرم اللہ وجہہ فرماتے ہیں سَوُوْتٌ تَعْلَمُوْنَ جو پہلی مرتبہ فرمایا فی قُبُوْرِكُمْ
 اپنی قبروں میں جان لو گے کہ اللہ کے نبی نے جو کچھ فرمایا تھا وہ بالکل
 ٹھیک تھا۔ اور دوسرا ثُمَّ كَلَّا سَوُوْتٌ تَعْلَمُوْنَ ؕ یہ قیامت کے
 دن کے متعلق فرمایا۔ اور پھر جو آگے فرمایا لَتَشْرُوْنَ الْجَحِيْمَ ؕ تم یقیناً
 اس دوزخ کو جسے تم نقشے پر ڈھونڈتے ہو، جہنم فیہ میں تلاش کرتے ہو
 اس دوزخ کو تم اپنی آنکھوں سے دیکھ لو گے۔ ثُمَّ لَتَشْرُوْنَ نَّهَا عَيْنِ الْيَقِيْنِ
 اور پھر قیامت کے دن تو پورے یقین کے ساتھ دیکھ لو گے۔ (اللہ مجھے
 آپسے کو جہنم سے بچائے، ہمارے یقین میں اللہ تعالیٰ قوت پیدا فرمائے)

ہمارا تو بھائی یقین ہے کہ موت کے بعد زندگی ہے۔ اور میرے بزرگوار
یہی ایک یقین ہے جس سے کہ بیماری اخلاقی اصلاح ہو سکتی ہے۔ آپ
ہزارا بناتے رہیں دستور، کون مانٹے دستوروں کو۔

کیا اقوام متحدہ کے منشور میں انسانی احترام کا دستور نہیں ہے؟ کیا
وہاں پر حقوق انسانی کے ادارے نہیں ہیں؟ مگر آج دیکھ لیں کیا ہورہا
ہے دہشت نام ہیں۔ انسانوں پر آگ برسائی جا رہی ہے، انسانوں کے
خون کی ندیاں بہ رہی ہیں۔ اور صرف کس لئے؟ ذاتی اقتدار کے لئے

مجھے پتہ نہیں مان لیا جائے۔ یہ وہ لوگ ہیں جو اسلام پر الزام لگاتے تھے
کہ اسلام تلوار کے زور سے پھیلا ہے۔ حالانکہ محمد رسول اللہ صلی اللہ

علیہ وسلم کے آپ دیکھیں احکام جو آپ نے بطور فاتح اعظم اپنی فوجوں کو
دئے ہیں، رخصت کاروں اور صحابہ کو دئے ہیں۔ فرمایا لَا تَقْتُلُوا وَاٰلِهٰدًا،

خبردار! کسی بچے کو نہ مارنا، وَلَا اَمْرًا، نہ کسی عورت کو مارنا وَلَا
تَقْتُلُوا مَرْمٰتًا، نہ کسی زیادہ بیمار کو مارنا، وَلَا شَيْخًا نہ کسی بوڑھے

کو مارنا۔ دیکھ لو۔ فرمایا دیکھنا مسلمان کا ہاتھ کبھی نہ اٹھے کسی بچے
پر، مسلمان کا ہاتھ کبھی نہ اٹھے کسی عورت پر، مسلمان کا ہاتھ کبھی

نہ اٹھے کسی بوڑھے پر، مسلمان کا ہاتھ کبھی نہ اٹھے کسی بیمار پر،
خوان وہ دین کا مخالف ہی کیوں نہ ہو۔ اِلَّا اَنْ يَكُوْنَ ذٰمًا اِي۔

ہاں جنگ میں رائے دینے والا ہے، وہ سیاسی شرارتی ہے، تو پھر
اس کو تم رگڑ سکتے ہو، لیکن ویسے کفر کی بنیاد پر کسی بوڑھے کو موت مارو

کسی بچے کو دست مارو، کسی عورت کو دست مارو، کسی بیمار کو دست مارو۔
 آج مجھے بتایا جائے وہیت نام میں تمیز ہوتی ہے اس بات کی؟
 کاش! کہ مسلمان آج بھی اگر سمجھ لے کہ ہمارے قائد ہمارے رہنما،
 قرآن و سنت ہیں۔ ہمارے رہنما جناب محمد رسول اللہ ہیں، ہمارے
 رہنما صحابہ کرام ہیں، ہمارے رہنما ہمارے اپنے امام ہیں۔ ہمارے علماء
 ہیں۔ جنہوں نے ہمارے لئے دین کی تدوین کی، تو آج بھی ہم کچھ نہ کچھ
 سمجھ سکتے ہیں۔ اگر یہ سمجھیں کہ ہمارے رہنما یہ ہیں تو بھائی یہ کیا رہنا ہیں؟
 یہ کیا رہنا ہے؟ انسانیت کے قائل، انسانیت کو ذبح کرنے والے
 پادریوں کے پیچھے بزرگو! مسلمان کا سب سے بڑا اعتماد جناب محمد رسول اللہ
 کی ذات پر ہے۔ اور صحابہ کرام پر اعتماد ہو، قرآن پر اعتماد ہو، تو پھر میرے
 بزرگو! یہ ساری ہماری گتھیاں سلجھ سکتی ہیں (اللہ ہمیں صحیح شعور نصیب
 فرمائے)

تو فرمایا، وَلَٰكِنْ قُلْتُمْ لَا يَكْفُرُ قَبْلُكُمْ وَكُنْتُمْ مِنَ الْغٰفِلِينَ۔
 اور جب آپ کہہ دیں گے ان سے کہ اے انسانو! تم موت کے بعد
 اٹھائے جاؤ گے۔ تو کیا ہوگا؟ كَيْقُولَنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا اِنْ هٰذَا اِلَّا
 بَشْرٌ مِّثْلُ بَشَرٍ۔ یہ کافر فوراً کہہ دیں گے کہ یہ تو کھلا جادو ہے۔ کیا
 مطلب؟ کہ یا تو آپ کی بات ایسی ہے کہ مسلمانوں پر اثر کرتی ہے، جادو
 ہے، اور یا پھر اس کے کہ یہ تو جادو گری ہی ہے کہ مرد جسے ہم اپنے
 ماتھے سے دفن کرتے ہیں، ہمارے سامنے پڑنے پڑنے ہو جاتا ہے

راکھ ہو جاتا ہے، مٹی کا ڈھیر بن جاتا ہے، ہڈیاں ہو جاتا ہے، وہ پھر
 زندہ ہو گا، اِنَّ هٰذَا اِلَّا سَحَابٌ مَّيِّیْنٌ ۝ یہ تو پھر بڑی جاو و گری

کی بات ہے (نعوذ باللہ)

علیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جب یہودیوں کو معجزات دکھائے

جن میں مردوں کا زندہ کرنا بھی تھا تو انہوں نے بھی یہی کہا تھا اِنَّ هٰذَا

اِلَّا سَحَابٌ مَّيِّیْنٌ ۝ یہ علیؑ جو یا میں پیش کر رہا ہے یہ تو کھلا ہوا جاو و گری ہے۔

تو فرمایا کہ موت کے بعد حیات سے موت کے بعد حیات پھر سے

بھائی اگر یقین ہو جائے (اللہ مجھے آپ کو یقین نصیب فرمائے) تو پھر ساری

ساری گتھیاں سلجھ سکتی ہیں عرب کے کافر ابوموسیٰؓ صلی اللہ علیہ وسلم

پر جو اور امتراضات کرتے تھے ان میں ایک بات یہ بھی تھی، وہ کہتے تھے

کہ اگر آپ واقعہ خدا کے پیچھے رسول ہیں تو خدا سے کہہ دیں ہم پر عذاب

نازل کرے۔ جب انسان نظر ہو جاتا ہے، جب انسان بائنی اور سرکش

ہو جاتا ہے تو وہ نعوذ باللہ ثم لعوذ باللہ خداوند تعالیٰ کے دامن میں

بھی ہاتھ ڈالنا شروع کر دیتا ہے۔ کلمے کے کافروں میں گستاخی اور

بے ادبی تو حد سے زیادہ تھی۔ اس کا قرآن نے جو اسباب دیا کہ ان سے کہہ

دیکھئے کہ جلدی نہ کرو، میرا عذاب آئے گا۔ اس عذاب کا ایک وقت ہوتا

ہے جب وہ آتا ہے تو کسی کے ٹلنے سے ملتا نہیں۔

وَلٰكِن اٰخِرُ نَاعْتِهِمُ الْقَدَابُ اِلٰی اُمَّةٍ مَّعْدُوْدَةٍ —

و کین — اور اگر آخر بنا بیچھے کر دیں ہم، عنتہم، ان لوگوں سے عذاب

وہ عذاب جو یہ مانگتے ہیں اِلَىٰ اُمَّةٍ مَّعْدُوْدَةٍ ایک مقرر وقت تک
 کہتے۔ لفظ اُمَّةٍ قرآن میں بہت سے معانی کے لئے آتا ہے
 لفظ اُمَّةٍ کا معنی اُمت بھی ہے۔ اُمت سے مراد دو قسم کی اُمتیں لی
 جاتی ہیں ایک اُمت اجابت ہے، ایک اُمت دعوت ہے۔

جس کو نبی دعوت دے، وہ ہوتی ہے اُمت دعوت۔ اور جو نبی کو
 قبول کرے وہ ہوتی ہے اُمت اجابت، ساری کائنات محمد رسول اللہ
 کی اُمت دعوت ہے۔ حضور نے سب انسانوں کو فرمایا عَلٰیٰ يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ
 اِنِّیْ رَسُوْلُ اللّٰهِ اَلِیْکُمْ جَمِیْعًا ط سارے انسان حضور کی اُمت دعوت
 ہیں کہیں جن لوگوں کے پڑھا ہے لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ وہ ہیں اُمت
 اجابت۔

تو لفظ اُمَّةٍ آتا ہے ایک تو اُمت کے معنوں میں۔ نبی کے پیروکاروں
 کو اُمت کہا جاتا ہے۔ اور لفظ اُمَّةٍ کا معنی میرے بزرگ و اقاوند اور
 امام بھی ہے۔ اِنِّیْ اِسْرَآءِیْمَ کَانَ اُمَّةً رَّالْحَمْلِ عَنَّا) ابراہیم علیہ السلام
 اُمت تھے۔ یعنی ابراہیم علیہ السلام امام تھے، رہا تھے، قائد تھے، اور لفظ
 اُمَّةٍ کا معنی آتا ہے مدت بھی۔ وَادَّکَّرَ بَعْدَ اُمَّةٍ (یوسف ۷۵)
 قرآن سمجھنے کے طریقے ہیں (اللہ مجھے آپ کو ان طریقوں سے شناسا
 فرمائے) یہ نہیں ہے کہ میٹرک فیل ہوا اور قرآن کی "تفسیر" لکھ دی
 نامعلوم ہم یہ کیوں ایسی حرکتیں کرتے ہیں (اللہ ہمارے حالوں پر رحم و کرم
 فرمائے)

میرے بزرگوار گھڑی سازی کے لئے گھڑی سازی کا فن سیکھنا
 ضروری ہے۔ درزی بننے کے لئے درزیوں کا فن سیکھنا ضروری ہے
 موچی بننے کے لئے موچیوں کا فن سیکھنا ضروری ہے۔ تو بھائی قرآن
 کی تفسیر کے لئے کسی قاعدے کی ضرورت نہیں ہے؛ یہ ویسے ہی تشریح
 کر دیا جائے گا؛ صحابہ کے حالات پڑھیں، رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے اٹھ اٹھ
 سال گزارے ہیں صرف سورہ بقرہ کے سمجھنے میں جو وہ چودہ سال گزارے
 ہیں ایک آیت کی تشریح طلب کرنے میں۔ اور قرآن مجید واقعی اس قابل
 کتاب ہے کہ اس میں سازی زندگی بھی اگر صورت کر دی جائے تو وہ تھوڑی

نو اُمّۃ کا معنی میرے بزرگوار ایک آنا ہے "وقت" بھی جیسا قرآن
 تشریح میں آتا ہے سورت یوسف میں کہ وہ جو یوسف علیہ السلام کے
 ساتھ شریک تھے قیدی جس نے نجات پائی۔ اور آیت کے فرمایا تھا کبھی میری
 ضرورت پڑے تو میرا نام لے لینا۔ جب میرے مصر کے خواب دیکھا
 تھا تو اس "قیدی" نے خیال کیا تھا، سورت یوسف میں آتا ہے
 وَذَكَرَ بَعْدَ اُمَّةٍ اَنَا اَنْتُمْ بِتَاوِيلِهِ قَدْ سَلَوْنَ ه (یوسف)
 وَقَالَ الَّذِي رَجَا مِنْهُمَا، اور وہ جو قید خانے میں یوسف علیہ السلام
 کے ساتھ دو قیدی تھے، ان میں سے ایک تو پچاسی لگا گیا، ایک پانچ لگا
 گیا جب میرے مصر سے اپنے مہربانوں کا ذکر کیا اپنے وزراء کے سامنے
 اپنے مہربانوں کے سامنے تو اس کو وہ پانچ یاد آئی وَذَكَرَ بَعْدَ اُمَّةٍ

کافی زمانہ گزرنے کے بعد خیال آیا کہ اُقُو! یوسف علیہ السلام نے تو مجھے فرمایا
 تھا کہ اگر کبھی تعبیر خواب کی ضرورت پڑے تو میں حاضر ہوں۔ تو اس نے
 پھر کہہ دیا کہ میں تمہیں بتاتا ہوں کہ خواب کی تعبیر کیا ہے، مجھے تم یوسف کے
 پاس بھیجو (علیہ السلام)۔ تو وہاں کسی لفظ اُتے کا معنی کیا ہے؟ مدت
 یہاں بھی لفظ اُتے کا معنی کیا ہے؟ مدت۔

فرمایا اگر میں کسی مجرم سے کسی خطا کا رستہ اپنے عذاب کو پیچھے کر دوں
 تو وہ خوشی نہ مناسے (اللہ مجھے آپ کو اپنے عذابوں سے بچائے)۔ بھائی
 جب ہم گناہ کرتے ہیں، خدا کی نافرمانی کرتے ہیں، تو اس کے پھر عذاب کی دو
 صورتیں ہوتی ہیں میرے بولے گا کہ کبھی تو فوراً اللہ کی طرف سے تنبیہ کر دی
 جاتی ہے۔ اور میں تو عرض کرتا ہوں وہ خوش نصیب ہے جس نے جوئی
 گناہ کیا، فوراً تنبیہ ہو گئی، تاکہ آئندہ گناہ سے بچ جائے، اور جس کو لمبی مدت
 دی گئی وَأَمَلِي كَصَفَا اِن كَيْدِي صَيْنِي ۵ (اعراف ۱۸۳) میں لمبی
 مدت دے دیتا ہوں۔ اِن كَيْدِي صَيْنِي پھیری تدبیر بڑی سحت ہے۔ تو
 جس مجرم کو جس خطا کا رکو، جس گنہگار کو تو بہ کرنے کی بھی توفیق نہ ہو اور
 خدا کی طرف سے کوئی عذاب بھی نہ آئے تو وہ سمجھ لے میرا کوئی سحت بندوبست
 ہو رہا ہے۔ اور جس مجرم کو خطا کے بعد فوراً تنبیہ ہو جائے، فوراً سنبھل
 جائے، فوراً کوئی سزا مل جائے، تو وہ سمجھ لے کہ میرا خدا مجھ سے راضی ہے۔
 اللہ نے مجھے تنبیہ کر دی تاکہ میں آئندہ گناہ سے بچ جاؤں۔ تو اس لئے فرمایا
 میں جو کسی مدت سے، کسی قوم سے، کسی فرد سے عذاب کو پیچھے

کر دیتا ہوں تو اس میں دو صورتیں ہوتی ہیں۔ ایک تو یہ وجہ ہوتی ہے کہ میں
 مہلت دیتا ہوں کہ یہ توبہ کیلئے۔ چنانچہ موت تک میرے بھائی، توبہ
 کا دروازہ کھلا رہتا ہے۔ لیکن موت کا انتظار نہ ہو کہ توبہ کرنا چاہیے۔ وہ
 مشہور حدیث بھی ہے (مجھے اب پتہ نہیں کہ حدیث ہے یا نہیں
 ممکن ہے حدیث نہ ہو قول ہے)

عَجِّلُوا بِالْمَوْتِ قَبْلَ الْمَوْتِ
 وَعَجِّلُوا بِالْمَوْتِ قَبْلَ الْمَوْتِ

اگر حدیث ہے تو ٹھیک ہے۔ مگر میں فی الحال اس کو حدیث نہیں کہتا
 ممکن ہے حدیث نہ ہو اور میں کہہ دوں حدیث ہے تو یہ بہت بڑا جرم ہے
 امام الانبیاء فرماتے ہیں (صلی اللہ علیہ وسلم) کہ جو آدمی میرے متعلق وہ
 بات کہے جو میں نے نہیں کہی تو اسے چاہیے کہ اپنے آپ کو جہنم کے لئے
 تیار رکھے۔ بہر حال مشہور یہ ہے کہ

عَجِّلُوا بِالْمَوْتِ قَبْلَ الْمَوْتِ
 وَعَجِّلُوا بِالْمَوْتِ قَبْلَ الْمَوْتِ

کہ نازکے نقصان ہونے سے پہلے ناز پڑھ لو۔ یعنی جلد دعا پڑھ لو۔ اور
 موت کے آنے سے پہلے توبہ کر لو۔ اس بات کے انتظار میں نہ رہو کہ جب
 موت آئے گی تو پھر میں توبہ کروں گا۔ کیا پتہ جب تیری موت آئے تو
 کس حال میں ہو (اللہ سب بیماریوں کو شفا بخشنے) آج تو آپ دیکھتے ہیں
 کتنے کتنے دن تک نہیں بند ہو جاتی ہیں، کتنے کتنے دنوں تک بدن

معدّل پڑا رہتا ہے۔ حرکت نہیں ہوتی، تین تین، چار چار سال تک زمین
 پر، چار پانچ پر لاش پڑی رہتی ہے۔ کھیتیاں نہیں مار سکتا، زبان نہیں چلا
 سکتا۔ وہ زبان جو چالیس سال، پچاس سال تک لغویات کہتی رہی اور
 اس زبان سے کلمہ نہ پڑھا، محمد رسول اللہ پر درود نہ پڑھا، وہ پھر پڑھنا
 چاہتی ہے، خدا پھر پڑھنے نہیں دیتے۔ اللہ میری آپ کی زبانوں کو قیامت
 تک متحرک رکھے (یعنی قبر میں بھی آدمی ذکر کرتا ہے۔ میں نے ویسے ہی قیامت
 کا لفظ کہہ دیا۔ جن کا جو مشغل دنیا میں ہوتا ہے وہ پھر قبر میں بھی رہتا ہے
 وہ مشغل پھر قیامت تک رہتا ہے۔

مضور الودار شاد و شرماتے ہیں کہ کَمَا تَمُوتُونَ تُحْشَرُونَ ط جس حال میں
 تم مر گے اسی حال میں تم اٹھائے جاؤ گے۔ کتنا پیارا ارشاد ہے۔ اگر تم
 مر گئے خدا کی یاد میں، خدا کے ذکر میں، تمہاری موت کے وقت لا الہ الا اللہ
 محمد رسول اللہ تمہاری زبان پر جاری رہا تو یاد رکھو جب تم قبروں سے
 اٹھو گے اس وقت بھی تم کلمہ پڑھتے ہو گے اٹھو گے اور ویسے بیماری کی
 حالت میں انسان معذور رہتا ہے اگر زندگی میں عادت ہو میرے بھائی
 تو بیماری کی وجہ سے اس عبادت میں تصور نہیں ہوتا۔ اللہ کے نبی جناب
 محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس انسان کو کسی نیکی کی عادت
 ہو صحت میں اور پھر بیماری کی وجہ سے وہ نیکی کی وہ عادت پوری نہ کر
 سکے تو بیماری میں بھی اس کو وہی اجر ملتا رہتا ہے۔ مثلاً ایک آدمی کی عادت
 ہے کہ وہ نماز باجماعت پڑھتا ہے، ایک بچی یا بہاری بہن کی عادت

ہے کہ وہ روزانہ صبح کے وقت قرآن کی تلاوت کرتی ہے، اگر وہ بیمار ہو جائے، قرآن کی تلاوت نہ کر سکے یا وہ بھائی بیمار ہو جائے نماز یا جماعت نہ پڑھ سکے تو اس کو اپنی چار پائی پر بھی نماز یا جماعت کا ثواب ملے گا۔
 تو اس طرح ایک آدمی نے اگر ہمیشہ ذکر کیا اللہ کا ذکر کیا حضور علیہ السلام پر درود پڑھا، قرآن کی تلاوت کی، لیکن بیماری کی وجہ سے موت سے پہلے زبان بند ہو گئی، دماغ پر فالج پڑ گیا (اللہ بیماریوں کو شفا بخشنے) تو وہ یقین رکھے کہ اس کی موت، ذکر کی حیثیت سے لکھی جائے گی اور قیامت کے دن بھی وہ ذکر کی حیثیت سے اللہ کے حضور پہنچے گا۔

تو اس لئے فرمایا کہ میں عذاب میں جو تخفیف کرتا ہوں، عذاب کو جو تہمت دیتا ہوں، پیچھے کرتا ہوں۔ اور وہ ہے ایک اس وجہ سے کم ہو سکتا ہے یہ مجرم تائب ہو جائے اور کبھی کبھی اس میں پھر عذاب بھی ہوتا ہے کہ اگر وہ توبہ نہیں کرتا تو ابھی رہتی چھوڑ دی جاتی ہے پھر اللہ کی پکڑ اتنی سخت ہے کہ چونکہ یہ سوراختا ہو وہی ہے میرے بزرگو! اس لئے اس طرف اشارہ کیا دو قومیں، دو امتیں خوش نصیب گذری ہیں کہ عذاب سے بچ گئیں۔ نبی نکل گیا مگر پھر بھی عذاب سے بچ گئیں۔ میرے بزرگو! اور میرے بھائیو! میں ادیب سے درخواست کروں گا، کہ جس کسی کے گھر میں، محلے میں، کوچے میں، شہر میں

بستیوں میں، دو قسم کے انسان پائے جاتے ہیں ان کے وجود کو غنیمت سمجھا کریں۔ ایک علمائے عالمین، اللہ کے دین پر عمل کرنے والے نیک لوگ وہ غنیمت ہوتے ہیں، بہشت بڑی بڑی برکت ہوتی ہے شہر سے، محلے سے، گلی سے عالم ناراض ہو کر نکل جاتے، وہ بھلاؤ وہ گلی عذاب کا شکار ہو جاتی ہے۔ اور دوسرا، غریب لوگ، بیمار، مفلس، قلاش، نادان یہ غریب اور کمزور لوگ یہ بھی اللہ کی رحمت کے لئے بہت بڑا ایک مکر ہے۔

اہم الامور حیا، نے فرمایا **هَلْ تُنصِرُونَ وَ تُوذُّونَ الْاَيْدِ عَاذَ ضَعْفٍ كَثْرًا** فرمایا کہ تمہاری خداداد اس لئے کرتا ہے کہ کمزور تمہیں دعا میں دیتے ہیں، اللہ تمہیں رزق دیتا ہے، کمزور تمہارے لئے دعائیں کہتے ہیں تم نے اپنی کمائی میں سے کسی کو دوائے دے دئے اس لئے دعا کی، اللہ تم سے خوش ہو گیا۔ اللہ کے بندے کیا ہیں؟ اللہ کا یہ کلمہ ہے۔ جیسا کہ **حَافِي مَرْوَمِ** نے فرمایا ہے

پہلا سبق ہے کتابِ ہدی کا
کہ مخلوق ساری ہے کلمہ خدا کا

جب میرے بچے کے ساتھ کوئی احسان کیسے کرتا ہے اچھا لگے گا کہ میرے بچے کے ساتھ پیارا کیا پیارا کچھ ہونے کی شینہ سے۔ تو جب اللہ کی مخلوق کے ساتھ پیارا کیا جاتا ہے کہ یہ ہے غریب، بیمار، نادان، مفلس، قلاش، لیکن اس نبی کا کلمہ پڑھتا ہے جس نبی کو میں کلمہ پڑھتا ہوں

اللہ کی یہ مخلوق ہے، اس کے ساتھ جو احسان کیا جاتا ہے میرے بزرگو! اس کی دعاؤں سے خداوند قدوس بڑی برکتیں بھیجتے ہیں۔

تو یہ دو امتیں ایسی گذری ہیں جن امتوں سے نبی نکلے مگر وہ عذاب سے بچ گئیں۔ ایک قوم یونس۔ پہلے گذر چکا ہے فرمایا اَلَا قَوْمُ يُونُسَ
 ہی نکل جائے شہر سے ناراض ہو کر، پھر اس قوم کی اینٹ سے اینٹ بجا دی جاتی ہے۔ دیکھ لیں، قرآن سارا پڑھ لیں، یہی حال ہوا۔ ایک قوم یونس علیہ السلام جب یونس علیہ السلام نکل گئے اپنی قوم سے، تو اس قوم پر عذاب آنے والا تھا کہ حضرت یونس پھر واپس آگئے۔ وہ ایمان لے آئے تو اللہ نے ان کے ایمانوں کو قبول کیا۔ تو تم یونس عذاب سے بچ گئی۔

اور دوسری قوم ہے قریش کہ۔ جناب محمد رسول اللہ کی قوم۔ آٹھ سال تک محمد رسول اللہ کہہ چھوڑ کر چلے گئے، اللہ کے حکم سے حضور نکل گئے مکے کو چھوڑ کر چلے گئے، پھر منورہ تشریف لے گئے۔ تو آٹھ سال بھی کے ساتھ برسرِ پیکار رہی، لیکن یہ نبی کیا تھے؟ وَمَا كَانَ اللَّهُ لِيُعَذِّبَهُمْ وَأَنْتَ فِيهِمْ (الفالہ ۳) اے میرے حبیب! جس قوم میں آپ ہوں میں اُس کے کسے عذاب عمومی دوں؟ اللہ تعالیٰ نے اہل مکہ کو دولتِ ایمان بخشی، حضور حبیب فتح مکہ کے دن تشریف لائے تو مکے کے سارے لوگوں نے لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ پڑھا (سوائے چند آدمیوں کے، اور ان کو حضور نے قتل کیا اپنے ہاتھوں سے، وہ یا

ہیں ہی ہیں، باقی جو تھے وہ سارے مسلمان ہو گئے)

تو یہاں فرمایا وَلَئِن آخَرْنَا عَنْهُمْ الْعَذَابَ إِلَىٰ أُمَّةٍ مَّعْدُودَةٍ
 اگر تم سچھے بھی کر دین گے ان سے عذاب ایک وقت مقرر تک کے لئے
 تو پھر بھی یہ ہراسیتا تو نہیں پاتے، پھر بھی یہ گڑبڑ ہی کرتے ہیں۔
 لَيَقُولُنَّ مَا يَنْصُرُنَا بِهِ اللَّهُ بِرَبِّهِمْ أَلَا يَعْلَمُونَ مَا يَنْصُرُنَا بِهِ اللَّهُ بِرَبِّهِمْ أَلَا يَعْلَمُونَ
 انا ہے تو آجائے۔ فرمایا اگر انا مانگتے ہو تو ابھی چائے گا۔ اَلَا يَوْمَ يَأْتِيهِمْ
 لَيْسَ مَصْرُوفًا عَنْهُمْ يَدْرُسُكَ (الاکلم پھر تنبیہ کے لئے فرمایا)
 یاد رہے، یَوْمَ يَأْتِيهِمْ حِسْ دَلِ الْاِنَّا پرمیرا عذاب آجائے گا لَيْسَ
 مَصْرُوفًا عَنْهُمْ، پھر ان سے وہ عذاب نہ پھیرا جائے گا۔

چنانچہ غزوہ بدر ہیں عذاب آیا۔ ہم صحابہ کرام میں ہیں چھوٹے
 چھوٹے بچے بھی تھے اور گیارہ سو، یا بارہ سو، یا تیرہ سو، یا اس سے کم و
 بیش (سورۃ النفال کے دس ہیں گزر چکا ہے) مشرکین مکہ ہر قسم کے
 سادات سے مسلح اور لیس، انہوں نے حملہ کیا اور ادھر ہم صحابہ کرام
 جن میں نہ کسی کے پاس پورا سادان جنگ موجود، نہ کھانے پینے کا سادان
 چھوٹے چھوٹے بچے بھی اس میں شریک تھے۔ جیسا کہ غزوہ بدر کو آپ
 جانتے ہی ہیں۔ دو چھوٹے چھوٹے بچے تعلیم پھول معوذ اور معاذ نے ابو جہل
 جیسے کو بہنم نہ سید کیا۔ تو فرمایا کہ جب عذاب آئے گا تو عذاب تم سے
 ہٹے گا نہیں۔ چنانچہ عذاب آیا۔ بدر کے دن عذاب آیا میرے بزرگو!
 (اس میں اشارہ ہے عذاب بدر کی طرف عذاب یاد رہے) کیونکہ میں نے ابھی

عرض کیا کہ مکے کے لوگ بعد میں مسلمان ہو گئے تھے، اللہ ان سے راضی
 ہو گیا۔ قرآن شریف میں آتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے سورۃ حدید میں فرمایا
 کہ جن لوگوں نے فتح مکہ سے پہلے ایمان قبول کیا، ان کے درجات واقعی
 بہت بلند ہیں اور جن لوگوں نے فتح مکہ کے بعد ایمان قبول کیا ان کے درجات
 ان سے کم ہیں لیکن **كُلًّا وَعَدَّ اللَّهُ الْحُسْنَىٰ (الحديد: ۱۰) ان سب کے**
 ساتھ میں نے وعدہ کیا حُسنیٰ کا، بہتر سلوک کا، جنت کا۔ صحابہ سارے
 کے سارے عدول ہیں جس نے امام الایمان صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک منٹ
 پہلے بھی ایمان قبول کیا حضور کی زیارت کر کے، وہ بھی صحابی ہے جو دس
 سال حضور کی خدمت میں رہا وہ بھی صحابی ہے۔ صحابی کسے کہتے ہیں؟
 جس نے اپنی آنکھ سے دیکھا جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو سجدت
 ایمان، وہ صحابی ہے۔ **الصَّحَابَةُ كُلُّهَا عَدُولٌ**۔ امام شافعی کا مقولہ
 ہے فرمایا صحابہ سارے کے سارے عدول ہیں، ان کا بہت بڑا مقام ہے
 جن کو شرفِ صحبت حاصل ہے جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
 کے ساتھ۔ تو اس لئے یہ اشارہ ہے غزوہ بدر کی طرف، غزوہ بدر میں
 میرے بزرگوستر کا فرارے گئے اور ستر سے کچھ زیادہ گرفتار کئے
 گئے تھے۔ اس لئے فرمایا جب وہ عذاب آئے گا، اس محمد رسول اللہ
 کو تم بے دست و پا سمجھتے ہو، جن صحابہ کے ساتھ تم ٹٹھا کرتے ہو
 پہلے پار سے ہیں گذر چکا ہے وہ کہتے تھے **أَنْتُمْ كَمَا آهَتِ**
السُّفْهَاءُ (بقرہ: ۱۷۷) یہ بلال وغیرہ ہمارا کیا بگاڑ لیں گے، فسیرایا

یہی صحابہ ہوں گے، اللہ کی مدد ان کے ساتھ ہوگی کہ وہ تمہارا بدر میں
 کچھ مرنے والے ہیں گے۔ چنانچہ ستر کا فرما رہے گئے، ابو جہل کو دو تینیم بچوں
 نے مارا۔ تو ارشاد فرمایا اَلَا يَوْمَ يَا تَبِيتُهُمْ، یاد رہے جس دن ان پر عذاب
 آئے گا اس دنیا میں بھی، لَيْسَ مَضْرُوفًا عَنْهُمْ، وہ عذاب ان سے
 نہ ہٹے گا۔ ابو لہب پر بیماری مسلط کر دی گئی۔ اُس کے بدن میں ہر وقت
 آگ لگی رہتی تھی۔ ابو لہب یوں تہنم رسید ہوا۔ عذاب کی مختلف کیفیتیں
 ہوتی ہیں۔

وَصَاقِبِهِمْ مَّا كَانُوا بِهٖ يَسْتَرْزِعُوْنَ ۗ اور آپ کے گان پر
 وہ عذاب جس کے ساتھ یہ مٹھا کرتے ہیں۔ آج یہ مذاق سمجھتے ہیں کہ
 عذاب کیسے آسکتا ہے؟ عذاب سے پہلے ہم پیش بندی کر لیں گے یہ کہیں
 وہ کر لیں گے۔ میرے بھائی ابنا اب الہی کے لئے کوئی رکاوٹ نہیں ہو سکتی
 اللہ تعالیٰ جو چاہے میرے بزرگوں کو وہ کر لیتے ہیں، اللہ کے عذاب کو کوئی
 بھی نہیں روک سکتا۔ انسان کا اپنا ارادہ، انسان کی اپنی ساری قوتیں
 اور طاقتیں یہ فنا ہو جاتی ہیں۔

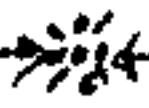
حضرت ثغیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ، اللہ تعالیٰ کے بہت بڑے
 ولی گذرے ہیں۔ صحابہ مذہب بھی تھے آپ، یہ فضیل ابن عیاض
 وغیرہ آپ کے شاگردوں میں سے ہیں۔ آپ عراق سے چلے گئے ہجرت
 کر کے۔ خلیفہ بغداد سے کہ ساتھ آپ کی کچھ کھٹ مٹ تھی۔ کھٹ مٹ
 کیا ہوتی ہے؟ اللہ سے کیا کہتے ہیں؟ وہ تو دشمنیں مانگتے ہیں۔ ان کی

کچھ ڈیوٹیاں ہوتی ہیں ان کو وہ ادا کرتے رہتے ہیں۔ تَامُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ
 وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ اللہ والے اور کیا کسی سے مانگتے ہیں؟ تو وہ
 مکہ مکرمہ تشریف لے گئے، خلیفہ بغداد سے ناراض ہو کر مکہ مکرمہ میں
 آپ بیت اللہ تشریف میں آرام فرمائے تھے کہ وہی خلیفہ بغداد حج کے
 ارادے سے جا رہا تھا اور اس نے اپنا قاصد پہلے بھیج دیا۔ بڑے غرور
 و گھمنڈ میں، کہ جا کر ثقیان ثوری سے کہہ دو کہ وہاں سے تونج کر آ گیا ہے،
 اب یہاں تجھے کون بچائے گا؟ اللہ کے بندوں کے ساتھ چھپڑنے کا
 فائدہ ہی کیا ہے؟ حضور کی صحیح حدیث ہے مَنْ عَادَى بِيٍّ وَ لِيًّا
 فَقَدْ اَدْبَتُهُ بِالْحَرْبِ جو میرے کسی ولی کے ساتھ دشمنی کرے گا، اس
 کا میرا اعلان جنگ ہے۔ اور پھر اللہ کے جو طریقے ہوتے ہیں فَاتَاهُمْ
 اللہ مِنْ حَيْثُ لَمْ يَحْتَسِبُوا (المحشر ۱۸) خدا وہاں سے آجاتا ہے
 جہاں سے گمان بھی نہیں ہوتا۔ وہ آجاتا ہے فرشتے آجاتے ہیں، عذاب
 آپہنچتا ہے، انسان سوچ بھی نہیں سکتا اللہ کے عذاب کے آنے کو۔
 تو ثقیان ثوری سے کہا گیا کہ وہ تو آ رہا ہے، کہتا ہے یہاں کون بچائے گا
 یہ وہ وقت تھا کہ آپ بیت اللہ تشریف کے باپِ حطیم کعبہ میں لیٹے ہوئے
 تھے اور آپ کے پاؤں فضیل ابن عیاض دبا رہے تھے۔ یہ بھی اللہ کے
 بہت بڑے ولی گذرے ہیں۔ فضیل ابن عیاض رحمۃ اللہ علیہ اور وہ
 روپڑے کے حضرت یہ خبر آئی تھی کہ وہ تو خلیفہ بغداد آ رہا ہے اور اس
 نے کہا ہے کہ میں یہاں نپٹ لوں گا منطہان ثوری کے ساتھ (مذاقاً کہا)

(حَقَّ بِهِنَّ مِمَّا كَانُوا بِهِنَّ يَنْتَظِرُونَ پرہات کر رہے ہوں)

آپ نے فرمایا کہ "اُسے آنے دو۔ ہو سکتا ہے اُس کا جنازہ میں پڑھا
دوں۔ اُسے تو دو اُسے" یہ کہا ثقبان ثوری، اللہ کے ولی نے، عظیم کعبہ میں
چنانچہ واقعی یہی ہوا ہوئی، راستے میں اونٹ بدکا، خلیفہ صاحب نیچے گرے
اور وہیں موت واقع ہو گئی اور اس اونٹ پر پھر خلیفہ کا تابوت پہنچا مکہ مکرمہ
میں، مسجد حرام میں۔ پھر سفیان ثوری نے ترس کھایا کہ اس نے میرے
ساتھ یہ کیا تھا، چلو اب اس کی دعائے مغفرت ہی کر لیں۔ اس خلیفہ ظالم کا
جنازہ پڑھایا سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ نے۔ حَقَّ بِهِنَّ مِمَّا كَانُوا بِهِنَّ
یَسْتَنْتِزُونَ جسے ہاتھ کے ساتھ ہم ٹھٹھا کرتے ہیں، اللہ فرماتے ہیں کہ
میرے حکموں کے ساتھ تم ٹھٹھا نہ کرو، میرے عذابوں کے ساتھ مذاق نہ کرو،
میرے دین کے ساتھ مذاق نہ کرو ورنہ دیکھ لو گے کہ میری پکڑ سے تمہیں کوئی
بھی نہیں بچا سکے گا۔

اللہ تعالیٰ مجھے آپ کو استہزاء بالمدین سے بچائے۔ آمین



پانچواں درس قرآن مجید

یکم محرم الحرام ۱۳۸۸ھ — اظہارِ مآرج ۱۹۶۸ء

اس درس میں مندرجہ ذیل علمی اور دینی فوائد آتے ہیں

- ۱۔ سورہ ہود کے خاتمہ اور سورہ یوسف کی ابتداء کا ربط
- ۲۔ آل حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مشابہت یوسف علیہ السلام سے
- ۳۔ قرآن مجید ساریے کا سارا بار ہی ہے۔
- ۴۔ قرآن وہی ہے جو عربی زبان میں ہے۔
- ۵۔ روایت میں بھی بالمعنی کی احتیاط
- ۶۔ قرآن من جانب اللہ ہے نہ کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے دل کی آواز
- ۷۔ عربی زبان اتحاد و ملت کا ذریعہ ہے۔
- ۸۔ اسلام کا قانون خصمانت
- ۹۔ قرآنی قصے صداقت نبوت کی دلیل ہیں

”واللہ الموفق“

سُورَةُ يُوسُفَ

أَعُوذُ بِاللَّهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ
 الرِّقْفَ تَلَفَّ أَيْتُ الْكِتَابِ الْمُبِينِ ۝ إِنَّا أَنْزَلْنَاهُ قُرْآنًا
 عَرَبِيًّا لَعَلَّكُمْ تَعْقِلُونَ ۝ نَحْنُ نَقُصُّ عَلَيْكَ أَحْسَنَ الْقَصَصِ
 بِمَا أَوْحَيْنَا إِلَيْكَ هَذَا الْقُرْآنَ ۝ وَإِنْ كُنْتَ مِنْ قَبْلِهِ لَمَنَّ
 الْغُفِيلِينَ ۝ صَدَقَ اللَّهُ الْعَلِيِّ الْعَظِيمِ

میرے بزرگو اور بھائیو! اللہ تعالیٰ کا احسان ہے کہ اسی کی دی ہوئی
 توفیق کے ساتھ آج ہم پھر چند بھائی اللہ کی بات سننے اور سنانے کے
 لئے اکٹھے ہیں۔ اللہ مجھے بھی اور آپ کو بھی عمل کی توفیق عطا فرمائے۔
 آج اپنے سابق نظام کے ماتحت سورت یوسف شروع ہو رہی ہے
 سورت یوسف کی ہے۔ یہ ہجرت سے پہلے نازل ہوئی ہے نبی کریم
 صلی اللہ علیہ وسلم پر۔ اس سورت کا نام سورت یوسف حضور نے اسی
 لئے تجویز فرمایا کہ اس سورت میں یوسف علیہ السلام کی زندگی کے پورے
 حالات، اُن کی ہجرت اور پھر اُن کا مصر پر حکمران ہونا اور دوسرے واقعات
 تفصیل کے ساتھ ایک جا موجود ہیں۔ اس لئے آج حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے

(جہاں تک ہم سمجھتے ہیں) اُس سورتِ مقدسہ کا نام سورتِ یوسف رکھا۔
 سورتِ ہود میں پہلی قوموں کی تباہیوں کے حالات اور واقعات تھے
 اور پھر آخر میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ نے تسلی دیتے ہوئے
 پیشین گوئی کے طور پر یہ بشارت دی کہ انجام کار آپ کامیاب ہوں گے۔
 آخر میں ارشاد فرمایا: **فَاعْبُدْهُ وَتَوَكَّلْ عَلَيْهِ وَمَا رَبُّكَ بِغَافِلٍ عَمَّا
 تَعْمَلُونَ** (ہود: ۱۲۳) میرے حبیب! آپ اللہ ہی کی عبادت کرتے
 رہیں۔ **وَتَوَكَّلْ عَلَيْهِ** اور نتیجے میں اللہ پر بھروسہ رکھیں۔ بندے کا کام ہے
 اللہ کی بات کو ماننا۔ چھوٹا بندہ ہو کہ بڑا بندہ ہو، عالم ہو کہ جاہل ہو، نبی ہو
 کہ غیر نبی ہو، جو بھی اللہ کا بندہ ہے، اس کا کام کیسا ہے؟ اللہ کی بات کو
 ماننا۔ اور نتیجہ؟ **وَتَوَكَّلْ عَلَيْهِ** اور بھروسہ آپ رکھیں اللہ پر نتیجے کے
 متعلق، نتیجہ ٹھیک نکلے گا۔ اور جو لوگ آپ کی مخالفت کرتے ہیں، ان کو
 خطاب کرتے ہوئے فرمایا: **وَمَا رَبُّكَ بِغَافِلٍ عَمَّا تَعْمَلُونَ** اسے میرے
 بندو! جو میری بات کو قبول نہیں کرتے، میرے نبی کی تعلیم کو تم نہیں مانتے
 میں تمہارے اعمال سے پوری طرح باخبر ہوں، تمہارے کردار کو میں دیکھ رہا
 ہوں۔

تو دو باتیں سورتِ ہود کے آخر میں ارشاد فرمائیں۔ ایک یہ بات ارشاد
 فرمائی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو، کہ آپ اپنے مقصد پر حسبِ سابق
 یقین رکھیں، جو آپ کا طرزِ عمل ہے یہ بالکل درست ہے اور نتیجے کے
 متعلق آپ میری ذات پر بھروسہ رکھیں، میں نتیجے کو بہتر طریقے پر ظاہر

کروں گا۔ سو ریت یوسف میں بھی میرے بھائیوں! اسی بات کو ارشاد فرمایا
 تاریخ شہادت کے طور پر میں اپنے کسی درس میں عرض کر چکا ہوں کہ قرآن
 مجید کی سورتوں کا، آیتوں کا، ہر سورت کی انتہا کا اور آگے آنے والی سورت
 کی ابتداء کا آپس میں ربط اور تعلق ہوتا ہے۔ سورت ہود کے آخر میں یہ
 فرمایا کہ بھروسہ آپ اللہ پر رکھیں۔ نتیجہ اللہ تعالیٰ ظاہر فرمادیں گے۔ سورت
 یوسف میں اس کی تاریخ شہادت بیان فرمائی کہ جو لوگ اللہ تعالیٰ کے احکام
 پر یقین رکھتے ہیں، خداوند قدوس کے فیصلے کو قبول کرتے ہیں، ان کا نتیجہ
 کامیاب ہوتا ہے۔ چنانچہ یوسف علیہ السلام کی زندگی کو پیش فرمایا کہ دیکھ
 لیجئے وہ بچہ جسے اس کے بھائیوں نے کنوئیں میں گرا دیا اور ان کی نیت یہ
 تھی **يَلْقَاهُ لَبِئْسَ لَبِئْسَ السَّيَّارَةِ اِنْ كُنْتُمْ فٰصِلِيْنَ** (یوسف منا)
 یہ ملک سے ہی نکل جائے گا، اسے کوئی لے جائے گا، وہ بروم فرشتی کا زمانہ،
 یہ کسی ملک میں جا کر بس جائے گا، زندگی ساری اسی کی غلامی میں گذر جائے گی
 کنوئیں میں پھینکنے والوں کے دم و گمان میں بھی یہ بات نہ تھی کہ یہ بچہ جسے ہم
 آج کنوئیں میں پھینک رہے ہیں، ایک وقت آئے گا کہ یہ مصر کا بادشاہ ہو
 گا اور ہم پھینکنے والے کا جزائے طریقہ پر درخواستیں لے کر غلے کے لئے اس
 کے پاس پہنچیں گے، جس کی زندگی کو ہم ختم کرنا چاہتے ہیں، وہ ہماری زندگی
 بڑھانے کا باعث بن جائے گا۔ عزیز مصر کے پاس جب یوسف علیہ السلام
 کے بھائی پہنچے تو غلے ہی کے لئے تو پہنچے، جس کو وہ مارنا چاہتے تھے، زندگی
 ختم کرنا چاہتے تھے، اپنی زندگی باقی رکھنے کے لئے پھر اسی کے پاس پہنچے۔

تو اللہ تعالیٰ نے سوریت یوسف میں اس بات کو اجاگر فرمایا، تاریخی شہادت کے طور پر پیش فرمایا کہ جو بندے میری باتوں پر یقین رکھتے ہیں وہ یوسف علیہ السلام کے واقعے کو دیکھ لیں کہ میں کس طرح یوسف علیہ الصلوٰۃ والسلام کو جسے بھائیوں نے دنیا سے ختم کرنا چاہا، میں نے باقی رکھا۔ اور نہ صرف باقی رکھا بلکہ میں نے اس کو ایک بہت بڑی وسیع مملکت دی، نبوت سے منہ فرار کیا، اور وہ کنوئیں میں پھینکنے والے عاجزانہ طریقے پر اس کے سامنے پیش ہوئے، معافی کے طلب گار ہوئے یہ شہادت پیش فرمائی۔

اس میں میرے بزرگوار میرے بھائیوں، اس طرف بھی اشارہ ہے کہ اے حبیب مکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم! آج جو آپ کو مکے میں چین نہیں لینے دیتے، آپ کے راستے روک رہے ہیں۔ آپ کے ساتھ ترک موالات کر رہے ہیں، بات چیت روک رہے ہیں اور ایک وقت آئے گا کہ یہ آپ کو مکے سے نکلنے پر مجبور کر دیں گے جس طرح یوسف علیہ السلام کو بھائیوں نے کنوئیں میں پھینک دیا یہ بھی آپ کے قتل کے منصوبے سے چھپیں گے، لیکن یاد رہے، میں آپ کو یہ بتا دینا چاہتا ہوں کہ یہی آپ کو مکے سے نکلنے والے، فتح مکہ کے دن آپ کے سامنے عاجزانہ طور پر درخواست لے کر پیش ہوں گے اور یہ درخواست کریں گے کہ اے محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہمیں معاف فرما دیجئے۔ چنانچہ امام اللہ علیہ وسلم جب

مکہ مکرمہ میں داخل ہوئے فتح مکہ کے بعد، تو حضور نے جو کچھ فرمایا وہ یہی تھا لَا أَشْرَؤُا لَآکُمْ قَالَ آخِ الصَّٰلِحِیْنَ، آج میں وہی کہتا ہوں جو میرے نیک بخت، بھائی یوسف علیہ السلام نے اپنے بھائیوں سے کہا تھا، لَا تَنْوِیْبَ عَلَیْکُمْ الْیَوْمَ ط آج تم پر کوئی گرفت نہیں، کوئی مواخذہ نہیں، یَغْفِرُ اللّٰهُ لَکُمْ اللّٰهُ نہیں معاف کرے۔ اور آپ نے فرمایا اَنْتُمْ الطَّلَاقِیْنَ ط اے مکے والو! تم سارے کے سارے آزاد ہو۔ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی زندگی کی مشابہت میں یہ بات ارشاد فرمائی، حضرت یوسف علیہ السلام کے ساتھ تشبیہ دی آپ نے کہ میں آج وہی کچھ کہتا ہوں جو مجھ سے پہلے آخِ الصَّٰلِحِیْنَ یوسف علیہ السلام کہہ چکے ہیں۔

تو یہ سورت یوسف کا ربط ہے۔ سورت ہود کے آخری کلمات کے ساتھ۔ سورت یوسف اللہ تعالیٰ کا وہ کلام مقدس ہے جس طرح اللہ تعالیٰ کے دوسرے کلام مقدس پر ہمیں ایمان لانا ضروری ہے اسی طرح میرے بھائی! اس پر بھی ہمیں ایمان لانا ضروری ہے۔ قرآن کا یہ حصہ ہے۔

کسی زمانے میں کچھ ایسے لوگ گذرے ہیں، پسند آدمی، کچھ ایسا فرقہ بے دینوں کا، انہوں نے کہا ہم باقی قرآن کو تو مانتے ہیں لیکن سورت یوسف کو نہیں مانتے، اس میں یوسف اور زلیخا کا قصہ ہے۔ ایسے بے دین بھی تو دنیا میں رہتے ہیں جو قرآن مجید کو اپنے عقل سے ناپتے ہیں

جمہور علمائے اسلام اور ائمۃ المسلمین اور سارے مسلمان روز اول سے لے کر آج تک قرآن مجید کو اللہ کا کلام سمجھتے ہیں اور سورت یوسف کو قرآن مجید کا حصہ سمجھتے ہیں۔

یوسف علیہ الصلوٰۃ والسلام کے حالات زندگی میں اللہ تعالیٰ نے وہ عبرتیں رکھیں جو عبرتیں میرے لئے، آپ کے لئے، اور اللہ کی بات پر یقین کرنے والوں کے لئے مشعل راہ ہیں۔ لہذا اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ سورت یوسف اور سورت مریم، یہ دو سورتیں اللہ تعالیٰ کے ان اس حد تک مکرّم اور معظم ہیں۔ یہ صرف برکات ہیں، فضائل کے طور پر۔ کہ اہل جنت جنت میں بھی ان کی تلاوت کریں گے۔ اور سورت یوسف کے متعلق بعض ائمہ تفسیر لے فرمایا کہ جو مغموم انسان، مصیبت زدہ انسان، پریشان حال انسان، سورت یوسف کی تلاوت کرتا ہے، اللہ تعالیٰ اس کی پریشانی کو دور فرما دیتے ہیں، اللہ تعالیٰ اسے سرور اور فرحت عطا فرماتے ہیں۔ آخر قرآن سارے کا سارا ہی تو شفا ہے۔

میرے بھائیو! اس سورت مقدسہ کو آکر کے ساتھ شروع کیا گیا ہے جو حروف مقطعات ہیں۔ میں شروع میں عرض کر چکا ہوں کہ حروف مقطعات ہیں سورتوں کے شروع میں آتے ہیں ان میں اس طرف اشارہ ہوتا ہے کہ ہو سکتا ہے اس سورت میں آنے والی بات سننے والوں کے ذہن میں نہ آسکے، وہ اس بات کو اپنے عقل کے

ساتھ نہ ہاں ہیں بلکہ جس طرح حروف مقطعات کے معانی وہ نہیں جانتے
لیکن پھر بھی جانتے ہیں کہ حروف مقطعات اللہ کا کلام ہے، اسی
طرح اس صورت میں آنے والا جو مضمون ہوگا، اس کے متعلق بھی
ان کو یقین رکھنا چاہیے کہ وہ بھی اللہ کی بات ہے اور وہ بات یوں پہنچ
ہے اگرچہ دنیا پر عقل میں وہ بات نہ آتی ہو۔

ابھی میں آپ کے سامنے عرض کر چکا کہ یوسف علیہ الصلوٰۃ والسلام کے
متعلق اگر آپ غالی الذہن ہو کر یوں سوچیں کہ وہ بچہ جس کو بھائی کنوئیں
میں چھینکا رہا ہے وہ کس طرح ایک ملک کا بادشاہ ہو سکتا
ہے؟ اور پھر کس طرح وہی بھائی اس کے سامنے یہ پوزہ گرمی
کی شکل میں جاسکتے ہیں؟ تو قرآن نے اشارہ فرمایا حروف مقطعات
لا کہ جس طرح تم کو اللہ کے کلام ہونے پر یقین ہے، اسی
طرح آنے والی بات کہ یوسف علیہ الصلوٰۃ والسلام کو حبس بھائیوں
نے کنوئیں میں چھینکا، وہ کنوئیں سے نکالے گئے، منہ کے بازو میں
جا کر بکے، وہاں پھر ان کو اللہ نے حکومت عطا کی، اللہ نے نبوت
عطا کی، یہ ساری باتیں ممکنات ہیں جن باتوں کو تم ناممکن
سمجھتے ہو وہ تمہارے احاطہ اثر میں تو ناممکن ہو سکتی ہیں لیکن وہ
اللہ جو علیٰ سبیل شہادۃ ہے، اس کے حضور میں کوئی بات
ناممکن نہیں۔ حروف مقطعات اس طرف اشارہ کر دیا کرتے ہیں۔
ارشاد فرمایا: قُلْ آيَةُ الْكِتَابِ الْمُبِينِ تو یہ جو کچھ تم سن رہے ہو

جو کچھ تم پر بھی پڑھی جائیگی، یہ قصہ نہیں ہے، یہ کہانی نہیں ہے
 یہ کوئی صورت تاریخی واقعہ نہیں ہے کہ اس کو یوں کہہ کر ٹال دیا
 جائے، بلکہ تِلْكَ آيَاتُ الْكِتَابِ الْمُبِينِ ﴿۲۶﴾ یہ سورہت پوسدھ
 کے جو واقعات اور حالات ہیں یہ آیات ہیں اس کتاب کی جو روشن
 کتاب ہے۔

میں ابھی عرض کر چکا ہوں کہ قرآن مجید کی ساری آیات خواہ میرے
 بزرگ کو وہ تاریخی شہادتیں ہوں، وہ کسی قوم کی تباہی کے حالات ہوں
 ان میں احکام ہوں، اوامر ہوں، نواہی ہوں، عجز نہیں ہوں، اہمال ہوں،
 کچھ بھی ہو جس کو ہم قرآن کہتے ہیں، جو ہمیں سنایا جناب محمد رسول اللہ
 صلی اللہ علیہ وسلم نے میرے بزرگ کو وہ سارے کا سارا قرآن ہے اور
 اس پر ایمان لانا ضروری ہے، فرض ہے۔ ہم یوں پہلو تہی نہیں کر
 سکتے کہ فلاں بات ہمارے ذہن میں نہیں آئی، یا فلاں بات چھٹی نہیں
 قرآن کریم آپ پڑھ لیجئے، کافروں نے حضور کے زمانے میں ایسی باتوں
 پر اعتراض کیا۔ اور یہ اعتراض جو تھا بدو لی کے ساتھ تھا، بے دینی
 کے ساتھ تھا۔ مثلاً سورہت بقرہ میں آتا ہے
 إِنَّ اللَّهَ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْكَافِرَ إِنَّ يَضْرِبُ مَثَلًا لِّمَا تَعْمَلُونَ فَمَا
 تَوْقِعُوا فَمَا أَلْزَمُوا الَّذِينَ آمَنُوا فَاعْلَمُوا أَنَّ اللَّهَ يَحْكُمُ بَيْنَ
 رَبِّهِمْ وَأَمَّا الَّذِينَ كَفَرُوا فَيَقُولُونَ مَاذَا أَرَادَ اللَّهُ بِهَذَا
 مَثَلًا (بقرہ ۲۶)

اللہ فرماتے ہیں کہ میں جو مثال دیتا ہوں محض ستر کی یا اس سے کم و بیش
 کی، یہ بھی ایک ابتلا ہے، یہ بھی ایک امتحان ہے، جو لوگ مومن
 ہیں، جو لوگ یقین والے ہیں، جو لوگ مجھ پر اور میرے نبی پر ایمان رکھتے
 ہیں وہ کیا کہتے ہیں؟ یَعْلَمُونَ أَنَّمَا أُنزِلَ مِنْ رَبِّهِمْ، وہ تو یقین
 رکھتے ہیں کہ جو کچھ کہا گیا یہ حق ہے ان کے رب کی طرف سے۔ وَ أَمَا
 الَّذِينَ كَفَرُوا، اور جو منکر ہیں، وہ محبت بازی کرتے ہوئے کہتے
 ہیں مَاذَا آدَا اللَّهُ بِهَذَا مَشَاطُطَ اللَّهِ، اس کو مثال دے کر
 کیا کہنا چاہا؟ یہ بھی کوئی مثال کی چیز تھی؟ معلوم ہوتا ہے قرآن مجید میں
 جو کچھ بھی آیا، اللہ نے جو کچھ بھی ارشاد فرمایا، خواہ وہ ہماری سمجھ میں
 آئے یا نہ آئے، ہم اس کو جس طریقے پر بھی دیکھیں ہمارے لئے لازم
 ہے کہ ہم اس کو اللہ کا کلام سمجھیں۔ اگر ہم نے اس میں ایک ذرہ برابر بھی
 کسی بیشی کی میرے بھائیوں تو جس طرح پورے قرآن کا انکار کفر ہے، ایک
 آیت کا، ایک کلمے کا، ایک کلمے کی حرکت کا انکار بھی کفر ہے۔ اس
 لئے فرمایا تِلْكَ آيَاتُ الْكِتَابِ الْمُبِينِ یہ یقین نہیں ہے یہ کہانی نہیں ہے
 تاریخ نہیں ہے، بلکہ آيَاتُ الْكِتَابِ الْمُبِينِ یہ آیتیں ہیں اس
 کتاب کی جو روشن کتاب ہے، جو وضاحت کرنے والی کتاب ہے
 بیان کرنے والی کتاب ہے، حقیقتوں کو کھولنے والی کتاب ہے۔
 حرام حلال کو تفصیل سے بیان کرنے والی کتاب ہے۔
 اور وہ کتاب کیا ہے؟ إِنَّمَا أَنْزَلْنَاهُ قُرْآنًا عَرَبِيًّا لَعَلَّكُمْ

تَقْفُلُونَ ۝ کتابِ مبین کسی اور نے مزہ نہیں بنائی، اس کا مصنف اور ایڈیٹر
 کوئی اور نہیں ہے بلکہ انا، بے شک ہم ہی نے، اَنْزَلْنَاهُ، اتارا
 اس کتابِ مجید کو۔ اور اسے حیثیت کیا دی؟ قُرْآنًا، قرآن کی
 شکل میں۔ قرآن کا معنی صُفْرُوۃ جو دنیا میں سب سے زیادہ پڑھی جانے
 والی کتاب ہے۔ اور یہ قرآن کیا ہے؟ قُرْآنًا عَرَبِيًّا، وہ قرآن
 جو عربی زبان کا قرآن ہے لَعَلَّكُمْ تَقْفُلُونَ ۝ تاکہ تم بات کو سمجھ
 سکو۔

اس ایک آیت میں میرے بزرگ و عقائد اور دنیا سے بہت سے
 مسائل بیان فرمائے، اللہ ارشاد فرماتے ہیں اِنَّا اَنْزَلْنَاهُ ہم ہی نے
 اس کو اتارا، کتابِ مبین کو ہم نے اتارا اس سویت یوسٹ کو ہم نے اتارا
 لیکن اس کتابِ مجید کی حیثیت کیسے؟ قُرْآنًا عَرَبِيًّا وہ قرآن
 جو عربی زبان کا قرآن ہے۔

آج ہمارے ملک میں اور بیرون ملک میں بھی کچھ ایسے فتنے پیدا
 ہو چکے ہیں جو اللہ کی بات کو اپنی بات پر دھاکنے کی کوشش کر رہے
 ہیں۔ پہلے بھی یہ فتنہ کھڑا ہوا۔ مصر میں کچھ زمانہ پہلے یہ فتنہ
 کھڑا ہوا تھا۔ اس وقت سینین مخلوف رحمتہ اللہ علیہ جامعہ ازہر
 کے شیخ تھے۔ ان کے زمانے میں مصر میں یہ فتنہ کھڑا ہوا تھا۔
 نئی راہ نکالنے کا۔ یہ بھی تلبیس ابلیس سے ایک قسم کی حکم مانا
 نہ جاتے، ماس میں راہیں نکالی جائیں، ان راہوں کی جائیں۔ بندے کا کام
 تو خدا کا حکم ماننا ہے۔ بھائی اور میرے بند کو میرے دوستوں اور سہ سے اسلام میں رہی

وقت سے کہ اسلام نے آنے والے فتنوں کا مقابلہ کیا ہے یہ نہیں کہا کہ چونکہ فتنہ نہ عام ہو گیا ہے لہذا اس کو مان لو۔

آج دنیا میں یہ بیماری یورپ اور دوسرے ملکوں میں آچکی ہے کہ جو برائی آج سے پچاس سال پہلے ان کے ہاں برائی سمجھی، جب سوسائٹی میں وہ برائی اب مقبول ہو رہی ہے تو انہوں نے کہہ دیا کہ چلو بھائی اب یہ برائی برائی نہیں بلکہ نیکی ہے یہ دنیا میں دیکھ لیں، آپ اخبار میں دوست ہیں، سب کچھ جانتے ہیں کہ وہ چیزیں جو آج سے پچاس سال پہلے یورپ میں، امریکہ میں، اور دنیا کے "عقل مند" لوگوں میں مجرم تھیں۔ آج قانون بن گئی ہیں۔ امریکہ میں آج سے پچاس سال پہلے شراب پینا حرام تھا، اب سوسائٹی کا جزو بن گیا ہے۔ اور انگلستان میں اور دوسرے ملکوں میں جو قانون بن رہے ہیں انہوں نے اور جنسی امور پر، وہ آپ مجھ سے زیادہ جانتے ہیں کیونکہ اخباروں میں روزانہ پڑھتے رہتے ہیں۔ وہ بچارے یہی کہتے ہیں وہ گویا اللہ کے عذاب کا شکار ہیں۔ وہ یہی کہتے ہیں کہ چونکہ یہ چیز سوسائٹی میں عام ہو گئی ہے لہذا ہم اس کو اس قانون بنالیں۔ یعنی جو بیماری زیادہ ہو جائے، عام ہو جائے، اس کو پھر بیماری نہ کہو، وہ پھر "صحت" کی نشانی بن گئی۔ لَا تَسْأَلُ وَلَا تَتَوَكَّلُ إِلَّا بِاللَّهِ ذُرِّيَّتَہِمْ اسلام زندہ مذہب ہے اور قیامت تک زندہ رہے گا اسے دنیا کی کوئی طاقت نہیں مٹا سکتی، یہ حالات اس کے ساتھ نہیں بدلتا

بلکہ یہ تو مسلمانوں کو یہ مشورہ دیتا ہے ع

ایام کا مرکب نہیں رکاب ہے قلندر

اقبال نے کہا کہ زمانے کا مرکب نہیں ہے مسلمان کہ جو زمانے نے بنا
بنا دی یہ قبول کرے، ہر ایک کو سوار می کرے وے، نہیں، بلکہ ع
ایام کا مرکب نہیں رکاب ہے قلندر، یہ تو زمانے کے رُخوں کو موڑنے
والا ہے، زمانے کی باگ اس کے ہاتھ میں ہے، اس نے تویت پرستوں
کو مو اجد بنایا، شرابیوں کو، زانیوں کو اللہ کا قریب بنایا یہ نہیں کہا کہ
چونکہ یہ فتنہ عام ہے لہذا سپر ڈال دی جائے۔

مصر میں ایک فتنہ چلا تھا کچھ زمانہ پہلے تہجد کا۔ وہاں مصری علماء
کو یہ بات سوجھی کہ قرآن کریم کی جو یہ عربی ہے، جو جو وہ عربی، جو اللہ
نے اتاری ہے، یہ ذرا مشکل سی ہے، کیوں وہ ہم اس قرآن کو سلیس
عربی میں ڈھال دیں؟ تلبیس ابلیس سے شیطان محتسب چیزیں
سوچتا رہتا ہے۔ تو سلیس عربی میں قرآن کو ڈھالا گیا۔ تھی عربی

لیکن وہ مصری عربی تھی۔ اللہ تعالیٰ علماء کے حق کو تہذیب کے
یہ ہمارے ایمان کے محافظ ہیں، یہ ہمارے ایمان کے معالج ہیں، ہم
خواہ ان کو اچھا سمجھیں یا برا سمجھیں، ان کے ہم پر وہ احسان ہیں
کہ امت مسلمہ اپنے علماء کے حق کے احسان قیامت تک نہیں
اتار سکتی۔ اگر یہ نہ ہوتے تو واللہ اعلم ہم کو کسی گمراہیوں میں پھنسنے
ہوتے۔ تو علماء کے وقت تھے، مصر کے علماء نے اس طرح اس کے ساتھ

اختلاف کیا اور کہا کہ قرآن عربی ہے لیکن یہ عربی مصر کی نہیں ہے بلکہ یہ وہ عربی ہے جس کو قرآن نے خود اتارا، اللہ کی عربی -
 اَنَا أَنْزَلْتُهُ قُرْءَانًا عَرَبِيًّا۔

جب عربی کو عربی میں ترجمہ کر کے "قرآن" نہیں کہا جاسکتا، تو عربی کو انگریزی میں پچھتال کا ترجمہ بنا کر "قرآن" کہہ سکتے ہیں ہم؟ عربی کو اردو میں ترجمہ کر کے "روشن چراغ" نام رکھ کر "قرآن مجید" ہم کہہ سکتے ہیں؟

میرے بڑے گویا یاد رکھیں آپ میری اس بات کو، اگر قرآن نہیں پڑھتے، نہ پڑھیں، کوئی بات نہیں، خدا معاف کر دے گا، لیکن تم نے اگر عربی کا قرآن چھوڑ کر اردو کا قرآن پڑھا، عقیدہ یہ رکھا کہ میں اسی طرح قرآن پڑھ رہا ہوں، آپ اللہ کے نزدیک گنہگار ہوں گے۔ آپ نے خدا کی کلام کو اردو میں ڈھالا، عربی کا متن ہی نکال دیا خدا کہتا ہے اَنَا أَنْزَلْتُهُ قُرْءَانًا عَرَبِيًّا اور آپ کہتے ہیں قُرْءَانًا اُرْدِيًّا، یہ اردو میں قرآن ہے۔ کلام کی صفت ہے قرآن، اور قرآن کیا ہے؟ قرآن عربی۔ الفاظ ابھی اللہ تعالیٰ کے معانی بھی اللہ تعالیٰ کے، مراد بھی اللہ تعالیٰ کی۔

ہمارے علماء نے اس حد تک احتیاط برتی ہے کہ ہمارے ہاں روایت بالمعنی بھی قبول نہیں ہے یعنی ہمارے ہاں جو روایت ہے، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بات، علماء کے اس

میں دو قول ہیں، وادی نے ایک بات حضور سے سنی اور الفاظ وہ
 بھول گیا۔ اب اگر وہ کہتا ہے کہ میں نے حضور کو یوں فرماتے
 سنا ہے، الفاظ میرے اپنے ہیں، معنی حضور کا ہے، تو ہمارے
 علمائے محدثین کا ایک گروہ یہ کہتا ہے کہ وہ حدیث قابل قبول
 نہیں ہے۔ اس نے روایت بالمعنی کی ہے۔ الفاظ بیان کرے
 جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے کہ حضور کے الفاظ ہیں
 وہ کمال ہے جو کسی اور کے الفاظ میں نہیں ہو سکتا۔ حضور فرماتے
 ہیں اَوْ تَبِيتُ جَوَامِعَ الْكَلِمِ اللّٰهُ نَعَىٰ مَجْمَعِ الْكَلِمِ بِنَايَا
 ہے میرے کلمات میں وہ اجتماع ہے جو دنیا کے کسی متکلم کے کلام
 میں نہیں ہے۔ اس نے امام الانبیاء کے الفاظ کو بدلا دیا لہذا یہ
 روایت قابل قبول نہیں ہے۔

حدیث میں ہمارے ہاں یہ ہے تو قرآن ہم کیسے اوروں میں قبول
 کر لیں گے؟ یہ بہت بڑا فتنہ ہے، میں آپ سے نہایت درد کے
 ساتھ درخواست کرتا ہوں کہ اس فتنے کو آپ قبول نہ کریں۔ اگر نہیں
 پڑھ سکتے قرآن، اللہ سے معافی مانگیں، اگر آپ کو قرآن نہیں آتا،
 چلو آئے، اول تو کوشش کریں، سیکھیں، نہیں آتا عربی کا تو
 نہیں آتا، بسم اللہ تو آتی ہے بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ
 ہی پڑھ لیا کریں۔ اگر آپ اور نہیں پڑھ سکتے، اللہ پڑھ لیا
 کریں۔ جن بھائیوں کو قرآن پڑھنے کا شوق ہے (مسلمانوں کے

دلوں میں شوق تو قرآن کا ہے ہی نا (کچھ ایسی رکاوٹیں ہیں، نہیں
 پڑھتے، سیکھتے نہیں، کہتے ہیں "جی بوڑھے ہو گئے ہیں قرآن
 کہاں سیکھیں؟" اُس دن کیملینوریس مجھے میرے ایک دوست
 نے کہا، پوچھا مجھ سے، (بوڑھے، ریٹائر ہو چکا ہے ملازمت
 سے) کہنے لگا "جی میں قرآن شریف پڑھتا ہوں، میرے پاس
 قرآن شریف ہے، افسوس ہے میں عربی نہیں پڑھ سکا اور میں
 اُردو میں "تلاوت" کر لیتا ہوں۔" میں نے کہا۔ "اللہ کے بند کا
 تم تو گنہگار بن گئے، مجرم بن گئے، اُس "قرآن" کو نہ پڑھو،
 عربی میں قرآن سیکھو، ورنہ خالی اللہ پڑھتے رہا کرو۔ اللہ
 حضور فرماتے ہیں لَا أَقُولُ إِلَّا حَرْفٌ مِّنْ أَلْفِ حَرْفٍ
 وَلَا مِثْرٌ مِّنْ حَرْفٍ وَصِيحٌ حَرْفٌ۔ ترمذی کی حدیث ہے فرمایا کہ
 اللہ ایک کلمہ نہیں ہے بلکہ الف ایک حرف، لام دوسرا حرف
 میم تیسرا حرف۔ یعنی اگر ایک مسلمان نے اللہ کا کلام سمجھ کر، قرآن
 کو محبت کے ساتھ پڑھا اللہ اس کو یہ کلمہ پڑھنے سے تیس ٹکٹیوں
 کا ثواب ملے گا۔ تو اس دوست نے پھر "قرآن" مجھے بھیج دیا
 (اُردو کا قرآن)۔ میں نے کہا یہ قرآن نہیں ہے۔ عربی کا پڑھو اگر
 پڑھ سکتے ہو تو۔ ال بہار کے اکابر نے جو تراجم بین السطور
 لکھ کر دست پر احسان عظیم فرمایا ہے، ان آیات کی تلاوت کر کے
 وہ تراجم پڑھنے میں کوئی حرج نہیں بلکہ نفع ہو گا۔ میں بات کر رہا ہوں

ان تصنیفات کی جن میں سے عربی کی آیات قطعاً ارادوی کہیں اور صرف اردو یا انگریزی میں ترجمے چھاپ دئے گئے اور نام رکھ دیا گیا قرآن۔ ایسی کتابوں کو قرآن کہنا غلط ہے۔ قرآن تو وہی ہے جو عربی میں نازل ہوا رب العالمین کی طرف سے جو ساطبت

جبریلؑ امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کے قلب منورہ پر۔
 قرآن تو یہ فرماتا ہے اِنَّا اَنْزَلْنَاهُ قُرْءَانًا عَرَبِيًّا، ہم نے قرآن اتنا عربی زبان کا۔ تو میں اس پر عرض کر رہا تھا کہ علمائے حق نے، علمائے حدیث نے، محدثین رحمہم اللہ علیہم نے روایت بالمعنی کو بھی نہیں قبول کیا۔ صحیح مسلم میں روایت آتی ہے حضرت راکم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا وَمَنْ يَعْصِ اللّٰهَ وَرَسُولَهُ الْفَاظُ بِهٖ (تھے) اور راوی نے اپنے الفاظ میں کہا وَمَنْ يَّعْصِيهِمَا۔ مجائے اس کے کہ اللہ کا لفظ ذکر کرتا، اللہ کے رسول کا لفظ ذکر کرتا، ضمیر لے آیا وَمَنْ يَّعْصِيهِمَا۔ تو سننے والوں نے کیا کہا؟ بِئْسَ الْخَطِيْبُ اَنْتَ تو بہت برا خطیب ہے کہ امام الانبیاء کے کلام کو گوئیے بدلا دیا۔ حضور نے تو اللہ کا نام لیا اور رسول کا اور تو نے ضمیر بیان کر دی، بِئْسَ الْخَطِيْبُ اَنْتَ، تو بہت برا خطیب ہے (مسلم میں یہ روایت موجود ہے) اس لئے اللہ تعالیٰ آپ کو اگر شوق دے بخاری مسلم عربی میں پڑھنے کا تو آپ دیکھیں گے کہ بہت جگہ پر راوی کہہ دیتا ہے اَوْ۔ لفظ اَوْ آتا ہے۔

حضور نے یہ فرمایا، یا یہ فرمایا۔ حبیب راوی کو شک ہو جاتا ہے تو پھر
 وہاں پر لفظ آؤ گا لے آتا ہے، اب مجھے بھول گیا حضور نے یہ
 لفظ فرمایا، یا یہ فرمایا۔ راوی دیانت کے ساتھ اس بات کو بیان کرتا
 ہے۔ راوی کوئی میٹرک، فیل کلرک نہیں ہوتا جیسے ہم سمجھتے ہیں۔
 انہوں نے اپنی عمریں لگا دیں، زندگیوں ختم کر دیں محمد رسول اللہ کی حدیثوں
 کو جمع کیے کیے۔ مگر آیت، ناقدر الامت سے، بے قدر
 امت ہے، آج بخاری پر تنقیدیں، مسلم پر تنقیدیں اور میٹرک فیل ایک
 "تفسیر" لکھو دے، واہ جی! کمال کر دیا، نماز کو چھٹی دے دی، روزے
 کو چھٹی دے دی، کمال کر دیا، اسلام کو چھٹی دے دی۔ بڑا اچھا
 تصدق ہے۔ تو حدیثوں میں تو روایت یا المعنی بھی قبول نہیں
 ہے، حدیثوں میں یہ مسئلہ ہے، قرآن میں کیسے ہو سکتی ہے بھائی؟
 اس لئے میں عرض کر رہا تھا اِنَّا اَنْزَلْنَاهُ قُرْآنًا عَرَبِيًّا هُمْ
 كُوَاتِرًا، عربی زبان کا قرآن۔ اور یہی بات میرے بزرگ کو فرمائی سورت
 زخرف میں۔ اِنَّا نَزَّلْنَاهُ قُرْآنًا عَرَبِيًّا
 لَعَلَّكُمْ تَعْقِلُونَ ۝ وَ اِنَّا فِيْ اُمْرِ الْكِتٰبِ لَدٰى يٰسٰرًا عَلِيًّا
 مَحْكِيْمًا ۝ (الزخرف ۳، ۴) فرمایا کہ ہم نے قرآن کو عربی زبان میں
 اتارا۔ وہاں سورت زخرف میں ایسا اور بات بیان فرمادی کہ ہم یہ
 مسافت سمجھو کہ یہ عربی بولتی تھی محمد رسول اللہ کی زبان تھی، تو حضور نے
 عربی میں کہا۔

بات سمجھیں، وحی کا مسئلہ آگیا (اللہ مجھے آپ کو نورِ معرفت سے
 منور فرمائے) فرمایا کہ یہ نہیں ہے کہ میں نے کچھ اور کہا اور محمد رسول
 چونکہ عربی بولنے والے تھے (صلی اللہ علیہ وسلم) اس لئے انہوں
 نے کہا کہ اللہ یہ کہتا ہے ذَلِك الْكِتَابُ لَا رَيْبَ فِيهِ ۗ یہ
 نہیں ہے بلکہ میں نے یوں ہی اتارا ہے ذَلِك الْكِتَابُ لَا رَيْبَ فِيهِ ۗ
 فیہ ۗ محمد رسول نے خود نہیں کہا۔ چنانچہ سورت زمر میں تفصیل
 فرمائی اِنَّا جَعَلْنَاهُ قُرْطَانًا عَرَبِيًّا لِّعَلَّكُمْ تَعْقِلُونَ ۝
 وَرَاتِلْنَاهُ بِرُوحٍ مَّحْفُوظٍ
 میں یوں ہی موجود ہے۔ لَدَيْنَا، میرے حضور، لَعَلَّكُمْ تَعْقِلُونَ
 بہت بڑے بلند مقام کا یہ کلام ہے۔ حَكِيمٌ رَّحِيمٌ
 کلام ہے، دنیا کی کوئی طاقت اسے نہیں مٹا سکتی۔
 یہاں پر فرمائی اِنَّا أَنْزَلْنَاهُ قُرْطَانًا عَرَبِيًّا، تو ایک
 شبہ پیدا ہوتا تھا کہ چونکہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عربی زبان
 بولنے والے تھے، حضور کی مادری زبان عربی تھی، لہذا اللہ نے
 تو کچھ فرمایا۔ جیسے کبھی کبھی ہمارے بھائی مثالیں دے
 دیتے ہیں ایسی۔ تو حضور چونکہ عربی بولنے والے تھے تو آپ
 نے اس کا ترجمہ عربی زبان میں کر دیا۔ فرمایا نہیں، نہیں، یہ بات
 نہیں ہے، ہم نے تو قرآن نازل کیا حضور پر عربی زبان میں اور یہ
 عربی زبان اصلی زبان ہے قرآن کی اس لئے میرے بند گواہ قرآن کے

الفاظ بھی معجز، قرآن کے معانی بھی معجز۔ توراہ کے الفاظ معجز نہیں ہیں، توراہ معجزہ نہیں ہے، انجیل معجزہ نہیں ہے، زبور معجزہ نہیں ہے۔ کیونکہ الفاظ و مال بیوں کے ہیں، معانی اللہ تعالیٰ کے ہیں۔ انبیاء علیہم السلام نے اپنی طرف سے اپنی بولیاں بولیں، کو یوں سمجھایا اور یہاں پر الفاظ بھی اللہ تعالیٰ کے، معانی بھی اللہ تعالیٰ کے، مراد بھی اللہ تعالیٰ کی۔ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صرف ناقل ہیں، بات نقل کر رہے ہیں۔

ایک بڑا فتنہ یہ بھی ہے، کسی "مصنف" نے لکھا ہے کہ جو حضور نے قرآن پیش کیا حضور کے دل کی آواز تھی، دل میں ایک خیال آیا اللہ تعالیٰ ہمارے ملک کو ایسے فتنوں سے محفوظ رکھے کہ حضور کے دل میں جب خیال آئے تھے، حضور ان کو اپنے الفاظ میں ادا کر دیتے تھے۔ میں آپ سے ایک بات پوچھتا ہوں میرے بزرگو! بات سمجھا کیجئے۔ دیکھئے حضور کو تو یہ فرمایا گیا قُلْ هُوَ اللَّهُ أَحَدٌ ۝ قُلْ، کہہ دیجئے آپ۔ هُوَ اللَّهُ أَحَدٌ ۝ اللہ یکتا ہے۔ یہ دل سے آواز آئی یا کوئی کہنے والا کہہ رہا ہے؟ قُلْ، کہہ دیجئے، معلوم ہوتا ہے قائل کون ہے؟ اللہ کی ذات ہے۔ حضور نے اپنے دل سے قرآن نہیں بنایا، کہ دل میں ایک خیال آیا، بیان کر دیا گیا۔ یہ الحاد ہے زندہ ہے، قرآن کے خلاف یہ ایک بہت بڑی سازش ہے

یاد رکھئے قرآن کے الفاظ بھی من جانب اللہ، قرآن کے معانی بھی
 من جانب اللہ ہم جب قرآن پڑھتے ہیں، ہمیں یقین ہوتا ہے
 کہ ہم وہی بات پڑھ رہے ہیں جو اللہ نے نازل کی محمد رسول اللہ
 پر۔ ہم جب قرآن کی تلاوت کرتے ہیں، ہمیں یقین ہوتا ہے
 کہ یہ وہی الفاظ ہیں جو نازل ہوئے محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ
 وسلم پر۔ ہمیں قرآن کے الفاظ میں نور حق معلوم ہو سکتا ہے اگر ہم
 میں اپنی ذیانتداری ہو، تقویٰ ہو۔

اس لئے فرمایا کہ ہم نے جو قرآن اتارا وہ قرآن عربی ہے۔ بلکہ ہمارے
 محدثین رحمۃ اللہ علیہم نے، قسطلانی بخاری کی شرح ہے، اس میں ایک
 قول موجود ہے، انہوں نے تو فرمایا کہ جتنے الہام نازل ہوئے ہر نبی
 پر عربی زبان میں نازل ہوئے اور نبی نے پھر اپنی امت کو اپنی زبان
 میں ترجمہ کر کے بتایا۔ تو راست بھی عربی میں اتری، انجیل بھی عربی میں
 اتری، زبور بھی عربی میں اتری، ہر نبی پر جو الہام ہوا وہ عربی زبان کا الہام
 تھا۔ نبی نے پھر اپنی امت کو کبھی عبرانی میں سمجھایا، کبھی سریانی میں
 سمجھایا۔ الہام کی زبان سے ہی عربی۔ اس لئے ہم کہتے ہیں قرآن مجید اللہ کا
 کلام ہے، الفاظ بھی من جانب اللہ، معانی بھی من جانب اللہ، مراد
 بھی من جانب اللہ۔

تو فرمایا اِنَّا أَنْزَلْنَاهُ فِي عَرَبِيٍّ مُبِينٍ ۝ قَدْ نَعَىٰ بَيِّنًا
 عَرَبِيًّا كَأَقْرَبِ الْوَجْدِ ۝ تَعَلَّمُوا ۝ تَأْتِيكُمْ بَيِّنَاتٌ مِّنْ رَبِّكُمْ ۝

مخاطب تو عرب ہی ہیں، تو فرمایا چونکہ تمہاری زبان عربی ہے، عربی تم جلدی
 سمجھ لو گے ہم جس وقت کہہ کر سکو گے۔ نبی کریم تم میں مبعوث ہوا، خاتم
 الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم۔ اور وہ جیسے بھی میرے بزرگوار عربی زبان وہ جامع
 زبان ہے کہ دنیا کی کوئی بھی زبان اس کا مقابلہ نہیں کر سکتی۔ یہ الگ مسئلہ ہے
 کہ آج ہم عربی کو چھوڑ بیٹھے ہیں۔ آج عربی کے قریب، ضروری جانتے
 نہ پیر نہ آپ لوگ جانتے ہیں۔ کالجوں میں جا کر دیکھیں تو بچارے پانچ
 چھوٹے ہوتے ہیں وہ بھی خوش بخت ہیں۔ انگریز چلا گیا لیکن انگریزی
 کے ساتھ ہم ایسے چسپاں گئے، اللہ ہمیں اس انگریزی سے بچائے
 انگریزی کو ہم سے اللہ تعالیٰ بچائے اور ہم میں افتراق پیدا ہو جائے
 ایک زبان ہے، زبان کے طور پر تو چھکنا ہے لیکن عشق اور
 اولیست، انگریزی کو وہی جانتے، یہ بات درست نہیں ہے۔
 تو قرآن مجید میرے بزرگوار عربی میں نازل ہوا، اور فرمایا لَعَلَّكُمْ تَعْقِلُونَ
 تاکہ تم بات کو سمجھو۔ اس پر میں بانٹا عرض کر رہا تھا کہ جتنی جامع عربی زبان
 ہے، دنیا میں اتنی کوئی زبان جامع نہیں ہے۔ اگر میں اس پر کچھ عرض کروں
 تو بہت وقت صرف ہو جائے گا اس کے متعلق علماء نے مستقل
 کتابیں لکھی ہیں کہ عربی زبان اُمّ اللسانہ ہے، سب زبانوں کی ماں
 ہے عربی زبان۔ عربی زبان اتنی جامع زبان، اتنی مفصل زبان، اتنی مفید
 زبان، ذہن میں بلدی آئے والی زبان۔ مگر زبان کو منوانے والی کون ہے؟
 قوم۔ اگر قوم اپنی زبان کو چھوڑ دے، بولی کو چھوڑ دے، تو کون

قبول کرے گا، اس لئے میرے بزرگوں کو دیکھیں آج سے تقریباً پانچ چھ سو سال پہلے ہمارے ممالک اسلام کی زبان، جو عربی زبان تھی وہ عربی زبان تھی، ہمارے ان جہاں بھی کسی مصنف نے کوئی کتاب لکھی ہے عربی زبان میں لکھی ہے۔ یہ یعنی کی لکھی ہے کہ فلسفے کی لکھی ہے کہ وہ ہمیشہ کی ہے کہ فقہ کی ہے کہ تفسیر کی ہے، اور وہ لکھنے والا خواہ وہ ایران کا ہے، فارس کا ہے، خواہ وہ شام کا ہے، خواہ وہ مصر کا ہے خواہ وہ برصغیر کا ہے، خواہ وہ انڈیا کا ہے جہاں کہیں مصنف تھے پہلے زمانے میں، انہوں نے جو علمی زبان اختیار کی تھی وہ عربی زبان تھی۔ وہ اردو میں نہیں لکھتے تھے، وہ فارسی میں نہیں لکھتے تھے، ان کی نظر میں علمی زبان عربی زبان تھی اور عبادت کے طور پر بھی زبان عربی ہے۔ اور آج جتنا ذخیرہ علوم و فنون کا عربی میں ہے اتنا ذخیرہ کسی اور زبان میں نہیں ہے۔ یہ جو ہمارے سروں پر مسلط تھے کبھی۔ یہ انگریز بہادر۔ یہ بے چارے تو بارہویں صدی عیسوی تک دنیا سے بھاگتے تھے، ان کے ہاں تو وہ دین حقانہ دنیا تھی، کچھ بھی نہیں تھا۔ یہ تو مسلمانوں کو دعائیں جنہوں نے قرطبہ یونیورسٹی اور غرناطہ یونیورسٹیاں قائم کیں اور وہاں سے یہ پڑھ پڑھ نکلے اور پھر ہم عیسائیوں میں مبتلا ہو گئے، وہ جو ہمارے شاگرد تھے، ہمارے رہنما بن گئے۔ اور ہم نے بھی ان کو رہنما کے طور پر کچھ زمانہ قبول کیا۔ اللہ کرے کہ ہم خود

سہا بننے کی کوشش کریں۔

تو فرمایا لَعَلَّكُمْ تَعْقِلُونَ ہ تاکہ تم باہت کو سمجھ سکو۔ اس پر میں عرض کر رہا تھا عربی زبان عقل و دانش کی زبان، عربی زبان عقل و فہم کی زبان، عربی زبان سمجھ و تدبیر کی زبان ہے کوئی بھی زبان اس کا مقابلہ نہیں کر سکتی۔

آگے فرمایا نَحْنُ نَقُصُّ عَلَيْكَ أَحْسَنَ الْقَصَصِ بِمَا أَوْحَيْنَا إِلَيْكَ هَذَا الْقُرْآنَ وَإِنْ كُنْتَ مِنْ قَبْلِهِ لَمِنَ الْغَافِلِينَ ہ

علمائے تفسیر نے شان نزول لکھی ہے سورۃ یوسف کا کہ یہودیوں نے مشرکین بلکہ کویہ باہت سمجھائی کہ تمہارا نبی جو کہتا ہے میں نبی ہوں محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم، یہ کہتا ہے کہ خدا میرے ساتھ ہے کلام ہوتا ہے، اس سے ایک باہت تو پوچھو کہ یہ جو تھے بنی اسرائیل

— یعقوب علیہ السلام کا نام ہے اسرائیل اور بنی اسرائیل ان کی اولاد کو کہتے ہیں (اللہ آج کل تو بنی اسرائیل کا پیرا غرق ہی کرے، مسلمانوں کو فتح مبین اللہ نصیب فرمائے، اللہ مسلمانوں کو ان کی شرارتوں سے

محفوظ رکھے) — تو یعقوب علیہ السلام کا وطن تو شام تھا، مصر پہنچ کیسے پہنچ گئے؟ مصر میں کیسے حکومت بنائی؟ — تو پھر مکہ کے مشرکوں نے محمد رسول اللہ سے پوچھا کہ اللہ کے نبی! اگر آپ واقعی خدا کے نبی ہیں تو یہ بتائیں آپ کہ یہ شام کے بنی اسرائیل کیسے مصر پہنچ گئے؟ تو اس کے متعلق قرآن نے فرمایا نَحْنُ نَقُصُّ عَلَيْكَ أَحْسَنَ الْقَصَصِ

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ هَذَا الْقُرْآنُ الَّذِي أَنْزَلْنَا عَلَىٰ رُسُلِنَا مِنْ قَبْلِكَ
 لَعَلَّ الْغَافِلِينَ ۝ اے میرے حبیب! واقعی اس میں کوئی شک نہیں
 آپ قرآن کے نزول سے پہلے لَعَلَّ الْغَافِلِينَ ۝ اس حقیقت سے
 بے خبر تھے، کیونکہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تو اُمّی تھے۔ آپ
 مَا كُنْتَ قَدْرِي مَا يَكْتُبُ وَلَا يُؤْمِنُ، نہ حضور لکھنا جانتے
 تھے، نہ حضور پڑھنا جانتے تھے (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم)۔ اگر یہ ہوتا
 تو پھر ان کا اعتراض اور زیادہ قوی ہوتا، حضور نہ لکھنا جانتے تھے
 نہ پڑھنا جانتے تھے، اس زمانے میں نہ تاریخیں تھیں، اُس زمانے میں
 نہ علم کے پرچے تھے نہ اشاعت کے اسباب تھے، تو فرمایا ہم یقین کے
 ساتھ کہتے ہیں کہ آپ اس قصے کے نزول سے پہلے لَعَلَّ الْغَافِلِينَ ۝
 آپ اس قصے سے بے خبر تھے، یہاں غفلت کا لفظی معنی ہے بے خبر
 واقعی آپ کو کیا خبر تھی؟ کہ یوسف علیہ السلام مصر میں کیسے پہنچے؟
 یعقوب علیہ السلام کے بیٹوں نے کیسے آپ کو کنوئیں میں گرا دیا؟ تو فرمایا
 أَحْسَنُ عَمَّ هِيَ، ہمارے فرشتے اور ہم خود، نَقُصُّ عَلَيْكَ، بیان کرتے
 ہیں آپ پر، أَحْسَنُ الْقَصَصِ، بہت بہتر طریقے پر بیان کرنا۔
 یہ سب جو آیات آرہے ہیں کہ تم یہ نہ شبہ کرو کہ یوسف زلیخا کا ایک
 قصہ ہی ہے، جیسے ہمارے ہاں بعض دوست سمجھ لیتے ہیں۔
 اور فیروں نے بھی ہمارے کانوں میں کچھ بول رہی پھونک رہے۔ فرمایا
 بات یہ نہیں ہے، ہم آپ پر ایک بہترین بیان بیان کرتے ہیں،

یوسف کا جو واقعہ ہے وہ ایسا واقعہ نہیں ہے بلکہ احسن القصص کا
 قصص کا معنی بیان کرنا ہم آپ پر بیان کرتے ہیں یوسف علیہ السلام کا
 واقعہ، احسن القصص، بہترین طریقے پر بیان کرنا وَاِنْ كُنْتَ
 مِنْ قَبْلِهِ لَمِنَ الْعَافِينَ اور یہ بات اپنی جگہ پر بالکل درست ہے
 ہم شہادت دیتے ہیں کہ ان آیتوں کے نزول سے پہلے، یوسف علیہ السلام
 کا واقعہ نازل ہونے سے پہلے آپ اس واقعہ سے بے خبر تھے۔ تو یہ واقعہ
 بیان کرنا بھی آپ کی نبوت کی ایک دلیل ہو جائے گی۔ قرآن مجید میں جو
 قصے آئے ہیں وہ بھی ایک قسم کی دلیل ہے حضور کی صداقت کی کہ
 آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اس وقت موجود تھے، حضور کو کیا علم
 ہے کہ یہ واقعات کیسے ہوئے ہیں؟ چنانچہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے
 متعلق فرمایا: وَمَا كُنْتَ بِجَانِبِ الطُّورِ اِذْ نَادَيْنَا (القصص ۲۶)
 اے میرے پیغمبر! جب کہ ہم نے موسیٰ علیہ السلام کو پکارا، طور کے قریب،
 مَا كُنْتَ، آپ وہاں پہنچے نہیں موجود تھے۔ تو آپ کو ہم خبر دے رہے ہیں
 یہ دلیل ہے کہ آپ ہمارے رسول ہیں۔ دوسرے مقام پر فرمایا کہ جب
 حضرت مریم علیہا السلام اور اسیلم بیت المقدس میں پہنچیں اور
 بیت المقدس کے چوراہے پہنچے، وہ عبادت کرنے والے، خانقاہ
 میں رہنے والے، طلبہ و اساتذہ اور سب کے سب، اس بات پر جھگڑنے
 لگے، ایک نے کہا کہ مریم میری شہینہ میں رہے گی تو میرے استاد کی
 میرے نبی کی، میرے پیشوا کی بیٹی ہے۔ حضرت مریم کے جو والد تھے

حضرت عمران وہ وہاں کے قائد تھے، امام تھے، نبی تھے (علیہ الصلوٰۃ والسلام) تو وہاں کے رابعوں نے، وہاں کے بلدیہ نے، وہاں کے علماء نے آپس میں جھگڑا کیا، حضرت زکریا بھی ان میں موجود تھے۔ حضرت زکریا یہ چاہتے تھے کہ حضرت مریم میری تحویل میں آئیں۔ کیونکہ حضرت زکریا حضرت مریم کے خا کو ہوتے ہیں۔ اس لئے خضانت کا مسئلہ، ہمارے ہاں دو مسئلے ہیں۔ ایک ہے خضانت، ایک ہے وراثت۔

قرآن مجید چیز ہے، اسلام بڑا بہترین مذہب ہے۔ انیسویں آج مسلمان اسلام سے خود بھاگ رہا ہے۔ اللہ مسلمانوں کو اسلام پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ یعنی ایک ہے میرے بزرگو! خضانت تربیت، ایک ہے وراثت۔ دوسری میں اسلام نے ایک عجیب منصوص بہندی سی کر دی ہے۔ (یہ لفظ بھی آج کل بڑا محبوب لفظ ہے) عجیب منصوص

کر دی ہے، فرمایا اسلام نے کہ وراثت تو ہو گا چچا، وراثت ہو گا چچے کا بیٹا یہ ہیں عہدہ ہاں اگر ایک شخص مر جائے، اس کے چھوٹے چھوٹے بچے رہ گئے، بیٹیاں نہ گئیں، بچے رہ گئے نابالغ، باپ مر گیا اب ان کو پالے کون؟ ماں مر گئی، بچوں کو کون پالے؟ سب چھوٹے بچوں کو۔ فرمایا ماموں اور خالہ پالے۔ وراثت کون لے گا؟ چچا لے گا، عہدہ ہے۔ وراثت چچے کو ملے گی، پالے گا کون؟ ماموں اور خالہ پالے گی، کیونکہ ہو سکتا ہے چچا صاحب کہیں کہتے ہو کہ تم شہد نہ کرویں وراثت کی لپیچ میں۔ ایک ہے بھی مسئلہ ہے اور دوسرا ہے

کہ شفقتِ ماوری شفقتِ پدید می پر غالب ہوا کرتی ہے۔ تو چونکہ
 وہ ماں ہے، ماں کا رشتہ ہے، اس لئے جو بچے رہ جاتے ہیں ماں
 کے چھوٹے چھوٹے تو عموماً ان کو نانیاں پالتی ہیں، خالائش پالتی ہیں اور
 فرمایا میرے محبوب آقا جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے آنحضرت
 الأقر، خالہ ماں ہے، خالہ کو پھر ماں کا مقام دیا۔ یعنی تین درجے ہیں وراثت
 کے۔ ایک ہوتلے ذوی الفروض جن کا حق قرآن میں مقرر ہے، ایک
 ہوتے ہیں عصبات۔ ذوی الفروض کے بعد جو مال ہوتا ہے وہ ان کو
 ملتا ہے۔ اور تیسرے لہر پر ہیں ذوی الأرحام۔ یہ ماموں بچارے، خالہ
 بچاری تیسرے لہر پر آتی ہے۔ لیکن پالنے والے کون ہیں؟ ماموں، خالہ پہلے
 پالے، اگر بچہ رہ جائے تو قاضی شرعی کا حکم ہے کہ وہ اس چھوٹے بچے کو چچا
 کے حوالے نہ کرے، بلکہ ماموں کے حوالے کرے، خالہ کے حوالے کرے،
 جیسا کہ حضرت زکریا علیہ الصلوٰۃ والسلام خالوتھے حضرت مریم کے۔ جب
 حضرت مریم پہنچیں بیت المقدس میں بچپن کی حالت میں، وہاں کے راہبوں
 اور وہاں کے رہنے والوں نے آپس میں جھگڑا کیا۔ تو پھر کیا ہوا؟ انہوں نے
 کہا کہ بھائی ظہیرین ڈالو پانی میں اتر کر اندازی کرو جس کا نام نکلتے وہ اس کو پانچواں نام کس کا نکلا؟ حضرت
 زکریا علیہ السلام کا نکلا اور اس طریقے پر جھگڑا بھی ختم ہو گیا اور حضرت مریم اپنے خالو اور خالہ کے ہاں پہنچیں
 فرمایا: وَمَا كُنْتَ لَدَيْهِمْ إِذْ يُلْقُونَ أَقْلَامَهُمْ أَيُّهُمْ يَكْفُلُ
 مَرْيَمَ. وَمَا كُنْتَ لَدَيْهِمْ إِذْ يَخْتَصِمُونَ. (ال عمران ۶۷)
 اسے لہر سے لہر پہنچا، آپ اس وقت موجود نہیں تھے، کہاں تھے آپ اس وقت؟

(صلی اللہ تعالیٰ علیک وسلم) جب کہ وہاں بیت المقدس میں رہنے والے رہا،
 آپس میں لڑتے تھے کہ مریم کا کفیل کون بنے؟ تو پھر آپ کو کیسے پتہ چل گیا
 کہ یہ بات ہوئی ہے؟ ہم نے آپ پر نازل کیا، تِلْكَ آيَاتُ اللَّهِ تَخَلُّوا
 عَلَيْكَ بِالْحَقِّ ط وَإِنَّكَ لَمِنَ الْمُرْسَلِينَ ۝ (بقولہ ۲۵۲) یہ میری
 آیتیں ہیں، میں آپ کو پڑھا کر سنا تا ہوں کیونکہ آپ میرے نبی ہیں۔ تو وہاں
 بھی فرمایا کہ اے میرے حبیب! وَإِنَّ كُنْتَ لَمِنَ الْغَافِلِينَ ۝ آپ کو
 ان آیات کے نزول سے پہلے خبر نہ تھی کہ یوسف علیہ السلام کے ساتھ کیا ہوا
 کیا بات بنی؟ کیا معاملہ ہوا؟ کیسے شام سے مصر پہنچے، مصر میں کیسے
 حکومت بنی؟۔ تو قصہ یوسف علیہ السلام ایک اور فائدے کے لئے بھی
 اللہ تعالیٰ نے نازل فرمایا، اس میں حکمت کیا تھی؟ کہ ولیل بن جاثم نے رسول
 اللہ کی صداقت کی۔ اس لئے فرمایا تَحْرُجُ نَقُصُّ عَلَيْكَ أَحْسَنَ الْقَصَصِ بِشَيْءٍ
 ہم آپ پر بیان کرتے ہیں أَحْسَنَ الْقَصَصِ بَرُّكَ اچھے پرانے پر بیان
 کرنا، اس میں کسی قسم کا تجاوز نہیں ہے، کسی قسم کا الزام نہیں ہے، جو
 حقیقی بات تھی وہ ہم نے آپ پر بیان کر دی۔ اور دنیا والے جب کوئی
 بات بیان کرتے ہیں اس میں بڑی تقدیر تاخیر ہوتی ہے، تو میں ہوتی رہتی ہے
 کچھ اپنی طرف سے بھی مسالہ ڈال دیتے ہیں۔ اللہ وہی بیان فرماتے ہیں جو
 حقیقت ہو۔ وَمِنَ آصْدَاقِكَ مِنَ اللَّهِ صِدِّيقًا ۝ (النساء ۶۷)

وَمِنَ آصْدَاقِكَ مِنَ اللَّهِ صِدِّيقًا ۝ (النساء ۶۷)

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ پھر وہ بات چلی جو میں نے پہلے عرض کی تھی کہ

نہیں ہے بلکہ یہ وحی ہے۔ ﴿يٰۤاُوۡسَيۡنَا اٰلِيۡكَ هٰذَا الْقُرۡاٰنُ قٰلَ
 اِسۡ وَجِبۡہٗ سَہۡمَہٗ لَہٗ وَحٰی کِی اَپؑ کِی طرؑ اس قرآن کِی۔ دیکھئے پھر اس
 یوسف علیہ السلام کے قصے کو قرآن نے کیا کہا؟ "وحی" کہا۔ اور "قرآن"
 کہا میرے بزرگو! قرآن کا ہر کلمہ قرآن ہے، قرآن کا ہر حرف قرآن ہے۔ وہ
 قصے کی شکل میں ہو، وہ مثال کی شکل میں ہو، وہ کسی بھی شکل میں ہو۔ تو
 فرمایا ﴿يٰۤاُوۡسَيۡنَا اٰلِيۡكَ هٰذَا الْقُرۡاٰنُ قٰلَ وَاِنۡ کُنْتُ مِنَ قٰبِلِہٖ
 لَہٗنۡ اِنۡعَافِیۡنِہٖ ۝ اگرچہ آپ اس قصے کے نزول سے پہلے اس قصے سے بیخبر
 تھے۔

تو یوسف علیہ السلام کے قصے کے متعلق قرآن نے ابتداء میں جو ہمیں
 تصور دیا وہ یہ ہے کہ خانی قصہ نہ سمجھو اس کو بلکہ یہ کیا ہے؟ یہ میری
 آیت ہے۔ یعنی اللہ کی ہر بات میں میرے بزرگو احکام بھی ہوتے ہیں، ہر
 بات میں ارشادات ہیں، ہر بات میں حکمتیں ہیں، خواہ وہ قصے کی شکل
 میں ہوں، خواہ وہ تاریخی حقیقت کی شکل میں ہوں، خواہ وہ مثالوں
 کی شکل میں ہوں، خواہ وہ حرام حلال کے احکام کی شکل میں ہوں۔ اس
 قرآن مجید میں الفاظ کو بیان کیے گا اس سے بہتر کوئی لفظ نہیں ہو
 سکتا۔

حضرت سید انور شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے۔

اور یہ حوالے ہم دیتے ہیں اس لئے کہ ہمارے پاس جو کچھ ہے اکابر
 کی تعلیمات اور ان کی دعاؤں کا اثر ہے ورنہ ہم کہاں اور یہ قرآن

سُننا سنانا کہاں؟۔ آپ فرماتے ہیں کہ قرآن مجید جو لفظ لاتا ہے اُس سے بہتر ثقلین نہیں لاسکتے۔ شاہ صاحب کا کلام بھی ماشاء اللہ خوب ہوتا ہے۔ فرمایا قرآن مجید جو لفظ لاتا ہے اس سے بہتر ثقلین نہیں لاسکتے۔ اور شاہ اسلام کی زندہ دلیل تھے (رحمۃ اللہ علیہ) ہمارے اکابر کا وجود اسلام کی دلیل تھا۔ فرمایا آپ نے کہ قرآن مجید جو لفظ لاتا ہے (یہ الفاظ ہیں) تو اس لفظ کا بدل ثقلین نہیں لاسکتے۔ یعنی اگر عین اور انسان اٹھے ہو کر یہ کہہ دیں کہ یوسف علیہ السلام کا جو قصہ قرآن نے بیان کیا، ہم اس کو اپنے الفاظ میں اس سے بہتر بیان کر سکتے ہیں، یہ ناممکن ہے جو بات اللہ نے بیان فرمائی وہ سب سے بہتر، وہ سب سے جامع، وہ سب سے مفید، وہ سب سے زیادہ حکمتوں سے پر ہے۔ اس لئے فرمایا أَحْسَنَ الْقَصَصِ۔ بعض لوگوں نے ترجمہ یہ بھی کیا ہے کہ سب قصوں سے بہتر قصہ، لیکن اس میں اشکال ہے قصص فقط کے مصدر۔ أَحْسَنَ الْقَصَصِ، ہم آپ پر بیان کرتے ہیں یوسف علیہ السلام کا قصہ ایسے طریقے پر جو سب طریقوں سے بہتر طریقہ ہے۔ کیونکہ کہنے والے ہم ہیں (یعنی اللہ تعالیٰ) اللہ جو بات کہیں گے وہ سب سے بہتر ہوگی۔ أَحْسَنَ الْقَصَصِ اس اعتبار سے ہے یہ نہیں ہے کہ یوسف علیہ السلام کا قصہ جو ہے باقی قصوں سے زیادہ حسین ہے۔ اور ابراہیم علیہ السلام کا قصہ حسین نہیں ہے، حضرت مریم کا قصہ حسین نہیں ہے، سارے کا سارا قرآن اُس سے پر ہے۔ قرآن مجید کی آیات ساری کی ساری احسن ہیں

قرآن سارے کے سارا حسین ہے، قرآن سارے کے سارا عیسیٰ ہے۔ قرآنی آیات میں اس اعتبار سے امتیاز نہیں کیا جاسکتا۔

تو میرے بزرگو! جو آیات آج کے درس میں پڑھی گئی ہیں، تفسیر اللہ آئندہ دس میں آجائے گی، اللہ تعالیٰ نے ہمیں چند باتیں بتائیں۔ پہلی یہ بات بتائی کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی کو حضرت یوسفؑ کی زندگی کے ساتھ بڑی مشابہت ہے۔ جس طرح حضرت یوسفؑ کو بظاہر ناکامیاں تھیں لیکن بعد میں عظیم کامران ہوئے۔ اسی طرح امام الانبیاؑ بھی کامیاب ہوں گے۔

دوسری یہ بات کہ وہ قصہ جو حضورؐ سے کہی نہاد پہلے ہو چکا ہے، آپؐ کو اس کے متعلق کوئی علم نہیں تھا، آپؐ دنیا والوں کو وہ قصہ بتا رہے ہیں، یہ دلیل ہے کہ آپؐ اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے نبی ہیں۔ اور تیسری بات جو میں نے درس کے ضمن میں عرض کی، میرے بزرگو میں پھر بھی دہراتا ہوں کہ آج کل جو یہ فتنہ ہے کہ قرآن کو اردو میں ڈھال دیا جائے، قرآن کو پشتو میں ڈھال دیا جائے، قرآن کو دوسری زبانوں میں ڈھال دیا جائے، یہ ڈھلنے والی کلام نہیں ہے، اسے نہ ڈھالیں، کہیں خود نہ ڈھل جائیں، اسے نہ ڈھالیں، قرآن کو ڈھالنے والے خود ڈھل جاسکتے ہیں، اللہ تعالیٰ ہمیں جہنم کے عذاب سے بچائے اور دنیاوی سزاؤں سے بھی محفوظ رکھے، کوشش کیجئے، عربی پڑھیں اللہ کی بات کو پڑھیں، اللہ کی بات کو سمجھیں، قرآن پڑھنے کے لئے

عربی حاصل کیجئے۔ جب ہم دنیاوی زندگی کے لئے، دنیاوی روٹی کے لئے
کتنی کتنی ڈگریاں حاصل کرتے ہیں تو اللہ کا کلام پڑھنے کے لئے اگر ہم
عربی حاصل کر لیں تو اس میں کونسا بعد ہے۔ اللہ مجھے آپ کو عمل کی توفیق
عطا فرمائے۔ ہمارے بھائی عثمان غنی صاحب کے چچا صاحب ۲۴
مارچ کو انتقال ہو گئے ہیں، ان کے لئے دعائے مفصل فرمائیں، اللہ تعالیٰ
ان کو جنت نصیب فرمائے۔ آمین

حصہ اول قرآن مجید

منعقدہ ۲۹ محرم الحرام ۱۳۸۸ھ - ۲۸ اپریل ۱۹۶۸ء

اس درس میں مندرجہ ذیل دینی اور علمی فوائد ہیں -

- ۱- صورت نوعیہ کا وجود
- ۲- سچے خواب فیضان نبوت کا ۱/۴ حصہ ہیں
- ۳- تلبیس ابلیس کی چالیں
- ۴- علم ہی ولایت کا زینہ ہے۔
- ۵- اسلام میں خواب کا مقام۔
- ۶- علامہ سیوطی اور امام شعرانی کا ذکر خیر
- ۷- آل حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کا شرف

تالیف: تالیف الموفق

سورۃ یوسف

اَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ
 اذْ قَالَ يُوْسُفُ لَآ اِبْرٰهِيْمَ يٰ اَبَتِيْ اِنِّىْ رَاَيْتُ عَشْرَ كُوْكُبًا
 وَالتَّمٰنِيْنَ وَالْقَمَرَ رَاَيْتُهُمْ لِيْ سٰجِدِيْنَ ه قَالَ يَبْنٰى
 لَآ تَقْصُصْ رُءُوكَ عَلٰى اِخْوَتِكَ فَيَكِيْدُوْا لَكَ كَيْدًا ۗ
 اِنَّ الشَّيْطٰنَ لِلْاِنْسٰنِ عَدُوٌّ مُّبِيْنٌ ۗ وَكَذٰلِكَ
 يَجْتَبِيْكَ رَبُّكَ وَيُعَلِّمُكَ مِنْ تَاْوِيْلِ الْاَحَادِيْثِ
 رَبِّيْمٌ نِّعْمَتُهٗ عَلَيْكَ وَعَلٰى الْاٰلِ يَعْزُبُ كَمَا اَنْشَا
 عَلٰى اَبُوَيْكَ مِنْ قَبْلِ اِبْرٰهِيْمَ وَاِسْحٰقَ ۗ اِنَّ رَبَّكَ عَلِيْمٌ
 حَكِيْمٌ ۗ صدق الملك العلي العظيم

میرے بزرگ اور میرے بھائیوں! اللہ تعالیٰ کا بے انتہا احسان ہے کہ آج پھر
 ہم اس کا کلام مقدس سننے اور سنانے کے لئے اکٹھے ہیں، اللہ تعالیٰ
 عمل کی توفیق عطا فرمائے۔

گذشتہ ماہ سورۃ یوسف کی ابتدائی تین آیات پر چند گزارشات

پیش کی گئی تھیں۔ آج اس رکوع کی بقیہ میں آیتیں تلاوت کی گئی ہیں۔
 کائنات میں جو کچھ فیصلے اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہو چکے ہوتے
 ہیں یا ہونے والے ہوتے ہیں، ان کا بدن اور ٹھوس جسم اختیار کرنے سے
 پہلے بھی کائنات میں وجود رہتا ہے۔ آج کی اس دنیا میں تو آپ دیکھتے
 ہیں کہ نئی ایجادات نے بہت کچھ ثابت کر دیا۔ ہمارے پاس یہ پٹی ویڈیو
 وغیرہ اس بات کی دلیل ہیں کہ کائنات میں، فضا میں بہت سی چیزیں
 ایسی موجود ہیں جو ہم کو نظر نہیں آتیں لیکن جو ہمیں ہم اس آلے کو یا مسالے
 کو لگا دیتے ہیں تو وہ چیزیں پھر ہمیں بھی نظر آنے لگ جاتی ہیں، اگر وہ
 فضا میں خلا میں موجود تھیں تو ہمیں کیسے نظر آگئیں؟

دیکھئے میرے بزرگو، میرے بھائیو! اس وقت یہ فضا مجھ گنہگار
 کی آواز سے گونج رہی ہے، اولہ تو کسی کی آواز یہاں پر نہ آپ سنتے
 ہیں نہ میں سنتا ہوں لیکن اس وقت اگر یہاں پر ریڈیو کو لگا دیا جائے
 اور اس کا رابطہ اپنے سٹیشن کے ساتھ قائم کر دیا جائے تو جس جس
 سٹیشن پر آواز کو پہنچ سکتا ہے وہ آواز یہاں آپ بھی سنیں گے،
 میں بھی سنوں گا۔ تو معلوم ہوتا ہے کہ اس فضا میں آواز موجود ہے
 لیکن وہ نہ آپ سن سکتے ہیں نہ میں سن سکتا ہوں۔ جسے اللہ نے قوت
 عطا کی ہو وہ آلے کے بغیر بھی سن سکتا ہے۔ اسی لئے فرمایا نبی کریم
 صلی اللہ علیہ وسلم نے اِنَّ الشَّمْعَ مَا لَا تَسْمَعُ اور ایک روایت
 میں فرمایا رَاتِي اَلرِّي مَا لَا تَرِي میں وہ کچھ دیکھتا ہوں جو تم نہیں

دیکھ سکتے ہیں وہ سنتا ہوں بختم نہیں سون سکتے

تو جس طرح آلات کے ساتھ ہم ایسی چیزوں کا مشاہدہ کر سکتے ہیں جن کا وجود پہلے ہو چکا ہے، اسی طرح رب العالمین اپنی قدرت کاملہ کے ساتھ خوب جانتے ہیں اپنے بندوں پر آنے والی کسی چیز کو اس کی صورت نوعیہ میں اُسے دکھا دیتے ہیں۔

صورت نوعیہ کا لفظ میں نے آپ کے سامنے عرض کیا، کہ میرا بدن، آپ کا بدن، ساری کائنات میں جو کچھ ہم دیکھتے ہیں اس کے دو حصے ہیں جس کو فلاسفہ قدیم کی اصطلاح میں ہیولی اور صورت کہا جاتا ہے۔ یوں سمجھ لیجئے روح اور مادہ۔ صورت نوعیہ اور ہیولی یہ دونوں کر ایک وجود اختیار کر لیتے ہیں۔ اگر صورت نوعیہ ہونے سے الگ ہو جائے تو پھر بھی اس چیز کا وجود خارج میں رہتا ہے صورت کے لگنے کے ساتھ ہیولی اور صورت کے متصل ہو جانے کے ساتھ وہ ایسا بدن بن جاتا ہے جو خارج میں سب کو نظر آنے لگ جاتا ہے۔

اس کی مثال ہمارے صوفیاء کو رام نے یوں دی جیسا کہ دیکھئے آپ اپنے سامنے آئینہ رکھیں، میں اپنے آئینہ رکھوں، تو آئینے میں جو میری شکل نظر آتی ہے، آپ کی شکل نظر آتی ہے، یہ کیسا ہے؟ یہ میری شکل ہے؟ آپ کی شکل ہے؟ آئینہ دیکھنے والے کی شکل ہے؟ اسے ہم یہ کہہ دیں کہ آئینے کے اندر سے یہ چیز نکلی ہے، یہ بھی غلط ہے،

اور یہ کہہ دیں کہ بعینہ میں ہوں (پورے بدن کے ساتھ) یہ بھی غلط ہے، آئیے میں میری صورت نو عبیدہ بنش، ہوئی اور یہ صورت نو عبیدہ نہ میری عین ہے، نہ میری غیر ہے۔ یہ منطق کی اصطلاح ہے، اس کو میں یہاں بیان نہیں کرتا۔

پھر کہتے ہیں عرض کرنے کا مطلب یہ ہے کہ کائنات میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے جو باتیں فیصلہ ہو چکی ہیں وہ کائنات میں، فضا میں، خلا میں موجود رہتی ہیں اور اللہ تعالیٰ جو اس میں چاہتے ہیں، کسی اپنے بندے کے ذہن پر جاگتے ہوئے بھی اس کا القاء کر سکتے ہیں، جسے کشف کہا جاتا ہے، جیسے وجدان کہا جاتا ہے) اور نیند میں بھی القاء کرتے ہیں۔

اس لئے فرمایا نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کہ نبوت ختم ہو چکی ہے، میں خاتم النبیین ہوں، لیکن نبوت کا اثر کچھ دنیا میں باقی ہے اور ایک روایت میں حضورؐ نے فرمایا کہ نیک خواب، اچھے خواب، اچھے خواب، یہ نبوت کا چھپا لیسواں حصہ ہے۔ علمائے حدیث نے اس کی شرح میں یوں بیان فرمایا کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو سب سے پہلے اللہ تعالیٰ کی طرف سے جو القاء ہونا شروع ہوا وہ رؤیاء صادقہ تھیں اور یہ سلسلہ آپؐ پر چھ مہینے تک رہا۔ بخاری اور دوسری حدیثوں میں ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو چھ مہینے ایسے خواب آتے تھے، مثل قلق الضبیح جیسے صبح بھٹ

جاتی ہو، یعنی بالکل حقیقی خواب، دیکھتے ہی ان کا اثر ظاہر ہو جاتا تھا
 پھر مہینے تک آپ کی یہ نوعیت رہی اور اس کے بعد پھر الہام آپ
 شروع ہوا، وحی آنی شروع ہوئی۔ تو چونکہ بطور ہی ہونے کے آپ
 کی حیات مبارکہ تیس سال یعنی سے اندھ چھ مہینے ۲۳ سال کا چھپالیسوا
 حصہ ہے اس لئے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی ایک حدیث میں
 جو ارشاد فرمایا کہ نبوت ختم ہو چکی ہے، آثار نبوت میں سے کیا چیز باقی
 ہے؟ رؤیائے صادقہ اور رؤیائے صادقہ نبوت کا چھپالیسواں
 حصہ ہے۔ یہ مطلب نہیں ہے کہ جیسے اچھا خواب آجائے گا وہ بھی
 ہو جائے گا، نہیں۔ یہ نہیں ہے۔ آثار نبوت کا مطلب یہ ہے کہ
 اللہ تعالیٰ کی طرف سے اسی ذہنوں پر جو ذہن صادق ہوتے ہیں، جو ذہن
 اللہ تعالیٰ کے مطیع اور پیرو کار ہوتے ہیں ان کے والی باتوں کا القاء کر دیا
 جاتا ہے اور پھر اس میں بڑا کمال یہ ہے کہ وہ اس القاء کو سمجھ بھی لیتے
 ہیں اور اس القاء کو اپنے ہاں سے کسی قسم کی ترمیم کے ساتھ بھی شائع
 کر سکتے ہیں۔

اس میں نہیں اشارہ کر گیا کہ سچے خواب غیر نبی کو بھی آ سکتے ہیں
 جیسا کہ قرآن کریم کی اسی سورت یوسف میں آتا ہے کہ جو عزیز مصر تھے
 انہوں نے جب حضرت یوسف علیہ الصلوٰۃ والسلام کو قید کر دیا تو
 انہوں نے خواب دیکھا کہ سات موٹی گائیں ہیں اور سات دہلی گائیں
 ہیں۔ دہلی گائیں موٹی گاؤں کو کھا رہی ہیں۔ اسی طرح انہوں نے

سات خوشے دیکھے پوتر تھے اور سات خوشے دیکھے جو بالکل خشک
تھے۔ خواب تو دیکھا لیکن خواب کی تعبیر عزیز مصر، جو مصر کا بادشاہ
تھا، وہ نہ سمجھ سکا اس لئے کہ وہ روحانی قوت سے محروم تھا۔ چنانچہ
اس نے جب اپنے وزراء کے سامنے یہ خواب پیش کیا، وَقَالَ الَّذِي
بُحَا مِنْهُمَا وَادَّكَرَ بَعْدَ أُمَّةٍ أَنَا أُنْتَبِهُكُمْ إِنِّي أَنَا
فَارِسِيون ۵ (یوسف ص ۲۵) جس نے کہ یوسف علیہ الصلوٰۃ والسلام
کے ساتھ جیل خانے میں کچھ وقت گزارا تھا، اور وہ لمبا قصہ ہے خواب
میں اس نے دیکھا تھا کہ مجھے آزاد ہی مل گئی تو اب وہ جب یہاں پر آئے
تو انہوں نے عزیز مصر کے اس خواب کو سن کر کہا کہ اس کی تعبیر میں تمہیں
بتا سکتا ہوں۔ فَارِسِيون ۵ تم مجھے بھیجو میں یوسف کے پاس جاتا ہوں
چنانچہ وہ پہلے حضرت یوسف کے پاس، يُوسُفُ أَيُّهَا الصِّدِّيقُ
أَفْتِنَا فِي سَبْعِ بَشْرَاتٍ سَيَأْتِيَنَا كُلُّهَا سَبْعَ عَجَافٍ
وَسَبْعَ سُنْبُلَاتٍ خَضْرَاءَ وَأُخْرَى سَبْعَ لَبَنَاتٍ لَقِيَنِي أَرْبَعٌ
وَالْيَاسَ لَقِيَنَهُمْ يَعْلَمُونَ ۵ (یوسف ص ۲۶) کہ اسے یوسف
مجھے بتا سکتا ہوں گا میں جن کو دہلی گائیں کھا گئیں اور سارا خواب
عزیز مصر نے دیکھا تھا وہ پیش کیا یوسف علیہ السلام کے سامنے۔ تو
حضرت یوسف علیہ السلام نے اس کی تعبیر بیان فرمائی کہ مصر میں سات
سال تکس بڑا اچھا مزہ رہے گا، غلہ بڑھی کثرت کے ساتھ پیدا ہوگا
(یہ سوئی گائیں ہیں)۔ اس کے بعد پھر سات سال قحط پڑے گا، وہ جو کچھ

نہ نے کیا تھا یہ کھا جائیں گے (یہ وہی گائیں ہیں)
 تو خواب تو دیکھا عزیز حضرت نے بھی حالانکہ وہ اس وقت غیر مسلم تھا
 لیکن تعبیر جو بتلائی وہ یہ سمجھ گیا علیہ السلام نے بتلائی یہی اور غیر نبی
 کے خوابوں میں فرق ہوتا ہے۔ انبیاء علیہم السلام کے خواب، اولیاء اللہ
 کے خواب، نیک انسانوں کے خواب روحانیت سے پیدا ہوتے ہیں
 ان میں وہ مدارج، وہ وہ عطا یا ہوتی ہیں جو غیر نبی کے خواب میں
 نہیں ہو سکتیں۔ سید دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب کے مسئلے
 پر پورا عبور حاصل تھا اور حضور کر نبوت ملنے سے پہلے جو چیز ہونے
 خواب آئے وہ تو بالکل سچے خواب تھے جو حضور خواب میں دیکھتے
 تھے صبح اس کا ظہور ہو جاتا تھا۔ نبوت کے بعد بھی اہم الانبیاء صلی اللہ
 علیہ وسلم کو آنے والے حالات کا اتفاق ہوا، خواب کے ذریعے اس کی
 میں ایک مثال عرض کرتا ہوں (ساری میں موجود ہے) کہ حضرت ام مہم
 رضی اللہ تعالیٰ عنہا حضرت انس بن مالک کی پھوپھی ہیں اور نبی کریم
 صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھیں ان کا کچھ رشتہ بنتا ہے۔ وہ فرماتی
 ہیں کہ حضور پالو صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ایک دن میرے گھر تشریف
 لائے اور دوپہر کا وقت تھا حضور سمیٹ گئے، میرے گھر آپ نے
 قبولہ فرمایا، آرام فرمایا۔ تو سوتے سوتے حضور جب جاگے تو جاگتے
 ہی حضور صلی اللہ علیہ وسلم، سانس پڑے۔ تو میں نے بڑی خوشی کا اظہار
 کیا میں نے پوچھا اللہ کے نبی! (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) جناب سے

یہ تبسم کیوں فرمایا؟ فرمایا حضور نے میں نے دیکھا خواب میں کہ میری اہل
 کے کچھ لوگ سمندر پر سفر کر رہے ہیں، تیر رہے ہیں جیسا کہ سلطان اور
 بادشاہ تختوں پر بیٹھے ہوتے ہیں، تو حضرت ام حرام عرض کرتی ہیں
 کے نبی! (صلی اللہ تعالیٰ علیک وسلم) اَدْعُ اللّٰهَ اَنْ يَّجْعَلَ لِيْ
 مِنْهُمْ اَبَ اللّٰهِيْنَ سے دعا فرمائیں کہ اللہ تعالیٰ مجھے بھی اس قافلے میں
 شرکت کا موقع نصیب فرمائے، حضور نے دعا فرمائی اور فرمایا: اَنْتَ
 مِنْهُمْ تو بھی ان میں شریک ہوگی، پھر حضور آرام فرمانے لگے۔ پھر
 امام الانبیا، نبی اسی دوران جاگے، پھر حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم
 نے ام حرام نے پھر مسئلہ پیش کیا۔ پھر حضور نے یہی جواب دیا۔ انہوں
 نے پھر درخواست کی کہ اللہ کے نبی! آپ اللہ سے دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ
 مجھے بھی ان میں شریک فرمائے؟ تو آپ نے فرماتے ہیں: اَنْتَ مِنَ
 الْاَوْلِيَّيْنَ تو پہلے قافلے میں شریک ہو سکے گی، پچھلے میں شریک نہیں
 سکتی۔۔۔ یہ بخاری میں تفصیل کے ساتھ واقعہ موجود ہے۔ چنانچہ
 حضرت امیر معاویہؓ کے زمانے میں جس وقت مسلمانوں نے بحری بیڑا
 تیار کیا اور قبرس جسے سائپریس بھی کہتے ہیں، وہاں ترکوں اور
 یونانیوں کی آپس میں جنگ چھڑی ہوئی ہے، اس کو فتح کرنے کے
 لئے، وہاں دین اسلام پھیلانے کے لئے حضرت امیر معاویہؓ نے جب
 اپنی بحری فوج کو بھیجا، ان میں حضرت ام حرام بھی شریک تھیں جب
 یہ قافلہ قبرس کے کنارے پر لگا، آپ وہاں سے اتریں، تو کشتی سے

ہوئے یا اونٹ پر سوار ہوتے ہوئے آپ کریں اور آپ کا وہیں انتقال ہو گیا۔ قبر میں پہلی قبر مسلمانوں کی جو ہے وہ حضرت ام حرام رضی اللہ عنہا کی ہے (رضی اللہ تعالیٰ عنہا)۔

تو مجھے خواب حضور نے دیکھا، اور خواب میں امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم نے جو رو و بدل کیا، رو و بدل تو نہیں تھا، امام الانبیاء نے اس کے متعلق اپنا فیصلہ صاف فرمایا (معلوم ہوتا ہے کہ علوم نبوت بڑے اونچے علوم ہوتے ہیں۔ اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات عالی تو بہت بلند اور بالاتر تھی۔

تو اسی طرح یوسف علیہ الصلوٰۃ والسلام نے خواب دیکھا، اگرچہ آپ فی الحال تو نبی نہ تھے لیکن بعد میں آپ نبی ہو گئے، اور خواب تھا بڑا عجیب، اس لئے اپنے والد ماجد کے سامنے پیش کیا۔

میں ساتھ ساتھ ترجمہ کرتا جاؤں گا، چاہتا ہوں کہ آج یہ آیات ختم ہو جائیں اذ قال یوسف لایئسہ، جب کہ یوسف علیہ الصلوٰۃ والسلام نے خواب سے بیدار ہو کر لایئسہ، اپنے باپ یعقوب علیہ السلام سے خواب عجیب دیکھا تو اپنے باپ کے سامنے خواب کو پیش کیا ایک آیت۔ اے میرے ابا محراب، اے میرے باپ، اے میرے والد ماجد! ارفیٰ سرائیت، بے شک میں نے دیکھا خواب میں آگ لفظ خواب کا آرا ہے) اَحَدٌ عَشْرٌ كَوْكَبًا كِيَارَهُ سِتَارَةٌ كَوْكَبٌ وَالشَّمْسُ، اور سورج کو، وَالْقَمَرُ، اور چاند کو، رَآیْتُهَا رَافِعَةً

سچا یا نہیں وہ میں نے دیکھا کہ وہ سارے کے سارے میرے سامنے سجدہ کر
 رہے ہیں میں نے بڑا عجیب خواب دیکھا ہے اب آجی میں دیکھتا ہوں کہ
 خواب میں سورج اور چاند اور گیارہ ستارے میرے سامنے سجدہ کر رہے
 ہیں۔ چاند کا سجدہ کرنا، سورج کا سجدہ کرنا، گیارہ ستاروں کا سجدہ کرنا
 یہ لوگوں کے لئے تعجب کا باعث تو ہوا۔ اور پھر آپ نے اپنا خواب سب سے
 پہلے جو پیش کیا وہ اپنے والد ماجد کے سامنے پیش کیا۔

ہمارے پاس میرے بزرگوار علم روایہ کا ایک مستقل فن ہے یعنی
 یہ کوئی معمولی مسئلہ نہیں ہے۔ بعض لوگ خوابوں کے ساتھ مذاق کر دیتے
 ہیں، خواب مستقل ایک جہان کا مسئلہ ہے یہ مستقل ایک کائنات کا حصہ
 ہے اور یہ کُل فَنِّ رِجَالِ اس کی تعبیر کے لئے بھی علوم ایجاد ہوئے
 چنانچہ ہماری حدیث کی ہر کتاب میں باب التَّعْبِيرِ الرَّؤْيَا موجود
 ہے، بخاری میں ہے، مسلم میں ہے، ترمذی میں ہے۔ یعنی ہماری حدیث
 کی کتاب میں میرے بزرگوار خود مشکوٰۃ میں ہے جو مجموعہ ہے، ان
 احادیث کا خلاصہ ہے کہ خواب دیکھ لینا اور خواب کی پھر تعبیر کرانا اور
 خواب پر احکام کا مرتب کرنا یہ درحمت ہے، پر صحیح ہے اور خواب کی
 تعبیر کرنے کے کچھ اصول ہیں ان اصول میں سے ایک اصل یہ بھی ہے
 کہ جب کوئی آدمی خواب دیکھے تو خواب اس کے سامنے بیان کرے
 جو تعبیر روایہ کا ماہر ہو کیونکہ تعبیر میں وہ چیزیں ہو سکتی ہیں جو غیر
 تعبیر میں نہیں ہو سکتیں۔

ہمارے ہاں تابعی گذرے ہیں محمد بن سیرین رحمۃ اللہ علیہ جو حضرت انس بن مالک کے غلام زادے تھے۔ سیرین جو یہ محقق ہے شیرین کا یہ ایران کے تھے، غلام ہو کے پہنچے حضرت انس ابن مالک کے پاس پھر آپ نے ان کو آزاد کیا اور ان کی شادی کراچی، بہت لمبے عناقب ہیں سیرین کے، ان کے بیٹے ہیں محمد بن سیرین رحمۃ اللہ علیہ آپ کو تعبیر روایا کا فن سکھایا اور تعبیر روایا کے فن میں آپ بہت اچھے مقام کے مالک ہیں۔ محمد ابن سیرین کا فالنامہ چھپا ہوا ملتا ہے۔ ایک بڑا فالنامہ ہے ایک چھوٹا فالنامہ ہے۔ واقعی ان کے فالناموں میں بہت عجیبی ہے اور وہ فن کے نہایت ماہر معلوم ہوتے ہیں۔ تو تعبیر روایا کا ایک مستقل فن ہے۔ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے بھی محمد ابن سیرین سے روایات نقل کی ہیں۔ اور تعبیر روایا کے سلسلے میں ان کی طرف رجوع کیا ہے۔ رَجُلٌ فِتْرَتِ رِجَالٍ ہر فن کے لئے رجال ہوتے ہیں اس لئے فرمایا کہ خواب اس کے سامنے بیان کیا جائے جو خواب کی تفسیر کا وقت ہو۔

زبیدہ خاتون، مارون الرشید کی بڑی صاحبہ، بڑی نیک، بڑی پارسا پیڑی تھیں جن کے نام سے آج بھی لگے مکہ میں اور عرفات میں ہجرت میں نہر زبیدہ جاری ہے۔ بارہ سو سال ہو چکے ہیں اس نہر کو جاری ہوئے آج تک وہ جاری ہے، انشاء اللہ قیامت تک جاری رہے گی حضرت زبیدہ نے خواب دیکھا کہ میرے بدن کے ساتھ ساری کائنات کی مخلوق

چمٹی ہے، ایڑے، گلوڑے، سنانپ، کچھو، حشرات، پرندے، چونڈے
 سب ایسے بدن کے ساتھ چمٹے ہوئے ہیں۔ تو وہ بھاری بہت پریشان
 ہوئیں۔ کہ یہ تو بڑا عجیب خواب ہے، بڑا اسہدیت ناک خواب ہے لیکن
 جب معبر کے سامنے بیان کیا، جو علم تعبیر رو یا رکاب طاقت تھا، انہوں نے
 فرمایا کہ خاتون گھبرانے کی بات نہیں، اللہ تعالیٰ تجھ سے ایسا کام لیں گے کہ جس سے
 اللہ کی ساری مخلوق فائدہ پائے گی۔ چنانچہ زبیدہ نے نہر زبیدہ جو کھدوائی
 مکہ موکرمہ میں ہواقات میں اور منی کے مقام میں وہ چلتی ہے، اس سے کروڑوں
 انسان فائدہ پا چکے ہیں، اللہ کے ولی، غوث، قطب، ابدال اور عامۃ المسلمین
 اس سے فائدہ پارہے ہیں اس لئے اگر اللہ تعالیٰ کسی کو خواب دکھادے
 تو اس خواب کی تعبیر کے لئے رجوع ایسے انسان کی طرف کرے جو تعبیر رُحیہ
 کا واقعہ ہو۔ چنانچہ حضرت یوسف علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنے والد
 ماجد کے سامنے خواب پیش کیا، اور کسی سے ذکر نہیں کیا۔ کہ اے اباجی!
 میں خواب میں یوں دیکھتا ہوں کہ استارے اور ایک سورج اور ایک چاند
 میرے سامنے سجدہ ریز ہو رہے ہیں۔

تو آپ نے کیا فرمایا؟ قَالَ يَبْنِي لَا تَقْصُصْ رُؤْيَاكَ عَلَيَّ
 اٰخُوْتِكَ فَيَكْبُرُوْا اِنَّكَ كَيِّدٌ اٰطِيْنُ الشَّيْطٰنِ لِلْاِنْسَانِ عَدُوٌّ
 مُّبِيْنٌ ۝ - قَالَ - يعقوب عليه الصلوة والسلام نے پہلے متنبہ کیا
 کہ تیرے میرے درمیان جو بات ہو چکی ہے، اب اگر کوئی اور سے آگیا تو یہ
 بات نہ کرنا۔ پہلے میری بات سُن لے۔ يَبْنِي، اے میرے بچے! اے میرے

چھوٹے بچے اے میرے پیارے بچے! اثر ان مجید میں یہ لفظ سورتِ یوسف
 ہی میں آتا ہے ایک جگہ آتا ہے بت کی لڑ بڑ کے ساتھ یسبنی اور یہاں
 ہے یسبنی بت پر پیش ہو تو معنی ہے "اے میرے چھوٹے بچے" اور
 بت پر زبر ہو تو معنی ہے "اے میرے بہت سے بچے" بت بتی جمع کا
 صیغہ ہے اور بتی اسم تصغیر ہے۔ یسبنی اسم میرے چھوٹے بچے
 جیسے ہماری بولی میں کہتے ہیں "اے بچو" اے چھوٹے بچے! لا
 اقصص، نہ بیان کرنا تو۔ ردیاک اپنے اس خواب کو، علیٰ اختراع
 اپنے بھائیوں پر اپنے بھائیوں کے سامنے یہ خواب
 بیان نہ کرنا، میرا بڑا عظیم خواب ہے۔ فیکید واک کد اٹ
 ہو سکتا ہے کہ وہ تیرے لئے کوئی تدبیر سورج کہیں تیرے خواب میں تو
 بڑی عظمت ہے اور ہو سکتا ہے کہ وہ اس عظمت کو پالیں کیونکہ
 تعبیر اس کی ظاہر ہے۔ آخر دیکھئے ناکہ جو آدمی خواب میں یہ دیکھتا ہے
 کہ چاند میرے سامنے سجدہ کر رہا ہے، سورج میرے سامنے سجدہ کر
 رہا ہے، ستارے میرے سامنے جھک رہے ہیں تو اس خواب کی
 تعبیر تقریباً ہر آدمی جان لیتا ہے کہ جس کے سامنے ہاند جھک رہا
 ہے جس کے سامنے سورج جھک رہا ہے، یہ تعبیر کوئی اتنی مشکل
 نہیں ہے تو وہ اسے سمجھ لیں گے، بھانپ لیں گے کہ ہمارے بھائی
 یوسف کو کوئی مقام رفیع ملنے والا ہے، تو ہو سکتا ہے کہ وہ تیرے
 ساتھ کسی قسم کی گڑ بڑ کریں۔

اسی سے علماء اسلام نے یہ بات ثابت کی ہے، بعض لوگوں نے یہ
 کہا ہے کہ یوسف علیہ السلام کے جو گیارہ بھائی تھے وہ سارے کے
 سارے نبی تھے لیکن جمہور علماء کا یہ فیصلہ ہے کہ وہ دس بھائی جو سوتیلے
 تھے وہ یقیناً نبی نہ تھے کیونکہ نبی نبوت سے پہلے بھی کسی گناہ کبیرہ
 کا ارتکاب نہیں کرتا۔ بات سمجھ لیجئے میرے بھائیو! نبوت بڑا
 رفیع مقام ہے۔ نبی نبوت سے پہلے بھی اللہ تعالیٰ کی نافرمانی نہیں کرتا
 کسی گناہ کبیرہ کا مرتکب نہیں ہوتا۔ اور نبوت کے بعد تو یقیناً نہیں ہوتا
 کیوں؟ اس لئے کہ نبوت اور رسالت، یہ اللہ کا اپنا انتخاب ہے۔
 اللہ یختبى الیہ من یشاء (الشوریٰ ۷۱) اللہ تعالیٰ
 چن لیتا ہے جس کو چاہے۔ تو میرے بھائیو! تمہیں کو اللہ تعالیٰ چن لے
 اس میں اگر گناہ کبیرہ کا جذبہ موجود ہو، وہ نبوت سے پہلے بھی گناہ
 کبیرہ کر سکتا ہو، کرنے والا ہو، تو اس سے اللہ تعالیٰ کے انتخاب پر
 اعتراض آتا ہے کہ اللہ نے اس انسان کو اپنا راز دار بنایا۔ اس پر
 اپنا الہام نازل کیا، جو اللہ کی نافرمانی کیے والا ہے۔ اس لئے جمہور
 علماء اسلام کا یہ عقیدہ ہے کہ انبیاء علیہم السلام اعلیٰ نبوت سے
 پہلے بھی گناہ کبیرہ سے محفوظ ہوتے ہیں اور نبوت کے ملنے کے بعد
 تو یقیناً محفوظ ہوتے ہیں۔

حضرت مخدوم رحمۃ اللہ علیہ اور دوسرے علمائے تفسیر نے
 اس پر اقوال نقل کئے اور اجماع نقل فرمایا کہ یوسف علیہ السلام کے

جو اس بھائی تھے، حقیقتاً نبوت سے وہ محروم تھے۔ وہ نبی نہیں تھے
 اگر وہ نبی ہوتے تو کیا وہ اپنے بھائی کو کوٹوں میں ڈالتے؟ جو کچھ انہوں
 نے کیا وہ کرتے؟

تو یہاں پر اس کی نشان دہی کی یعقوب علیہ السلام نے کہ حد
 کہیں گے تیرے ساتھ، اس خواب کی تعبیر گوشہ بھی سمجھ جائیں گے
 اتنی گہری تعبیر نہیں ہے۔ اور پھر دلیل بیان فرمائی اِنَّ الشَّيْطَانَ
 لِلْاِنْسَانِ عَدُوٌّ مُّبِينٌ ہے شک شیطان انسان کا کھلا ہوا دشمن
 ہے۔ وہ تو ایسے موقعوں کی تلاش میں رہتا ہے کہ کسی طرح دل میں کچھ
 سیاہی پیدا ہو، کسی طرح دل میں کچھ گراہی پیدا ہو، کسی طرح دل میں
 کچھ گمراہی پیدا ہو تو پھر میں تمہارا روں معاملے کو۔

اس طرف یہاں بھی اشارہ کیا کہ شیطان حملہ تو سب پر کرتا
 ہے۔ قرآن مجید میں آتا ہے کہ شیطان کے حملے سے کوئی بندہ خالی
 نہیں ہوتا لیکن اللہ کے نیک بندے ہیں اِنَّ عِبَادِي لَيْسَ لَكَ
 عَلَيْهِمْ سُلْطٰنٌ (بنی اسرائیل ۷۵) فرمایا کہ اے شیطان!
 جو میرے بندے ہیں ان پر تیرا غلبہ نہیں چلے گا، حملہ کرتا ہے سب پر
 لیکن جو اللہ کے بندے ہیں، نبیوں کے بغیر بھی ان پر تیرا غلبہ نہیں
 چل سکے گا۔

سیدنا شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کے متعلق ہے کہ آپ
 ایک دفعہ رات کو اپنی نواتقاہ میں، خلوت گاہ میں، اللہ تعالیٰ کے ذکر میں

مشغول تھے۔ آپ نے دیکھا کہ آپ کا حجرہ مبارک سارے کا سارا
 نور سے منور ہو گیا۔ اور زمین سے لے کر آسمان تک نور ہی نور نظر آنے
 لگا۔ تو آپ سے آواز آئی اسے عبدالقادر بس کر میں تجھ سے لڑھکی
 لیا، جو وہ تمام مجھے دینا تھا وہ میں نے دے دیا آپ پڑھتے ہیں لا
 حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللَّهِ الْعَلِيِّ الْعَظِيمِ ط تھوڑی دیر بعد
 روشنی "پہل گئی" پھر وہی اندھیرا چھا گیا۔ پھر آواز آئی کہ اے
 عبدالقادر! تو نے اپنے علم کی بدولت مجھ سے اپنے آپ کو بچا لیا۔ پھر
 آپ پڑھتے ہیں لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللَّهِ الْعَلِيِّ الْعَظِيمِ ط
 صحیح نسب روٹی تو اپنے خلیفہ اور مریدوں کے سامنے یہ واقعہ بیان کیا
 تو انہوں نے پوچھی کہ نہرت! آپ کو کیسے تہمت ہوئی کہ یہ آپ پر شیطان
 کا حکم ہے؟ فرمایا کہ جیسا میں اللہ کے ذکر میں مصروف تھا، اللہ
 کی عبادت میں مصروف تھا اور میرا کمرہ سارا نور سے منور ہو گیا
 اور نور سے یہ آواز آئی کہ اے عبدالقادر بس کر تجھے وہ مقام رفیع
 مل گیا، تو میں سمجھا کہ یہ شیطان کی آواز ہے، اللہ تعالیٰ تو حکم دیتے
 ہیں وَأَعْبُدْ رَبَّكَ حَتَّىٰ يَأْتِيَكَ الْيَقِينُ ؕ (الحجر ۹۹) کہ
 ہو جتنا تمہارا اپنے رب کی عبادت کو مدت چھوڑو۔ اللہ تو قرآن میں یہ فرماتے
 ہیں، اپنے نبی کو فرماتے ہیں رِضَىٰ اللّٰهُ تَعَالَىٰ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ (عام مسلمانوں
 کو فرماتے ہیں، عام انسانوں کو فرماتے ہیں کسی وقت بھی کوئی انسان
 اللہ تعالیٰ کی عبادت سے اپنے آپ کو مترا نہیں سمجھ سکتا، اور نہ مجھے

کیسے اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ عید القادور تو کس کرہ معلوم ہوتا ہے یہ
 شیطان کا دھوکہ ہے۔ شیطان مختلف دھوکوں سے مختلف شیعوں
 سے انسانوں کے مختلف انواع کو گمراہ کرتا رہتا ہے اس لئے میں نے
 جب پڑھا لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللَّهِ الْعَلِيِّ الْعَظِيمِ ط تو وہ جو
 شیطان حملہ تھا وہ دور ہو گیا۔ موشاگردوں نے عرض کی "حضرت پھر
 دوبارہ آپ نے کیوں لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللَّهِ پڑھا؟ فرمایا کہ یہ
 دوسرا حملہ کیا اس خبیث نے مجھ پر۔ پہلے حملے میں تو میں زچ گیا۔ پھر
 جب یہ آواز دی کہ اے عبدالقادر تو اپنے علم کے ساتھ اپنے آپ کو بچا
 گیا۔ تو میں سمجھا کہ یہ اب مجھے فخر اور غرور میں ڈالنا چاہتا ہے اس لئے
 پھر میں نے پڑھا لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللَّهِ۔ اسے کہتے ہیں ولایت۔
 آج ہم میں جو یہ چیزیں آجاتی ہیں کہ بھائی پڑھنے کی ضرورت کیا ہے؟
 قرآن ہے نہ حدیث ہے، نہ کسی کی بیعت ہے، نہ ذکر ہے نہ اذکار ہے،
 تو میرے بھائی پھر آپ ہی سوچ لیجئے۔ اس لئے سیدنا شیخ عبدالقادر
 جیلانی رحمۃ اللہ علیہ اپنے کلام میں فرماتے ہیں

كَرِسَتْ الْعَالَمُ حَشِي صِرْتُ قُطْبًا

وَنِلْتُ الشَّعْدَمِ مَوْكِي الْمَوَالِي

میں نے علم پڑھا اور اس کی برکت سے اللہ نے مجھے قطب کا مقام عطا

کیا اور میں نے اللہ تعالیٰ سے بہت بڑے بلند مقام حاصل کر لئے۔

تو یہاں پر بھی جو فرمایا رَبِّ الشَّيْطَانِ لِلْإِنْسَانِ عَدُوٌّ مُّبِينٌ ۝

شیطان اس تک میں رہتا ہے کہ بندے کا ذرا پاؤں چھسے اور بس یہ پھر اس کو قابو کر لیں۔ لیکن جو اللہ کے ایک بندے ہیں ان کے متعلق قرآن شریف میں آتا ہے **إِذَا صَبَّحْتُمْ فَطَرِّفُوا بِرَأْسِكُمْ لِلشَّيْطَانِ تَذَكُّرًا وَإِذَا رَأَوْهُ تُمَیِّسُوا عَنْهُ وَأَعْرَافًا عَلَانًا** جب ان پر شیطان کا حمل ہوتا ہے، وہ فوراً سنبھل جاتے ہیں۔ **وَإِنْ حَوَّلَهُمْ كَبَدًا وَتَوَلَّوْهُمْ فِي الْغَنِيِّ مُضْمًا لَا يُقْنِئُ عَنْهُ** (اعراف ۳۰۲) اور جو شیطان کے بھائی ہیں وہ اور اس کے ساتھ چلنا شروع کر دیتے ہیں، بھائے اس کے کہ وہ اپنے آپ کو بچا لیں، وہ اور چلنا شروع کر دیتے ہیں۔

اس تہذیب کے بعد فرماتے ہیں **وَكَذَلِكَ يَجْتَبِيكَ رَبُّكَ** اور میرے پیچھے جس طرح اللہ نے تجھے یہ خواب دکھایا **كَذَلِكَ**، اسی طرح **يَجْتَبِيكَ رَبُّكَ** چن لے گا تجھے تیرا رب انبوت تجھے اللہ سے لگا کیونکہ چاند ہیں یعقوب علیہ السلام، نبی تو غیر نبی کے سامنے سجدہ نہیں کرتا۔ میں جو تیرے سامنے سجدہ کر رہا ہوں میں نبی ہوں اور نبی جب سجدہ کرے کسی کے سامنے تو لامحالہ وہ نبی ہوگا، اس سے ثابت ہوتا ہے کہ تو نبی ہونے والا ہے **كَذَلِكَ يَجْتَبِيكَ رَبُّكَ**، اسی طرح تجھے چن لے گا تیرا رب۔

وَيُعَلِّمُكَ مِنْ تَأْوِيلِ الْآيَاتِ اور وہ سب تجھے یہ کمال عطا کرے گا کہ کلمات نبوت میں سے **وَيُعَلِّمُكَ** اور سکھائے گا تجھے تیرا رب **مِنْ تَأْوِيلِ الْآيَاتِ** خوابوں کی تعبیر پر۔ یعنی وہ بات،

دیکھنے والا اور ہو اور اس کی تعبیر ہے، بیان کرنے والا اور ہو، یہ بہت بڑا فن ہے اور یہ فن علوم نبوت میں سے ہے۔ فرمایا مجھے تیرا رب چن لے گا۔ نبوت عطا کرے گا وَ يُعَلِّمُكَ مِنْ تَأْوِيلِ الْآيَاتِ اور مجھے تیرا رب تو اب کی تعبیروں کا فن بھی سکھا دے گا۔

وَيَسِّرْ لَكُمْ نِعْمَتَهُ عَلَيْهِ اور اپنی نعمت کامل کرے گا۔ تجھ پر ختم کرنا مراد نہیں ہے، بعض لوگوں نے ترجمہ کیا ہے وَيَسِّرْ لَكُمْ نِعْمَتَهُ عَلَيْهِ اپنی نعمت تجھ پر ختم کر دے گا۔ میرے بزرگوں کا معنی تو ہو گا کہ نبوت ختم کر دے گا، آپ کے بعد کوئی نبی نہ ہوں گے۔ حالانکہ یوسف علیہ السلام تو خاتم النبیین نہیں ہیں یَسِّرْ لَكُمْ نِعْمَتَهُ عَلَيْهِ اور نعمت کامل متعدد سالوں پر ہو سکتی ہے۔ آپ پر نعمت کامل کی گئی۔ اللہ کی سب سے بڑی نعمت کیا ہے؟ اللہ تعالیٰ کا قرب، اللہ تعالیٰ جس کو اپنے قرب سے نوازیں، اللہ جس پر اپنا الہام نازل کریں، اللہ جس کو چین لیں، مخلوقات کی ہدایت کے لئے اللہ جسے نمونہ بنا دیں، ساری اُس وقت کی کائنات، یا اس حلقے میں، یا اس علاقے میں جن لوگوں سے اللہ یہ فرماوے کہ جب تک اس پر ایمان نہ لاؤ گے اس وقت تک میں راضی نہیں ہوتا، اس سے بڑی نعمت کیا ہو سکتی ہے؟ آپ سوچ لیں دنیا میں اس وقت اربوں انسان موجود ہیں میرے بھائی۔ اربوں انسان۔ لیکن کسی بھی انسان کو یہ شرف حاصل نہیں ہے کہ اگر اس کا انکار کر دیا جائے تو خدا ناراض ہو۔ آج اگر دنیا میں

کسی بہت بڑے دنیا دار کا انکار کر دیا جائے کہ میں اس کو نہیں مانتا
 ایک آدمی یہ کہہ دے کہ میں اس وقت دنیا میں جلتے بھی انسان آباد
 ہیں کسی انسان کو اپنا ہادی، اپنا رہنما، اپنا پیشوا نہیں مانتا، تو اس کو
 ہم کافر نہیں کہہ سکتے جب وہ یہ اقرار کرے کہ صرف میں ایک ذات
 بابرکات جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنا ہادی مانتا ہوں
 باقی کسی کو نہیں مانتا، تو ہم اس کو کافر نہیں کہہ سکتے بلکہ ہم تو یہ کہیں گے
 کہ اس کی نظر تو اتنی اونچی ہے کہ وہ اپنے محبوب کے ساتھ کسی کو
 شریک نہیں کرتا۔ لیکن اگر کوئی انسان یہ کہہ دے (نعوذ باللہ
 ثم نعوذ باللہ) کہ اور تو سب کو مانتا ہوں لیکن اس ہادی برحق کو
 نہیں مانتا، تو ہم اس کو کافر کہیں گے، وہ اسلام سے جا چکا، وہ اللہ
 کا دشمن ہے۔

اسی طرح یہاں پر بھی فرمایا وَيُتِمُّ نِعْمَتَهُ عَلَيْكَ
 اللہ اپنی نعمت تجھ پر پوری کرے گا۔ اللہ اپنی نعمت تجھ پر کامل
 کر دے گا۔ وہ کونسی نعمت ہے؟ اللہ تجھے نبوت دے گا، اس
 وقت کے انسان اس بات کے مکلف ہوں گے کہ وہ تیرا علمہ پڑھیں،
 تجھے اللہ کا رسول مانیں، چنانچہ مصر میں آپ نے نبوت کا دعویٰ بھی
 کیا۔ سورۃ یوسف میں شاید نبوت کے دعوے کا ذکر نہیں ہے
 لیکن دوسری سورتوں میں آتا ہے کہ جب موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام
 مصر میں پہنچے تو آپ نے جو مصریوں سے خطاب کیا اس میں آپ نے

صاف فرمایا حتیٰ اذا ملک قلوبکم لئن یبعث اللہ من بعدی
 رسولاً دعوہن ۲۲۷ یوسف علیہ السلام کے متعلق فرمایا کہ اے مصر
 کے لوگو! ولقد بقاءکم یوسف من قبل بالبینات
 (مومن ۲۲) تمہارے پاس یوسف علیہ السلام آچکے ہیں مجھ سے پہلے بھی
 کھلے کھلے معجزات کے کر رہا ہے وہ دنیا سے چلے گئے تو تم یہ سمجھ بیٹھے کہ
 ان کے بعد کوئی رسول پیدا نہ ہو گا تو یہ بات نص قطعاً ہے اس بات میں
 کہ یوسف علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں، اللہ تعالیٰ کے نبی ہیں اور
 اس آیت میں بھی ہر اورت کو جو ہے یتیم زعمتم علیک پوری
 کرے گا تیرا رب اپنی نعمت تجھ پر تجھے نبوت اور رسالت سے
 نوازے گا۔

۴ گے تفسیر فرمائی، تشریح فرمائی وَعَلَىٰ آلِ يَعْقُوبَ اور یعقوب
 کی اولاد پر بھی اللہ تعالیٰ اپنی نبوت جاری رکھے گا۔ چنانچہ بنی اسرائیل
 میں بڑے کافی نہیں ہوئے جن کی تعداد بہت زیادہ ہے حضرت
 یعقوب علیہ السلام کا جو لقب ہے وہ اسرائیل بھی ہے اور آپ کے
 دو نام قرآن میں آتے ہیں۔ یعقوب بھی ہے اور اسرائیل بھی ہے۔ اور
 آپ کی اولاد کو کہتے ہیں بنی اسرائیل۔ تو بنی اسرائیل میں بڑے کافی نہیں
 گذرے ہیں تو یعقوب علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے اپنے بیٹے کو فرمایا کہ اے
 میرے بچے! اللہ تعالیٰ تجھے نبوت سے نوازیں گے اور آلِ یعقوب میں
 بھی اللہ تعالیٰ نبوت کو جاری رکھیں گے۔

كَمَا أَنْتَ هَا عَلَىٰ أَبَوَيْكَ مِنْ قَبْلِ إِبْرَاهِيمَ وَإِسْحَاقَ -
 گنا، جس طرح، آنتھا، کامل کیا اس نعمت کو تیرے رب نے، علی
 ابویک، تیرے دو باپوں پر۔ یہاں پر ایک باپ سے مراد دادا ہے
 اور ایک باپ سے مراد پردادا ہے۔ وہ کون تھا؟ ابراہیم و اسحاق
 ایک ہیں حضرت ابراہیم اور ایک ہیں حضرت اسحاق۔

یہاں پر مفسرین کرام فرماتے ہیں کہ یعقوب علیہ السلام نے اپنا نام
 نہیں لیا جہاں تبلیغ کا وقت تھا، جہاں نصیحت کا وقت تھا تو وہاں پر
 پیش کیا اپنے آپ کو قرآن مجید کے پہلے پارے میں آتا ہے کہ جب
 یعقوب علیہ الصلوٰۃ والسلام دنیا سے جانے لگے۔ اذْ قَالَ لِيَسِينِهِ
 مَا تَعْبُدُونَ مِنْ بَعْدِي قَالُوا نَعْبُدُ الْفَلَكَ وَاللَّهَ اَبَايَكَ
 اِبْرَاهِيمَ وَاِسْمَاعِيلَ وَاِسْحَاقَ (بقرہ ۱۳۳) یعقوب علیہ السلام نے
 موت کے وقت اپنے بچوں سے پوچھا مَا تَعْبُدُونَ مِنْ بَعْدِي ط
 میرے دنیا سے جانے کے بعد کس کو پوجو گے؟ کس کی عبادت کرو گے؟ تو
 انہوں نے کہا کہ ہم تیرے عبود کی عبادت کریں گے حضرت اسحاق کے عبود
 کی عبادت کریں گے

ابراہیم کے عبود کی عبادت کریں گے۔ اَللّٰهُ وَاٰجِدًا ط جو سب کا عبود،
 عبود ایک ہی ہے۔ اور یہاں پر حضرت یعقوب علیہ الصلوٰۃ والسلام
 نے جو تعبیر بیان فرمائی اس میں آپ نے کیا فرمایا؟ كَمَا أَنْتَ هَا عَلَىٰ
 اَبَوَيْكَ مِنْ قَبْلِ اِبْرَاهِيمَ وَاِسْحَاقَ ط یعنی اپنے آپ کو آپ نے

باہر کر دیا، عظمت کے لئے، ادب کے لئے۔ کیونکہ حبیب اپنے باپ کو پیش فرمایا
 اپنے دادا کے کو پیش فرمایا، تو اپنے آپ کا ذکر نہیں فرمایا کہ جیسے اللہ نے مجھے
 نبوت دیا۔ جیسے اللہ نے حضرت ابراہیم کو نبوت دیا، جیسے اللہ نے حضرت
 اسحاق کو نبوت دیا بلکہ اپنے وجود گرامی کو باہر کر دیا۔ اوس کی وجہ سے اپنے
 باپ کو پیش فرمایا کہ جس طرح اللہ نے تیرے دادا کے اسحاق کو نبوت دیا،
 جس طرح اللہ تعالیٰ نے تیرے پڑا دادا سے ابراہیم کو نبوت دیا، اور اس
 میں اشارہ ابراہیم بھی کیا کہ جس طرح حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کو
 نبوت کے دور میں، رسالت کے دور میں، بڑی ابتلاؤں کا سامنا کرنا
 پڑا، آگ کے الاؤ میں ڈالے گئے، وطن سے نکالے گئے، اور بڑی
 تکلیفیں آپ نے برداشت کیں، اسی طرح آپ پر بھی تکلیفیں آئیں گی
 لیکن اللہ تعالیٰ آپ کو نبوت سے سرفراز فرمائیں گے۔
 اور آگے پھر پیچھے کے طور پر بیان فرمایا اِنَّ رَبَّكَ عَلِيمٌ حَكِيمٌ
 بے شک میرے بچے! تیرا رب علم والا ہے اور حکمت والا ہے۔
 کیا مطلب؟ اللہ سب کچھ جانتے ہیں جس کو نبی بتانا ہو اس کو نبی
 بنا دیتے ہیں۔ اور اللہ حکیم ہیں، اللہ جو فیصلہ کرتے ہیں اس فیصلے میں
 بھی اللہ تعالیٰ کی حکمت ہوتی ہے۔

تو میرے بھائیوں یہ پہلا رکوع ہے سورت یوسف کا اور ہمارے
 اپنے نظام کے مطابق ہر سورت کے پہلے ہی رکوع پر درسن جانا ہے
 قصہ یوسف علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بیان کرنے میں، میں پہلے بھی عرض کر

چکا ہوں کہ اس میں اللہ تعالیٰ خالی ایک قصہ ہی نہیں بیان کرتے کہ یوسف
 علیہ السلام دنیا میں یوں تشریف لائے، یہ واقعہ ہوا بلکہ اس قصے میں
 مسلمانوں کے لئے بہت بڑے سبق ہیں۔ اور امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم
 کی کامیابی کی بشارت ہے جیسے کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کو مکہ مکرمہ
 سے نکالا گیا، حضور مدینہ منورہ تشریف لے گئے، نکالنے والی آپ کی
 قوم قریش ہی تھی۔ مدینہ منورہ میں پھر آپ کچھ زمانہ رہے۔ پھر آپ فاتحانہ
 طور پر مکہ مکرمہ میں داخل ہوئے۔ اور سارے عرب میں لا الہ الا اللہ
 محمد رسول اللہ کا نام بلند ہوا۔

میرے آپ کے لئے اس قصے میں جو سب سے بڑی بات ہے وہ یہ
 ہے کہ انسان اپنی پاکیزگی کے ساتھ، اپنی طہارت اور تقویٰ کے ساتھ
 اللہ تعالیٰ کی طرف سے ان علوم سے مشرف ہو سکتا ہے جن علوم کو
 ہم علوم روحانیات کہہ سکتے ہیں۔ امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے اور دوسرے
 روحانی علمائے نے اس پر بڑی بحثیں کی ہیں اور اس بات کی طرف اشارہ
 فرمایا کہ انسان اگر اپنے اعمال صالحہ کا متکب ہو، اللہ تعالیٰ کی نافرمانی نہ
 کرے تو کائنات میں اور فضا میں جو کچھ ہو رہا ہے، جو کچھ ہونے والا
 ہے، اللہ اس پر اس کو مطلع کر دیتے ہیں لیکن اس میں چند شرطیں ہیں۔
 سب سے پہلی شرط یہ ہے کہ جو خواب شریعت مطہرہ کے خلاف
 ہو، اس خواب پر اعتماد نہ کیا جائے کیونکہ حجت میرے لئے اور آپ کے
 لئے آج صریح قرآن مجید ہے۔ اور قرآن وحدیث کی وہ شرح جس کو ہم

فقہ کے نام سے تعبیر کر سکتے ہیں، وہ ہمارے لئے حجت سے ہے۔ اگر ایک آدمی کو خواب میں کچھ ایسی بات نظر آجائے جو شریعت کے خلاف ہو تو اس کے خواب کو ہم قطعاً قابلِ اعتماد نہیں سمجھیں گے۔ نہ وہ اس کے لئے قابلِ اعتماد ہے، نہ وہ ہمارے لئے قابلِ اعتماد ہے۔ ہاں ویسے خوابوں سے انکار نہیں کرنا چاہیے۔ جس کسی کو خواب آئے عالم بیداری میں کچھ ایسی باتوں کا شعور ہو جائے، اس کا انکار نہیں کرنا چاہیے۔

سید اسمعیل شہید دہلوی رحمۃ اللہ علیہ جو ہمارے گروہ علماء توحید کے بہت بڑے مترجم ہیں (شہید بالاکوٹ) انہوں نے اپنی کتاب عقبات میں اس مسئلے پر بحث کرتے ہوئے فرمایا کہ اگر کوئی انسان عالم مثال کا انکار کر دے، کوئی انسان خوابوں کی زندگی کا انکار کر دے تو اس کو شریعت مطہرہ کے ہزار ہا احکام کا انکار کرنا پڑے گا۔ کیونکہ ہمارے ہاں بہت سی ایسی باتیں ہیں۔ اذان کو ہی آپ دیکھ لیں۔ حدیثوں میں آتا ہے کہ ایک صحابی نے اذان خواب میں دیکھی، خواب میں آپ نیر القاء ہوا۔ تو آپ نے آکر وہ خواب امام الانبیاء کی خدمت میں حاضر ہو کر پیش فرمایا۔ حضور نے اس خواب کی تصدیق کی۔ بلکہ حدیثوں میں آتا ہے کہ حضور النور صلی اللہ علیہ وسلم صبح کی نماز کے بعد صحابہ کرام سے پوچھا کرتے تھے کہ تم میں سے کسی نے خواب دیکھا ہو تو اپنا خواب بیان کرے۔ حضور اس خواب کو سنتے تھے اور اس کی تعبیر

بیان فرمایا کرتے تھے اور حضور اس خواب کو قبول فرماتے تھے۔

تو خواب کا انکار کر دینا یا خواب کو یہ کہہ دینا کہ یہ ایسی چیز ہے
یہ ٹھہری اعتبار سے درست نہیں ہے۔ پھر خصوصاً وہ خواب جن کو ہم
رُیائے صادقہ کہہ سکتے ہیں، جن کو ہم رُیائے صالحہ کہہ سکتے ہیں۔ سب سے
بڑا صحیح خواب کیا ہے؟ جس میں کسی خوش بخت کو جناب محمد رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت ہو جائے، اس کا انکار کرنا شرعیتاً مطہرہ
کے ایک بہت بڑے گنہگار ہے۔

میرے بھائی! ہم اس بات کے قائل ہیں، امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم
فرماتے ہیں: مَنْ رَأَى فَقْدًا حَقًّا فَإِنَّ الشَّيْطَانَ لَا يَتَمَثَّلُ فِيهِ -
جس نے مجھے دیکھا — خواب میں دیکھا یا عالم بیداری میں دیکھا، وہ
سمجھے کہ اس نے مجھ ہی کو دیکھا۔ اس لئے کہ شیطان میری شکل
مثالی بھی نہیں بنا سکتا حقیقی تو بجائے خود ہی میری شکل مثالی
بھی نہیں بنا سکتا اور ہمارے پاس اس مسئلے پر بڑا کافی مواد موجود
ہے۔

علامہ سیوطی رحمۃ اللہ علیہ تعالیٰ کے بہت بڑے و نئی گذرے ہیں
دسویں صدی ہجری میں جنہوں نے تفسیر جلالین لکھی اور وہ مشہور
تفسیر لکھی اور بہت سی کتابیں آپ نے لکھیں، بہت بڑے مصنف
ہیں۔ اور ہمارے بعض علماء کے عقیدے کے مطابق وہ دسویں صدی
ہجری کے مچے ہیں۔ انہوں نے لکھا ہے کہ میں نے چودہ مرتبہ

عالم بیداری میں جناب محمد رسول اللہ کی زیارت کی ہے، (صلی اللہ علیہ وسلم) اور علامہ عبدالوہاب شترانی نے "کَطَائِفُ الْوَسْنِ" ایک کتاب ہے، نایاب ہے لیکن ملتی ہے، اس میں آپ نے تصریح کی ہے کہ میں نے جو بتائیں ہر تہ عالم بیداری میں محمد رسول کی زیارت کی ہے (صلی اللہ علیہ وسلم)

تو اگر کوئی خواہش سخت یہ کہہ دے تو ہمیں مان لینا چاہیے، اس میں کوئی امتناع نہیں، اس میں کوئی بعد نہیں۔ اور خواب میں حضور کسی کو آجائیں تب بھی اسے مان لینا چاہیے، اس میں کوئی بعد نہیں ہو سکتا ہے۔

آپ یہ سن کر تعجب کریں گے، پٹنہ میں ایک لائبریری ہے، خدا بخش لائبریری "اس کا نام ہے۔ اب تو وہ پٹنہ میں رہ گئی، اللہ ہندوستانی مسلمانوں پر اپنا فضل و کرم فرمائیں، اپنی نازوں میں ان کے لئے دعا کیا کریں۔ وہ کروڑوں کی تعداد میں آج ہندوؤں کے مظالم کا سختہ مشق بنے ہوئے ہیں، اللہ ان کی اعانت فرمائے، اللہ ان کی مدد گیری کرے، ان بھائیوں نے اپنے آپ کو آگ میں ڈالا اور ہمارے لئے ایک گلشنِ خطہ پاکِ تان کا پیش کیا، وہ جانتے تھے کہ یہ تیب الگ ملک بنالیں گے تو ہمارے ساتھ ہندو کیا سلوک کریں گے لیکن انہوں نے اپنے آرام کو ہمارے آرام پر قربان کیا، ہم اگر اور کچھ نہیں کر سکتے تو اللہ سے دعائیں تو کر سکتے ہیں اور دعا

کے متعلق فرمایا اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ سَلَامٌ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ - دعا مومن کا ہتھیار ہے۔
 دعاؤں سے بہت کچھ ہو سکتا ہے، اللہ تعالیٰ دعاؤں کو قبول کرتے
 ہیں۔ اللہ میری اور آپ کی دعاؤں کو بھی قبول فرمائیں (تو پٹنہ جو بہار
 کا دارالخلافہ ہے وہاں ایک لائبریری ہے، خدا بخش لائبریری اس
 کا نام ہے۔ اس کی فہرست چھپی ہوئی ہے۔ بڑی فہرست تو کئی جلدوں
 میں ہے، اور چھوٹا سا تعارف بھی ہے، اس فہرست کے دیباچے
 میں لکھتے ہیں مکتب حجتہ اللہ علیہ، اپنے کتب خانے کے متعلق،
 کہ میں ایک دن گھر میں سویا ہوا تھا۔ میں دروازے سارے بند کر کے
 آیا۔ دفتر وغیرہ سارا ٹھیک ٹھاک کر کے آیا۔ میں نے رات کو خواب
 میں دیکھا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے ہیں میرے
 کتب خانے میں اور کسی نے مجھ سے کہا کہ حضور تشریف لائے ہیں
 میں دوڑا، دوڑتے ہوئے گیا، میں نے دیکھا خواب میں کہ بڑی
 مخلوقات کا ہجوم ہے اور کتب خانے کے دروازے کھلے ہیں۔
 جب میں اندر گیا تو دیکھا کہ حضور تشریف لے جا چکے تھے،
 لوگوں نے مجھے بتایا کہ حضور حدیث کی یہ دو کتابیں دیکھ کر تشریف
 لے گئے ہیں اور واقعی تشریف لائے تھے۔ وہ کہتے ہیں میں
 خواب سے بیدار ہوا، صبح میں جب کتب خانے میں پہنچا، تو میں نے
 میز پر دو کھلی ہوئی حدیث کی کتابیں پائیں۔ چنانچہ انھوں نے حدیث
 کہا، ان دو حدیث کی کتابوں کو کتب خانے سے کبھی یا ہر نہ لیا جائے۔

جن کو امام الانبیاء دیکھ کر گئے ہیں۔

یہ سعادت کی باتیں ہیں، یہ تو اپنا اپنا تعلق ہے، جس کو امام الانبیاء کے ساتھ تعلق ہے، ہو سکتا ہے کہ اُس کو حضور خواب میں تشریف لے آئیں اور ایسے خوش نصیب اس وقت بھی دنیا میں ہوں گے جن کو عالم رویاء میں تو حضور کی بشارت ہوتی ہی ہے، اور میرا خیال ہے کہ ایسے بھی ہوں گے جن کو عالم بیداری میں امام الانبیاء کی بشارت ہوتی ہے۔ اس مسئلے پر میرا اپنا ایک رسالہ ہے۔ "رحمت کائنات"۔ اگر آپ اس کو پڑھ سکیں تو اچھی بات ہے، نہ پڑھیں تب بھی کوئی بات نہیں، بہر کیفیت اس عقیدے کا ماننا ضروری ہے کہ عالم رویاء ایک مستقل جہان ہے اور اس میں جو کچھ کسی انسان پر تجلیات ہوتی ہیں، اس کی تعبیریں ہوتی ہیں اور ان تعبیروں کو صحیح مانا جائے اور خصوصیت کے ساتھ جو کوئی خوش بخت اس ثمر سے مشرف ہو جائے کہ امام الانبیاء کی اسے زیارت ہو تو وہ اپنے آپ کو خوش بخت سمجھے ہاں اگر اُس نے غلطی سے کہہ دیا اور حضور نظر نہیں آئے، ویسے اُس نے کہہ دیا کسی بہانے کے لئے، کسی وجہ کے لئے، تو پھر اُس کی تعزیر بھی امام الانبیاء فرماتے ہیں
مَنْ كَذَبَ عَلَيَّ مُتَعَمِّدًا فَلْيَتَّخِذْ مَقْعَدًا مِنَ النَّارِ
جس نے مجھ پر جان بوجھ کر جھوٹ بولا، اُس کو جہنم کے لئے تیار رہنا چاہیے۔ اگر جھوٹ کہتا ہے کہ میں نے حضور کو خواب میں دیکھا تو ظاہرات ہے کہ وہ تو اپنی اس سزا کو بھگتے گا، لیکن جب یہ کہتا ہے

تو ہمیں اُس کے اس کہنے کا انکار نہیں کرنا چاہیے، ہم یہ نہیں کہہ سکتے
 کہ کوئی اور ہوگا، — نہیں، بلکہ وہ حضور کے اس ارشاد کے مطابق،
 بخاری مسلم کی حدیث کے مطابق مَنْ رَأَى فَعَدْرًا حَقًّا فَيَا
 الشَّيْطَانَ لَا يَتَمَثَّلُ بِى — حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ہی
 ہوں گے۔

اللہ مجھے آپ کو عمل کی توفیق عطا فرمائے۔



سائوال ورس قرآن مجید

منعقدہ ۲۷ صفر المظفر ۱۳۸۸ھ مطابق ۲۶ مئی ۱۹۶۸ء

اس درس مقدس میں مندرجہ ذیل علمی اور دینی فوائد مذکور ہیں۔

- ۱- دین اسلام دین بصیرت ہے۔
- ۲- دین اسلام عقل سلیم کے مطابق ہے۔
- ۳- علمائے اسلام نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی روزِ شہرہ کی حیثیت طیبہ کو بھی محفوظ رکھا ہے۔
- ۴- تسبیح غضبِ خداوندی کو ٹھنڈا کر دیتی ہے۔
- ۵- عظمتِ رسالت قرآن مجید میں۔
- ۶- نسبِ خیرزی کی برکات
- ۷- ذکرِ بوعلی قلندر پانی پتی و خواجہ نظام الدین اولیاء
- ۸- تقویٰ سے علم میں یقین کا مقام حاصل ہو جاتا ہے
- ۹- التجیات میں شافقتِ نبوی کی جھلک
- ۱۰- تدوین حدیثِ عہدِ فاروقی میں

واللہ الموفق

سُورَةُ الرَّعَدِ

اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ ۝ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ۝
 اَسْمُرَاتِفٌ تِلْكَ اٰيَاتُ الْكِتٰبِ وَالَّذِيْ اُنزِلَ اِلَيْكَ
 مِنْ رَّبِّكَ الْحَقُّ وَلٰكِنَّا كَثِيْرٌ النَّاسُ لَا يُؤْمِنُوْنَ ۝
 اَللّٰهُ الَّذِيْ رَفَعَ السَّمٰوٰتِ بِغَيْرِ عَمَدٍ تَرَوْنَهَا ثُمَّ
 اَسْتَوٰى عَلَى الْعَرْشِ وَسَجَّرَ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ ۝
 يَمْبُرِيْ لِاَجَلٍ مُّسَمًّى ۝ يُدَبِّرُ الْاَمْرَ يُفَصِّلُ الْاٰيٰتِ
 لَعَلَّكُمْ بِلِقَآءِ رَبِّكُمْ تُوقِنُوْنَ ۝ وَهُوَ الَّذِيْ مَدَّ الْاَرْضَ
 وَجَعَلَ فِيْهَا رَوٰسِيْ وَاَنْهٰرًا ۝ وَمِنْ كُلِّ الشَّجَرِ جَعَلَ
 فِيْهَا ذَوٰجِيْبًا ۝ اَشْنٰىنِ يُغَشِّي الْاَيْلَ النَّهَارَ ۝
 اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يَّتَفَكَّرُوْنَ ۝ صَدَقَ اللّٰهُ الْعَلِيْمُ
 الْعَظِيْمُ ۝

میرے محترم بھائی اور بزرگو اور میری بہنوں اللہ تعالیٰ کا بہت بڑا

احسان اور فضل عظیم ہے کہ اُس نے آج پھر ہمیں اپنی زندگی میں قرآن کریم سننے کے لئے اور سنانے کے لئے جمع کرویا، اللہ ہمیں قرآن پر عمل کی توفیق عطا فرمائیں۔

آج جو آیات تلاوت کی گئی ہیں یہ ہیں سورت رعد کی آیتیں۔ سورۃ رعد کی آیت ۱۰ ہے، ہجرت سے پہلے نازل ہوئی ہے نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

سورت یوسف کے آخر میں رب العالمین نے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم سے ارشاد فرمایا کہ آپ دنیا والوں کو یہ اعلان کریں قُلْ هٰذِهِ سَيِّئَاتِي اَدْعُوْا اِلَى اللّٰهِ قَفْ عَلٰى بَصِيْرَةٍ اَنَا وَمَنْ اَتَّبَعَنِيْ ط (یوسف ۱۰۸)

اے دنیا والو! اس بات کو سن لو ہذا سہ سہیلی، میرا لستہ، میرا طرز عمل، میرا موضوع، میری غرض کیا ہے؟ اَدْعُوْا اِلَى اللّٰهِ قَفْ میں تم سب کو اللہ کی طرف بلاتا ہوں۔ اور بلاتا تب ہوں کہ مجھ کو اللہ کی بات پر یقین ہے اور یہ یقین میرا عرف میرے لئے ہی نہیں ہے، بلکہ سہیلی بَصِيْرَةٍ اَنَا وَمَنْ اَتَّبَعَنِيْ ط میں پوری بصیرت پر ہوں۔ میں پوری روشنی پر ہوں میں پوری حقیقت پر ہوں۔ میں اور وہ لوگ جو میرے پیروکار ہیں۔

ان آیات میں جو سورت یوسف کے آخر میں ہیں حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم سے اعلان کروایا رب العالمین نے کہ آپ فرمائیے کہ میں اللہ تعالیٰ کو جیسے ہی نہیں مانتا ہوں سہیلی سنانا بات نہیں ہے بلکہ علی بَصِيْرَةٍ

میں پورے یقین پر ہوں۔ پوری روشنی پر ہوں، اللہ تعالیٰ پر میرا ایمان،
حقیق الیقین، عین الیقین کے مقام تک پہنچا ہوا ہے۔ نہ صرف میرا بلکہ
وَمَنْ اتَّبَعَنِي ط ان لوگوں کا بھی جو میرے پیروکار ہیں۔

اس آیت گرامیہ میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے دعوتِ توحید
دی اللہ تعالیٰ کے واحد لا شریک ہونے کا جو اعلان فرمایا، اس میں حضور
نے بصیرت کو بیان فرمایا۔ اور سورتہ رعد میں اللہ تعالیٰ نے آفاقی
دلائل بیان فرمائے (میں دونوں سورتوں کے درمیان ربط اور مناسبت
عرض کر رہا ہوں) قرآن کریم اللہ تعالیٰ کا کلام ہے، اللہ کے کلام میں ربط ہے
مناسبت ہے، اللہ کی بات بے ربط اور بے مناسبت نہیں ہو سکتی۔ یہ
ہو سکتا ہے کہ میرے ذہن میں آپ کے ذہن میں وہ مناسبت اور وہ ربط آئے
لیکن درحقیقت اس میں ربط ضرور ہوتا ہے۔

سورتہ یوسف کے آخر میں حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ اعلان کر دیا
کہ تم میری بات مانو، کیونکہ میں بصیرت پر ہوں۔ جب تم سے میں کہہ دوں کہ میں
اللہ تعالیٰ کا رسول ہوں اور اللہ تعالیٰ واحد لا شریک ہے، تمہیں چاہیے کہ تم
میری بات کو مان لو، اس کے لئے تم کسی اور دلیل کی طرف نہ جھانکو۔ سب سے
بڑا ایمان تو یہ ہے کہ تم مجھے مانو۔

حدیثوں میں آتا ہے۔ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا جب کبھی قسم کھایا
کرتی تھیں تو آپ فرمایا کرتی تھیں وَرَبِّ مُحَمَّدٍ، مجھے قسم ہے محمد کے
رب کی (صلی اللہ علیہ وسلم) یعنی اللہ تعالیٰ کو بھی پہچانا تو کس کے واسطے سے

پہچانا، محمد رسول اللہ کے واسطے سے پہچانا، حضور انور نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ
 واحد لا شریک ہے اور یہی میرے بزرگوار! ایمان کامل ہے کہ حضور کی بات
 پر یقین رکھ کر اس کے سوا کسی اور دلیل کی طرف نہ جھانکا جائے، نہ دیکھا
 جائے۔ یہ ہے ایمان بالغیب یہ ہے ایمان کامل اور اسی کو حضور نے
 اس آیت میں بیان فرمایا (من جانب اللہ) عَنِ صَيْرَةِ آتَا وَمَنِ ابْتَعَنِي
 فِي رُشْتِي بِرَبِّهِمْ، ہیں بصیرت پر ہوں، اور وہ لوگ بھی جو میرے
 پیروکار ہیں کیونکہ ان کا ایمان میری بات کے ساتھ ہے، وہ مجھ سے
 جو سنتے ہیں اس کو پورا سمجھتے ہیں اس کو تحقیق سمجھتے ہیں وہ میری بات سن لینے کے بعد
 کسی دوسری چیز کی طرف توجہ نہیں کرتے۔ اس کو ہم میرے بزرگوار!
 ایمان تقلیدی کہہ سکتے ہیں، رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بات کو سن
 کر اللہ پر ایمان لے آنا۔

سورۃ مدثر میں رب العالمین نے ایمان کے لئے دلائل بیان فرمائے
 کہ اگر تم نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بات کو نہیں سمجھتے یا تم ان کی طرف
 اپنا رخ کرنا نہیں چاہتے تو تم کائنات کو دیکھ لو، زمین کو دیکھ لو، آسمان
 کو دیکھ لو۔ اس سورۃ کے شروع میں اللہ تعالیٰ نے زمین کے دلائل بیان
 فرمائے، آسمانی دلائل بیان فرمائے، کائنات کے دلائل اور آفاقی
 دلائل بیان فرمائے، کہ میں واحد لا شریک ہوں، محمد رسول اللہ کی بصیرت
 ویسے ہی نہیں ہے، وہ باللیل ہے، حضور جو کچھ کہتے ہیں اس
 کے لئے دلیل موجود ہے۔

یہاں ایک شبہ کے کام میں ازالہ کردیوں۔ یہ جو ہم کہتے رہتے ہیں کہ
 اللہ کی بات مانو، اللہ کے نبی کی بات مانو اور اسلام ہی کہتا ہے کہ
 اللہ کی بات مانو، اللہ کے نبی کی بات مانو (صلی اللہ علیہ وسلم) تو اس
 کا یہ مطلب نہیں ہوتا کہ اللہ تعالیٰ کوئی ایسی بات فرماتے ہیں انہیں سے
 بھائی ہو، جو ہماری عقل کے خلاف ہو۔ یا اللہ کے نبی کوئی ایسی بات فرماتے
 ہیں جو عقل کے خلاف ہو۔ نہیں، اسلام تو عقل سلیم کے بالکل مطابق ہے
 عقل سلیم، تو اسلام کی ہر بات کو ماننا ہے۔ اور میں عرض کروں، قرآن
 کریم کا یہ دعوہ ہے **وَلْتَعْلَمْنَ أَنَّ نَبَاؤَ بَعْدَ حِينٍ** (ص ۷۷)
 جتنا زمانہ گذرتا پہلا بلائے گا، تم قرآن کی صداقتوں کو سمجھتے چلے
 جاؤ گے۔ قرآن مجید کی صداقتوں کو غور زمانہ تسلیم کرے گا۔ خواہ وہ زمانہ
 ایمان محمد رسول اللہ پر لائے یا نہ لائے لیکن زمانہ اس کو تسلیم کرے
 گا کہ جو کچھ محمد رسول اللہ نے فرمایا، بالکل صحیح ہے۔
 میں ایک موٹی سی مثال دوں جو آج کل ہمارے ہاں عمومی طور
 پر چل رہی ہے۔ دیکھئے ہم الفاظ کو منضبط کرتے ہیں ہم الفاظ کو محفوظ
 کر لیتے ہیں ہم صوت کو ریکارڈ میں لے آتے ہیں۔ سب سے پہلے اس
 بات کی بلزٹ کس نے اشارہ کیا؟ کس طرح واضح طور پر فرمایا، قرآن کو
 اٹھا کر دیکھئے **مَا يَلْفُظُونَ مِنْ قَوْلٍ إِلَّا لَدَيْكَ رَقِيبٌ** ہ
 (ق ۱۷) اور فرمایا **كَلَّا بَلْ تُكَذِّبُونَ بِالذِّبَانِ ۗ وَإِنَّ عَلَيْكُمْ**
لَعَفَظِينَ ۗ كَرِهُوا مَا كَاتَبُوهَا ۗ يَعْلَمُونَ مَا تَفْعَلُونَ (الانفطار)

تمہارے کلمات تمہارے اعمال سب محفوظ ہیں حضورؐ نے چودہ سو سال پہلے فرمایا۔ اس کے لئے ان لوگوں نے جو قرآنی صدقاتوں کے منکر تھے اور قرآن کو اپنے ناقص عقول کے ساتھ ناپنا چاہتے تھے، مختلف تاویلیں کیں، لیکن آج وہ دنیا میں دیکھتے، آج دیکھ لیتے کیوں بات ٹھیک سے یا نہیں؟ وہ نہیں آتی نے جو چودہ سو سال پہلے فرمایا تھا صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ انفاذ محفوظ ہیں تمہارے اعمال محفوظ ہیں، قیامت کے دن تمہارے الفاظ بولیں گے تمہارے اعمال بولیں گے، تمہارے اعمال کی شکلیں ہوں گی اور تمہارے بدن کے ذرے ذرے اکٹھے کر کے اس پر شہادت قائم کر دی جائے گی۔

اٹھ دن میں اخبار میں پڑھا تھا روس کے ایک سائنس دان نے رودکی کی جو ہدیت بڑا شاعر گنرا ہے جس کا ذکر علامہ عالمی نے "مفتوحہ شاعر و شاعری" میں کیا ہے، رودکی کے اشعار بھی نقل کیے ہیں شاہ بخارا کے متعلق، رودکی کی قبر کو اکھیر لیا اور اس کا چرٹھا نچھٹا کلا ہوا، ہڈیاں جو تھیں وہ ایک چورا چورا تھا، اس کو جمع کیا اور بالکل بعینہ اس سائنس دان نے رودکی کی شکل بنا کر پیش کر دی۔ اور اس نے یہ بھی دعویٰ کیا ہے کہ میں ہر قبر کو جہاں بھی ڈھانچہ پڑا، ہڈیاں ہوں چورا ہوا رہینا ہوں، دراست ہوں، ساکھ ہوں، میں اس کو جمع کر کے اس کی اصلی شکل میں تبدیل کر سکتا ہوں۔ اور یہ یہ بھی بتا سکتا ہوں کہ اس کی کتنی عمر تھی اور یہ کب مرے؟ پورا صفحہ نقل تھا بلکہ پورا مقالہ تھا۔

تو بھائی اگر روس کا ایک سائنس دان اس پر قادر ہے تو کیا رب العالمین
 قادر نہیں ہیں؟ اس لئے قرآن نے فرمایا: - **لَا تُقْسِمُ بِتَوْهْمِ الْقِيَمَةِ ۗ
 وَلَا أَنْفُسِكُمْ بِالنَّفْسِ الْكَوْنِ أَمْ ۗ يُحْسِبُ الْإِنْسَانُ أَنْ
 يَجْمَعَ عِظَامَهُ ۗ بَلَىٰ قَادِرِينَ عَلَىٰ أَنْ تُسَوِّىَ بَنَانَهُ ۗ** (تج)
 ہم تو اس پر بھی قادر ہیں کہ تیرے بندوں کو تیرے جوڑوں کو بھی
 جمع کر دیں۔

توسرے میں یہ کر رہا تھا کہ سورت رعد میں اس چیز کو بیان کیا گیا کہ
 محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جو بات کہتے ہیں وہ عقل سلیم کے بالکل
 مطابق ہے۔ یہ نہیں ہے کہ اسلام کو روانہ تقلید کا حکم دیتا ہے، لیکن عقل
 کس کا؟ میرا یا آپ کا؟ نہیں، عقل معتبر ہے جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ
 علیہ وسلم کا، عقل معتبر ہے صحابہ کرام کا، عقل معتبر ہے پورے امت والے
 لوگوں کا، ان کے عقول کے ساتھ اللہ کی بات کو دیکھئے تو پھر بالکل صحیح
 بات ثابت ہو جاتی ہے۔

تو سورت رعد میں اللہ تعالیٰ نے زمین کے دلائل بیان فرمائے اللہ تعالیٰ
 نے آسمانوں کے دلائل بیان فرمائے جن کو ہم آفاقی دلائل کہہ سکتے ہیں کہ اگر تم
 ان چیزوں میں غور و فکر کرو، اس کائنات کے حصے کو دیکھو، تو تم سمجھ سکو
 گے کہ اللہ تعالیٰ موجود ہے ان کا خالق موجود ہے اور اسی خالق کی طرف
 دعوت دیتے ہیں جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔ سورت رعد
 کا یہ موضوع ہے۔ سورت رعد میں اسی مضمون کو بیان فرمایا۔

”رعد“ میرے بزرگوار عربی میں کہتے ہیں کانپنے کو۔ کانپنا۔ یَرْقَعُ۔

کانپنا مٹھاؤ۔ رعد کا معنی کانپنا۔ تو جب آسمان پر بادل چھا جاتا ہے اور بادلوں کے کچھ ٹکڑے آپس میں کانپتے ہوئے ٹکراتے ہیں تو اس سے ایک آواز پیدا ہوتی ہے جسے ہماری اردو میں گرج کہتے ہیں۔ اور عربی میں اسے کہتے ہیں رعد۔

اس سورت رعد میں رعد کے متعلق ذکر فرمایا وَیَسْبِغُ الرِّعْدُ بِعَمْدِهِ وَالْمَلِیْکَةُ مِنْ خِیْفَتِهِ (الرعد ۱۳) فرمایا کہ رعد تسبیح پڑھتی ہے اللہ کے ذکر کے ساتھ اور فرشتے بھی اللہ کی حمد و ثنا کہتے ہیں، خدا کے خوف سے ڈر کر۔ اسی مناسبت سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سورت کا نام رکھا ہے سورت رعد۔ کہ اس میں رعد کی تسبیح و تخیل کا ذکر آتا ہے۔ رعد کون ہے؟ کیا ہے؟ اس میں اقوال مفسرین مختلف ہیں بعض علماء تو یہ فرماتے ہیں کہ رعد اس فرشتے کا نام ہے جو بادلوں کے ہانکنے پر اور ان کے برسائے پر مقرر ہے۔ وہ ایک فرشتہ ہے، اس کا نام ہے رعد۔ بعض یہ فرماتے ہیں کہ رعد بادل کی کڑک ہی کو کہتے ہیں، بادل کی چمک کو کہا جاتا ہے برق اور بادل کی کڑک کو کہا جاتا ہے رعد۔ اور یہ آخری قول زیادہ معتبر معلوم ہوتا ہے، اکثر علماء اسی طرف گئے ہیں کہ رعد کا معنی ہے اس بادل کا کڑکنا، بادل کا گرجنا، جب اس کے مختلف حصے آپس میں ٹکراتے ہیں تو اس میں کڑک پیدا ہوتی ہے۔ اور وہ کیوں ٹکراتے ہیں؟ قرآن تو یہ فرماتا ہے یَسْبِغُ الرِّعْدُ بِعَمْدِهِ رعد

اللہ تعالیٰ کی تسبیح بیان کرتا ہے، وہ جو بادل کی کڑک ہے، وہ اللہ تعالیٰ
 کی تخلیق بیان کرتی ہے۔ کیوں تسبیح و تخلیق بیان کرتی ہے؟ آگے دوسرے
 حصے میں فرمایا: وَالْمَلٰئِكَةُ مِنْ خِيفَتِهِ ۚ اور اللہ کے سارے
 فرشتے بھی اللہ کی تسبیح بیان کرتے ہیں، خدا کے خوف سے ڈر کر۔ کیونکہ
 جب بادل آتا ہے، آسمان پر چھا جاتا ہے، تو بادل میں دو چیزیں ہوتی ہیں
 کبھی بادل رحمت بن کر برساتا ہے، کبھی بادل عذاب بن کر برساتا ہے۔ اس
 لئے حدیثوں میں آتا ہے کہ سید دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم جب بادل چھا
 جاتے تھے تو حضورؐ کبھی اندر تشریف لے جاتے تھے، کبھی باہر اور
 امام الانبیاء کے رنگ میں تبدیلی ہوتی رہتی تھی، آپؐ بادل کو دیکھ کر فرمایا
 کرتے تھے کہ مجھے ڈر لگتا ہے کہ جس طرح بادل نے قوم عاد کو تباہ کیا،
 جس طرح بادل نے قوم ثمود کو تباہ کیا اور جس طرح بادل نے قوم نوح کو تباہ
 کیا، ہو سکتا ہے کہ اس قوم پر بھی عذاب نہ آجائے۔
 تو بادل میں دو چیزیں ہوتی ہیں، کبھی خیر ہوتی ہے، کبھی شر ہوتی ہے
 تو جب بادل میں بجلی کی کڑک پیدا ہو تو وہ بادل کڑکتا ہے، گرجتا ہے
 اس گرجنے اور کڑکنے کی وجہ کیا ہے؟ وہ اللہ کی تسبیح بیان کرتا ہے
 اس میں تسبیح الہی ہوتی ہے۔ تسبیح کیوں بیان کرتا ہے؟ وہ اللہ کے
 عذاب کا مشاہدہ کرتا ہے۔ اللہ کے عذاب کا مشاہدہ کرنے کے بعد وہ
 دیکھتا ہے کہ اگر خدا کا عذاب مل سکتا ہے تو خدا کی تسبیح ہی سے مل
 سکتا ہے۔ اس لئے حدیثوں میں آتا ہے کہ جب بادل کڑکتے تھے تو

امام الانبیاء و عا انکا کرتے تھے۔

علامہ ابن السننی رحمۃ اللہ علیہ نے، جو چوتھی صدی ہجری کے بہت بڑے محدث گذرے ہیں، حدیثیں لکھنے والے، حدیثیں پڑھنے والے، حدیثیں پڑھانے والے، اصحاب النبی ہوتے ہیں۔ بھائی! جو لوگ اللہ کے نبی کی بات کرتے ہیں (صلی اللہ علیہ وسلم) تو ظاہر ہے کہ ان کو تعلق حضور کے ساتھ ہو چکی گیاع

بزرگ حبیب کم نہیں وصل حبیب سے

امام الانبیاء کا ذکر حضور کی ملاقات سے کم نہیں ہے۔ اور یہ حقیقت ہے، جن لوگوں کو شرف حاصل ہے کہ وہ امام الانبیاء کی بات کو سنتے ہیں، امام الانبیاء کی بات کو سنتے ہیں، امام الانبیاء کی بات کو پڑھتے ہیں، ان کو خوش ہونا چاہئے کہ ان کی زبان سے اللہ تعالیٰ نے حضور کا نام کسی مرتبہ نکال دیا۔ اور فرمایا حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ میرے نزدیک قیامت کے دن وہ ہو گا جس نے دنیا میں مجھ پر زیادہ درود پڑھا ہو گا (حدیثوں میں آتا ہے)۔ پڑھ لیجئے ایک دفعہ درود شریف **اللَّهُمَّ صَلِّ عَلَى سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَعَلَىٰ آلِ سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ كَمَا صَلَّيْتَ عَلَىٰ سَيِّدِنَا إِبْرَاهِيمَ وَعَلَىٰ آلِ سَيِّدِنَا إِبْرَاهِيمَ إِنَّكَ حَيُّ قَيُّوْمٌ** تو علامہ ابن السننی نے ایک کتاب لکھی ہے اسماء الیوم والیات رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے چوبیس گھنٹوں کے حالات

کہ حضور رات اور دن میں کون کون سی دعائیں پڑھا کرتے تھے۔ علامہ نے
 کتنی محنت کی ہمارے لئے، اللہ ان کی قبروں کو پُر نور فرمائے، اللہ مسلمانوں
 کو ان کی قدر کرنے کی توفیق عطا فرمائے، علامہ نے میرے بزرگوار! اپنی
 زندگیوں ختم کر دیں، انہی ابن السنی رحمۃ اللہ علیہ کے متعلق ہے کہ وہ
 ایک دن صابون لے کر رہے تھے اور نقل کرتے کرتے حضور کے ساتھ
 جب عشق اور محبت میں فراوانی ہوئی تو قلم کو رکھا دواست میں اور اپنے
 دونوں ہاتھ اللہ کے حضور پھڑکے کہے کہ اللہ! تو اس میری محنت
 کو قبول کر۔ ہاتھوں کا کھڑا کرنا تھا کہ روح قفسِ عنصری سے پرواز
 کر گئی، موت واقع ہو گئی۔ یعنی حدیث لکھتے لکھتے موت واقع ہوئی
 علامہ ابن السنی رحمۃ اللہ علیہ کی۔

تو علامہ ابن السنی رحمۃ اللہ علیہ نے حدیث نقل کی ہے کہ حضور انور
 صلی اللہ علیہ وسلم جب بادل کو کتا تھا تو حضور کیا دعا مانگتے تھے، فرمایا
 کہ تھے اللَّهُمَّ لَا تَقْتُلْنَا بِغَضَبِكَ۔ اللہ! ہمیں نہ ہلاک
 کرنا اپنے غضب کے ساتھ۔ تو بادل کیوں کہتا ہے؟ بادل مشاہدہ کرتا ہے
 کہ اللہ کا عذاب کہیں اس مخلوق پر نازل نہ ہو جائے۔ تو اللہ کے عذاب کو
 روکنے والی کونسی چیز ہے؟ تسبیح۔ اللہ تعالیٰ کا عذاب رک جاتا
 ہے جب بندہ سبحان اللہ کہتا ہے۔ قرآن شریف میں موجود ہے کہ جب کبھی
 اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کے ساتھ، اپنے فرشتوں کے ساتھ کلام فرمایا
 جس کلام میں ذرا کچھ تنبیہ اور جلال تھا تو فرشتوں نے اور بندوں نے

جو جواب دیا، جواب کہنے سے پہلے تسبیح کہی ہے تاکہ اللہ کا جلال قریب
 ٹھنڈا ہو جائے پہلے ہی پارے میں دیکھ لیجئے اللہ تعالیٰ نے فرشتوں
 سے پوچھا کہ بتاؤ اَنْبِئُونِي بِاسْمَائِهِمْ هُوَ لَا يَعْرِفُهُمْ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ
 (البقرہ ۱۳) تو فرشتے سمجھ گئے کہ سب العالمین کچھ ناراض ہیں۔ جو اب میں
 کیا کہا؟ قَالَ سُبْحٰنَكَ۔ (پہلے تسبیح پڑھی)

حضرت یونس علیہ الصلوٰۃ والتسلیم صوب مچھلی کے پیٹ میں پہنچے تو کیا
 پڑھا؟ وَذٰلِ الَّذِيۡ اِذْ ذُكِّرَ مِنْكَ مِنْ اٰتِیٰتِنَا اَنْ لَّیۡنُقَدِّرَ عَلَیْهِ
 فَنَادٰی فِی الظُّلُمٰتِ اَنْ لَا اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ سُبْحٰنَكَ قُلْ اِنِّیۡ كُنْتُ
 مِنَ الظّٰلِمِیۡنِ (الانبیاء ۸۷) اسی کو آیت کریمہ کہتے ہیں۔ (تسبیح
 پڑھی)

اور حضرت مسیح علیہ السلام سے اللہ تعالیٰ پوچھیں گے، وَ اِذْ قَالَ اللّٰهُ
 یٰعِیْسٰی ابْنَ مَرْیَمَ ؕ اَنْتَ قُلْتَ لِلنَّاسِ اَتَّخِذُوْنِیۡ وَاٰتِیِّیَ الْهٰجِنِ
 مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ ط ر ا ل م ا ش د ۷ ۱۱۶) کیا عیسیٰ نے کہا تھا دنیا میں کہ مجھے اور
 میری ماں کو معبود من دون اللہ سمجھو؟ حضرت مسیح علیہ السلام سمجھ
 جائیں گے کہ اللہ تعالیٰ مجھ سے پوچھتے ہیں، اللہ غصے میں ہیں، تو کیا جواب
 عرض کریں گے؟ قَالَ سُبْحٰنَكَ مَا یَكُوْنُ لِیۡ اَنْ اَسْئَلَ مَا لَیْسَ لِیۡ
 بِمَحِقِّ ط ر ا ل م ا ش د ۷ ۱۱۶) اللہ تو پاک ہے، (پہلے تسبیح ہوئی)
 تو میرے بند کو جو تم بیکار وقت اپنا فائدہ کر دیتے ہیں
 سبحان اللہ کہنے سے خدا کا غضب ٹھنڈا ہو جاتا ہے۔ اپنے اوقات کو

یوں ضائع نہ کیجئے۔ اللہ مجھے بھی اور آپسب کو بھی اپنی زندگی کی قدر کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ ہمارے ماں پیڑھا پیسے کی قدر ہے، ٹیڈی پیسہ گر جائے ہم اٹھا لیتے ہیں۔ سو آنے زیادہ ملیں ہم خوش ہو جاتے ہیں، دو آنے ضائع ہو جائیں ہمیں نیند نہیں آتی۔ لیکن زندگی خراب ہو جائے، برباد ہو جاتی جائے، ہو و لعب ہیں، ہمیں کبھی احساس بھی نہیں ہوتا۔ حالانکہ قرآن کریم نے میرے بزرگوں نیک بندوں کی کیا تعریف بیان فرمائی؟ وَالَّذِينَ هُمْ عَنْ اللَّغْوِ مُعْرِضُونَ ۝ الْمَوْمِنُونَ ۝ میرے نیک بندے وہ ہیں جو لغو سے بیکار بات سے منہ موڑ لیتے ہیں۔ حرام نہیں فرمایا لغو، جس کام میں کوئی مطلب ہی نہیں میرا، اس کام میں مجھے لگنے میں کیا فائدہ؟ حرام تو الگ مسئلہ ہے۔ تو بجائے اس کے کہ میں بیکار باتیں کرتا رہوں، اگر مجھے اللہ نے صحت عطا کی ہو، اللہ نے مجھے فراغت عطا کی ہو تو یہاں بجائے اس کے کہ دن میں کبھی شطرنج کھیلوں، تاش کھیلوں، کبھی ایک دوکان پر جھانکوں، کبھی دوسری پر جھانکوں کبھی اپنا واک (WALK) کرتا پھروں، مجھے بہتر ہے کہ جس حال میں رہوں سبحان اللہ پڑھتا رہوں، ایک دفعہ سبحان اللہ کہنے سے جنت میں پورا الگ جاتا ہے یہ بھی حدیثوں میں آتا ہے) ایک دفعہ سبحان اللہ کہا، جنت میں ایک پورا الگ گیا۔ یہ تو قیامت میں پتہ چلے گا کہ جو کچھ محمد رسول اللہ نے فرمایا وہ بالکل صحیح تھا (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم)۔

نو حضرت علاء الدین السنی کی ہیں بات کہ فرمایا تھا، انہوں نے حدیث

نقل کی کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب بادل گر جتے تھے تو حضور یہ دعا مانگا کرتے تھے اَللّٰهُمَّ لَا تَقْتُلْنَا بِغَضَبِكَ اے ہمارے اللہ! ہم کو ہلاک نہ کرنا اپنے غضب کے ساتھ۔

یہاں ایک مسئلہ حل کر دوں۔ لَا تَقْتُلْنَا فرمایا۔ بے ادبی کا زمانہ ہے

اللہ تعالیٰ حضور کی بے ادبی سے سب مسلمانوں کو محفوظ رکھے۔ آج سب سے بڑا مظلوم قرآن کریم اور سب سے بڑی تنقید جو مسلمان کرتا ہے، حضور کی ذات پر اور صحابہ کی ذات پر جن کی برکت سے قرآن ہمیں ملا جن کی برکت سے ایمان ملا جن کی برکت سے خلا پر یقین نصیب ہوا آج ہمارے قلم کا سب سے بڑا دشمن کون ہے؟ قرآن کریم، محمد رسول اللہ کی ذات، صحابہ کرام، اسلاف۔ اللہ تعالیٰ گستاخیوں سے بچائے اللہ بے ادبیوں سے بچائے، یاد رکھئے میرے بزرگو! امام الانبیاء کے متعلق بے ادبی کا اگر وہم بھی پیدا ہو اِنَّ تَحْبِطَ اَعْمَالُكُمْ وَاَنْتُمْ لَا تَشْعُرُونَ (المحجرات ۷) ہمارے عمل برباد ہو جاتے ہیں حضور کے متعلق اگر بے ادبی کا شائبہ بھی پیدا ہو نیت بھی نہ ہو اگر نیت نہیں کی تنقید رہا ہے، تحقیق، کر رہا ہے۔ "لیسیرج" کو رہا ہے قرآن پڑھ کر دیکھ لیجئے۔ اِنَّ تَحْبِطَ اَعْمَالُكُمْ وَاَنْتُمْ لَا تَشْعُرُونَ تمہارے عمل برباد ہو جائیں گے اور تم کو پتہ بھی نہ چلے گا۔

سورۃ حجرات پڑھ لیجئے صحابہ آتے ہیں، گاؤں کے نشے صحت

ماوقت صحابہ، اکر حضور انور کو پکارتے ہیں یا عجل (صلی اللہ علیہ وسلم)
 اُخْرُجِ الْيَتَامَا۔ اللہ کے نبی! باہر تشریف لے آئیں۔ اللہ تعالیٰ
 کو یہ بات بھی ناگوار گذرتی ہے۔ اور فرمایا اے مسلمانو! کَلُوا مِنْهُمْ
 صَبْرًا وَاحْشَى تَخْرُجِ اِلَيْهِمْ لَكَانَ خَيْرًا لَّكُمْ وَالْحَجْرَاتُ
 یہ باہر ہی کھڑے رہتے، میرے حبیب کو آواز دیتے، میرے حبیب
 خود نکل کر آتے تو بات بہتر ہوتی۔

اور آگے چل کر پھر سفارش کی کہ میرے نبی، اے میرے حبیب! ان
 کو معاف کر دیجئے۔ یہ جانتے نہیں۔ اِنَّ الَّذِيْنَ يَمُنُوْنَ مِنْكُمْ مِنْ
 الْحَيٰوةِ اَوْ كَفَرُوْهُمْ لَا يَتَّقُوْنَہ (الحجرات ص) جنہوں نے آپ
 کو حجرت کے باہر آ کر آواز دی یہ نادان ہیں، جانتے نہیں ہیں۔

اللہ کے دو باتیں یہاں بیان کر دیں میرے بھائیو! ایک مقام نبوت کو بیان
 کیا کہ محمد رسول اللہ کا اتنا عظیم مقام ہے، نبی جہاں کھڑا ہو امت کو حق
 نہیں ہے کہ اس کو وٹاں سے بلائے۔ نبی جہاں بیٹھ جائے وہ اللہ کے
 حکم سے بیٹھتا ہے۔ نبی جہاں دنیا سے چلا جائے، روضہ بھی وہیں بنے گا
 امام الانبیاء کا مزار کہاں ہے؟ اسی حجرہ مبارک میں، اسی چارپائی کی جگہ
 میں جہاں پر امام الانبیاء نے دنیا سے فانی کے آخری دن گزارے، حضور
 آج بھی اسی جگہ پر آرام فرما ہیں۔ نبی جہاں دنیا سے جائے اسی جگہ نبی کی
 آخری آرام گاہ ہو، نبی جہاں بیٹھ جائے وہاں بیٹھے، امت نہیں اٹھا
 سکتی۔ امت کو حق نہیں پہنچتا کہ "ذرا گل سنیاجے نبی صاحب"

(نبی صاحب اور اسی بات سنئے)۔ وہ کیسا نبی ہے جو امت کی باتیں

سننا پھرے۔ نبی وہ ہوتا ہے جس کو اللہ تعالیٰ عزوجل اس کے بھیجے پیچھے بھیجے، دائیں بھیجے، بائیں بھیجے، اپنی حفاظت میں رکھتے ہیں اور اپنی اور
کا قدم اللہ کی مرضی کے بغیر نہیں اٹھ سکتا خصوصاً امام الانبیاء جناب
محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔

تو فرمایا اے میرے حبیب! جو آپ کو حجرات کے باہر آکر پکارتے ہیں
یا رَسُوْلُ اللّٰهِ۔ حجرات سے باہر کہہ رہے ہیں، یاد رکھیں، فرمایا، جو
آپ کو پکارتے ہیں لَا یَعْقِلُوْنَ یہ اس بات کو نہیں سمجھتے کہ نبی کا مقام
کیا ہے۔ وَلَوْ اَنَّكُمْ صَبَرْتُمْ لَمَنْ تَخْرُجْ اِلَيْهِمْ لَكَانَ خَيْرًا
لَّكُمْ (حجرات ۵) یہ خبر کرتے کہ حضورؐ کو باہر تشریف لے آئے۔

یہاں پر ایک بیان کیا مقام نبوت کو اور ساتھ ہی بیان کیا مقام صحابہ
کو۔ کہ میرے حبیب! ان سے آپ ناراض نہ ہوں، یہ لَا یَعْقِلُوْنَ ابھی
اس بات کو سمجھے نہیں ہیں اور پھر اس سورت میں آتا ہے آگے چل کر اللہ تعالیٰ
نے سفارش کی کہ میں نے بھی معاف کر دیا، آپ بھی معاف کر دیں۔ مقام صحابہ
بھی معلوم ہو گیا مقام نبوت بھی معلوم ہو گیا۔

تو میں بات میں پر کر رہا تھا کہ کہیں شہ نہ پڑ جائے (اللہ مجھے آپ
کو شہ ہوں سے بچائے) آپ تو الحمد للہ بڑے خوش نصیب بھائی ہیں
اور آپ کا یہاں آنا دلیل ہے اس بات کی کہ آپ کے دل میں قرآن کی محبت ہے
اللہ اس محبت کو میرے آپ کے لئے قیامت اور قبر کی بہتری کا ذخیرہ فرمائے

اللہ تعالیٰ ہمیں عمل کی توفیق عطا فرمائے) میں ویسے بات کر رہا ہوں، آج کل
گستاخی کا زمانہ ہے کوئی یہ نہ کہہ دے کہ حضور نے یہ فرمایا لَا تَقْتُلْنَا
یہ تو جمع کا صیغہ ہے۔ ہمیں نہ مارنا اپنے غضب کے ساتھ۔ تو کیا نبی بھی
خدا کے غضب کا شکار ہو سکتا ہے؟ اس لئے میں عرض کر رہا ہوں یہ
ہے لَا تَقْتُلْنَا۔ جمع کا صیغہ ہے۔ "اے میرے اللہ! ان انسانوں سے
انسانوں کو اپنے غضب کا شکار نہ کرنا" اور اپنی ذات کو بھی حضور نے
اس میں داخل کر دیا۔ کیونکہ آپ رحمت و بوعالم ہیں (علی اللہ علیہ وسلم)
فرمایا مَا كَانَ اللَّهُ لِيُعَذِّبَهُمْ وَأَنْتَ فِيهِمْ ط (الاحقاف ۱۷)
اسے میرے حبیب! جس قوم میں، جس مجلس میں، جس محفل میں، جس دنیا میں جس
کائنات کے حصے میں تیرا وجود گرامی ہوگا، اس پر عذاب نازل نہیں کرتا۔
اسی کو حضرت ابو علی قلندر پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ نے جو گزیرے ہیں
پانی پستہ میں ابو علی قلندر رحمۃ اللہ علیہ، اللہ کے بہت بڑے و فی حق
اللہ کے ہم میں ایسے ولی ہمیشہ پیدا ہوتے رہیں۔ بڑے عجیب انسان
تھے، اللہ ان کی قبروں کو منور فرمائے۔ ابو علی قلندر رحمۃ اللہ علیہ پانی پتی،
ایک نے مجھ سے کہا ایک خادم کو رات کے وقت کہ جا کر ذرا پانی لے آ۔ فقیر
نوگ بھی عجیب ہوتے ہیں ہم تو راتوں کو سوتے ہیں اور یہ راتوں کو جاگتے
ہیں، راتوں کو روتے ہیں۔ جو رات کو روتا ہے وہ دن کو ہنستا ہے۔ جو
رات کو ہنستا ہے وہ دن کو روتا ہے۔ ہاں۔ آج کہتے ہیں مصیبتیں
ہیں۔ جس گھم میں جاؤ، بڑی شاندار کوٹھیاں ہیں، باہر کاریں ہیں، اندر پوچھو

ساری شکایتیں۔ بلکہ صاحبہ شکایت کر رہی ہیں مصیبت ہے، بیماری ہے، میاں صاحبہ شکایت کر رہے ہیں بلڈ پریشر (BLOOD PRESSURE) زیادہ نہیں ہے، پتہ نہیں کیا کیا ہے؟ (الشریہ یاروں کو شفا دے)۔ یہی ملاقات نہیں کر رہا، میں عرض کرتا ہوں کہ آج ہم عذابوں کا شکار کیوں ہیں؟ ہم راتوں کو سنتے ہیں، دن کو روتے ہیں، ہم گیارہ بجے بارہ بجے "لال بھجکڑ" دیکھ کر واپس آتے ہیں، قلبیں دیکھ کر واپس آتے ہیں، جو اللہ کی یاد کا وقت ہوتا ہے، شیطان نے ہمیں دوسری طرف لگا دیا۔ اور جو راتوں کو روتے ہیں وہ دن کو سنتے ہیں۔ یاد رکھو باللہ مجھے آپ کو رات کے وقت رونے کی توفیق عطا فرمائے، وہ راتوں کو روتے ہیں دن کو خوش ہوتے ہیں، ساری کائنات قدموں میں آجاتی ہے۔

بوعلیؑ نے اپنے پیٹ کو بھیجا کہ چا پانی لے آ۔ وہ گیا تو کوئی سر پھرا چوہا رہ پھر رہا تھا، اس نے پوچھا "کی دھر جا رہیاں اسے اوچھلیا؟" (ارے چھلے! دھر جا رہے ہو؟) "جی پانی لانا ہے، بابا نے پانی مانگا ہے۔" "اور تو مجھی اور تیرا بابا مجھی دونوں کتے ہو، یہ وقت پانی کا ہے؟"۔ دو تھپڑ لگا دئے۔ چیلو رہتا ہوا آیا، رات کا وقت تھا، بابا مجھی جلال میں تھا۔ (بوعلیؑ قلندر رحمۃ اللہ علیہ)۔ پوچھا "کیوں روتے ہو؟" حضرت! گیا، مجھے دو تھپڑ لگا دئے۔ "اچھا" فرمایا "لاؤ ذرا کا شذ"۔ اکبر شاہ ثانی کا زمانہ ہے۔

اکبر شاہ ثانی کو، جسے اقبال نے نقل کیا اپنے کلام میں ہے

بازگیر این عالمے بدگوہرے

ورنہ بخشم ملک تو با دیگرے

”اس گورنر کو بدل، ورنہ حکومت چھین کر دوسرے کو دیتا ہوں“

— یہ ہیں اللہ والے نعمت الامیر علی باب الفقیر وینس

الفقیر علی باب الامیر فرمایا وہ امیر کتنا اچھا لگتا ہے جو فقیر

کے دروازے پر جائے جس امیر نے فقیر کے دروازے کو پکڑا، اُس نے

خدا کے نام کو بلند کیا، اور جس فقیر نے امیر کے دروازے کو پکڑا، اُس نے

خدا کے نام کو گرا پایا۔ وہ فقیر تنگ ہے ملت کے لئے جو امیروں کے

دروازوں پر جا کر ان کی ٹوہ (TOE) چاٹتا ہے اور وہ امیر عزت ہے

دین کے لئے جو فقیروں کے دروازوں پر جاتا ہے۔ اللہ ہمیں ایسے فقیر عطا

کرے، اللہ ہمیں ایسے امیر عطا کرے جو اس میں شرف سمجھے، یہ کیا

شرف ہے؟ یاد رکھیں، میں درخواست کرتا ہوں آپ کی خدمت میں

اپنے گھروں پر مولویوں کو، حافظوں کو بلا کر ڈیل نہ کیا کریں۔ یاد رکھیں میری

بانت کو، قرآن کے پیچھے جائیں، قرآن کو گھر نہ بلایا کرو۔ قرآن کے پیچھے

جاؤ۔ مزا آتا ہے۔ برکت حاصل کرنی ہے تو خود پڑھو۔ مولوی کو بلا

لیا، دوپارے پڑھو لئے، ایک چائے کی پیالی پر ٹر خا دیا۔ جاؤ جی۔

مولوی کا کو کبھی بے غرض بھی چائے پلائی ہے؟ ہم دعوتیں کرتے ہیں

شادیوں کی، غموں کی، دعاؤں کی، ان میں مولوی کو کھانا مفت نہیں

دیتے، پہلے دوپارے پڑھواتے ہیں، پھر کھانا دیتے ہیں۔ اور

دوسرے لوگ مفت کھا کر چلے جاتے ہیں۔ کیا فائدہ اس کھانے کا؟ اس میں کیا ثواب ہے؟ مولوی کا پسینہ آپ نے نکال لیا۔ یاد رکھئے علماء کا احترام کیا کیجئے۔ میں تو گنہگار ہوں، میں اپنی بات نہیں کر رہا۔ میں تو بڑا پاجھی ہوں۔ اللہ میرے گناہوں کو معاف فرمائے۔ میں بات کر رہا ہوں۔ ابو علی قلندر رحمۃ اللہ علیہ نے خط لکھا اکبر شاہ ثانی کو۔ فرمایا پڑھیں نا اقبال کو۔ "پڑھا ہے اقبال کو؟" "ہاں جی پڑھا ہے" "کتنوں تک؟" (کہاں تک پڑھا ہے؟) "گلے سے اوپر اوپر پڑھا ہے، گلے سے نیچے نہیں۔" اقبال بھی یاد رکھے گا کہ مجھے بھی اچھی امت ملی ہے، اچھی ملت ہے۔ اقبال کی بھی اب حجامت بنانے لگے ہیں، چھوڑتے نہیں ہیں اقبال کو بھی۔ یعنی اقبال مرحوم نے لکھا ہے کہ حضرت ابو علی قلندر رحمۃ اللہ علیہ نے خط لکھا ہے

باز گیر این عالمے بد گوہرے

ورنہ بخشہ ملک تو بادگیرے

اور نظام الدین اولیا رحمۃ اللہ علیہ، وہ جو مبارک خلجی تھا وہاں کا بادشاہ دہلی کا ان کے زمانے میں، اس نے پیغام بھیجا کہ صبح میرے دربار میں پیش ہو۔ غصہ و موہود تھا۔ میرے دربار میں پیش ہو۔ نظام الدین نے کہا اچھا صبح تو ہونے دیجئے۔ چنانچہ آپ نے اتنے دنوں کے بعد آئے ہیں ٹہل رہے تھے۔ اس کو بھی اقبال نے نقل کیا ہے

اسے روہکے چہرہ شستی بجائے خویش
 یا شیر پنچہ کرنی و دیدی سزائے خویش
 اولو سزائی کے پچھے! اپنی جگہ پر بیٹھا رہتا تو اچھی بات تھی۔ تو نے شیر
 کے ساتھ پنچہ ملا دیا۔ میرے ساتھ تو لوہے کے لئے آگیا؟ اپنی سزا دیکھ
 لی۔ —————
 رات کو وہ بادشاہ قتل ہو گیا۔ یہاں خود نہیں کہہ رہا
 میں اقبال کی بات نقل کر رہا ہوں۔

یہ تو عرض یہ کر رہا تھا وہ پانی پیت سے بات چلی تھی بو علی قلندر نے
 اپنی فتویٰ میں لکھا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے..... (باتیں مجھے
 تو یاد رہتی ہیں، اللہ کے آپ کو جانتا یا وہ ہیں، یہ سب آئین ہے قرآن کریم کا،
 ہم تو گناہ گار ہیں بھائی! یہ سب قرآن کی برکت ہے، اللہ اس برکت میں مزید
 انعام دے۔)۔ تو حضرت بو علی قلندر رحمۃ اللہ علیہ نے ایک رباعی میں
 لکھا ہے، امام الانبیاء کی شان میں لکھی ہے، اس میں آپ فرماتے ہیں، جس کا
 ترجمہ یہ ہے کہ التَّحِيَّاتُ فِي هَاهُنَا يَوْمَ فَرِيَا يَا السَّلَامُ عَلَيْكَ أَيُّهَا النَّبِيُّ
 وَرَحْمَةُ اللَّهِ وَبَرَكَاتُهُ السَّلَامُ عَلَيْكَ يَا عِبَادَ اللَّهِ
 الصَّالِحِينَ ۝۔ یہ التحیات میں جو آخری جملہ ہے السَّلَامُ عَلَيْكَ
 وَعَلَى عِبَادِ اللَّهِ الصَّالِحِينَ ۝ یہ امام الانبیاء کا اپنا قول ہے جو حضور نے
 شب معراج فرشتوں کی مجلس میں فرمایا، السَّلَامُ عَلَيْكَ يَا سَلَامُ سَبَّ
 بِهِ هُوَ وَعَلَى عِبَادِ اللَّهِ الصَّالِحِينَ ۝ اور اللہ کے نیک بندوں
 پر بھی سلام ہو، تو بو علی قلندر یہاں ایک نکتہ نکالتے ہیں۔ یہ صوفیوں کی

تفسیریں الگ ہوتی ہیں، بڑی پیاری ہیں۔ کیونکہ صوفی حال سے کہتے ہیں
قال سے نہیں کہتے۔ بوعلی سپہانے قال سے کہا، حال سے نہ کہہ سکا
اقد ابو سعید ابو الخیر نے حال سے کہا۔

ابو سعید ابو الخیر کی خدمت میں پہنچے بوعلی سینا جو دنیا کے بہت
بڑے طبیب گذر چکے ہیں۔ جا کر بحث شروع کر دیا ایک فقیر کے ساتھ۔
شاہ ابو سعید ابو الخیر رحمۃ اللہ علیہ ہمارے ہفت سلاطین میں سے ایک
سلطان گذرے ہیں۔ ہمارے خاندان میں وہ آتے ہیں، اللہ ان کی برکات
مجھے آپ کو نصیب فرمائیں۔ ان کے ہاں بڑا مال بھی تھا، دولت بھی تھی
سونے چاندی کے کلمے (کھونٹے) تھے گھوڑوں کے۔ بوعلی سینا گیا
شکایت لے کر کہنے لگا "میرا بھائی صاحب اسپر صاحب، یہ کیا پا لکھنڈ بنا
رکھا ہے؟ فرمایا آپ نے "بوعلی ابن سینا! یہ کلمے اور یہ بجزیریں زمین
میں ہیں، میرے دل میں نہیں ہیں اور تجھے اپنے علم پر گھمنڈ نہ ہونا
چاہیے۔ تو جو قال سے کہتا ہے، میں حال سے کہتا ہوں، آنچہ تو سے مانی
من سے بنیم۔ تو جو جانتا ہے، میں آنکھوں سے دیکھتا ہوں۔ میرا علم سمعی
ہے، میرا علم بصری ہے۔ دین کی باتوں کو، یافن کی باتوں کو، یا منطق کی
باتوں کو یا فلسفے کی باتوں کو تو جانتا ہے، تیرے پاس ایک علم ہے کہ آسمان
سوات ہیں تیرے پاس علم ہے کہ زمین گول ہے اور میں آنکھوں سے دیکھ
رہا ہوں زمین گول ہے۔ آنچہ تو میدالی من می بنیم۔ تو جو جانتا ہے، میں
دیکھتا ہوں۔ میرے ساتھ جھگڑا نہ کہ میرا علم ہے جس کا پارہ ہے جناب

محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ پابرجا کی
 تو حضرت ابو علی قلندر رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ اللہ کے نبی نے جو کچھ فرمایا
 التحیات ہیں اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور علی عیاد اللہ الصلیحین سلام
 ہو ہم پر بھی اور اللہ کے صالحین بندوں پر بھی۔ تو حضرت ابو علی قلندر
 رحمۃ اللہ علیہ یہاں پر ایک نکتہ بیان کرتے ہیں کہ حضور نے عیاد اللہ
 الصلیحین کو الگ کر دیا اور ہم گنہگاروں کو اپنے ساتھ کر لیا۔ اللہ صلی
 اللہ علیہ وسلم سب پر تیرا سلام ہو، جو نیک بندے ہیں ان پر بھی سلام ہو۔ تو
 حضور نے ہم نے گنہگاروں کو اپنے ساتھ لگا دیا۔

ہیں حدیث کی بات کر رہا تھا جہاں پر فرمایا لَا تَقْتُلْنَا بِغَضَبِكَ
 اے اللہ! ہمیں اپنے غضب کے ساتھ ہلاک نہ کرنا۔ تو اس سے حضور کی
 اپنی ذات مراد نہیں ہے (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) یہ ساری امت مراد ہے
 بلکہ سارے انسان مراد ہیں، حضور سب انسانوں کے لئے رحمتِ دو عالم ہیں۔
 حضور نے سب کے لئے دعائیں مانگیں کہ اللہ! اپنی مخلوقات کو اپنے عذاب
 کا شکار نہ کر۔

تو رعد پر بات چل رہی تھی کہ رعد جو ہے وہ تسبیح کہتی ہے۔ تو
 تسبیح کیوں کہتی ہے رعد؟ اللہ کے عذاب کا جب مشاہدہ کر لیتی ہے تو
 وہ تسبیح کہتی ہے اور فرشتے بھی تسبیح کہتے ہیں۔ کیوں تسبیح کہتے ہیں؟
 کہ اللہ! ان دنیا والوں کو اپنے عذاب سے بچالے۔
 قرآن میں دو سری جگہ آئے۔ یَسْبِخُونَ بِحَمْدِ رَبِّهِمْ

(شوری ۵) فرشتے اپنے رب کی حمد و ثنا کہتے ہیں وَیَسْتَغْفِرُونَ
 لَعْنٌ فِی الْآذَانِ ط (شوری ۵) اور ان لوگوں کے لئے بخشش مانگتے
 ہیں جو زمین میں گنہگار ہیں۔ اور وہ ہماری جگہ فرمایا وَیَسْتَغْفِرُونَ
 لِلَّذِینَ آمَنُوا (المیوٹے) اور ایمان والوں کے لئے خدا سے معافیاں
 مانگتے ہیں۔

تو خدا کو فرشتے سے تب بھی معافی مانگتا ہے، اگر فرشتہ نہیں ہے
 تب بھی معافی مانگتا ہے۔ کس سے؟ رب العالمین سے۔ اور کیوں
 معافی مانگتا ہے؟ وہ دیکھتا ہے کہ بادل جو ہے یہ کائنات کو کبھی تباہ
 کر سکتا ہے، کائنات کو کبھی آباد کر سکتا ہے۔ اس لئے فرشتے اللہ تعالیٰ
 کے خوف سے لڑتے ہیں۔ فرشتے اللہ تعالیٰ کے خوف سے ہیبت میں آکر
 خداوند تعالیٰ کے غصے کو ٹھنڈا کرنے کے لئے کیا پڑھتے ہیں؟ "سبحان اللہ"
 تسبیح بیان کرتے ہیں۔ اللہ مجھے آپ کو کثرت کے ساتھ تسبیح پڑھنے
 کی توفیق عطا فرمائے۔ تسبیح زیادہ کیا کیجئے۔ اس کے لئے یاد رکھیں میرے
 بزرگو! بھنوک کی بھی ضرورت نہیں ہے۔ وضو پڑھو تو ٹھیک ہے، لیکن اگر
 آپ بلا وضو ہیں، سبحان اللہ سبحان اللہ پڑھنے میں بھائی کیا حرج ہے؟
 کچھ حرج ہے اس میں؟ سبحان اللہ پڑھنے میں کوئی تکلیف ہے؟ سبحان اللہ
 پڑھنے میں کوئی بوجھ ہے؟ الحمد للہ کہتے ہیں کوئی بوجھ ہے؟ اللہ اکبر کہتے ہیں
 کوئی بوجھ ہے؟ اللسان پر لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ کہنے میں کوئی بوجھ ہے؟ اللسان پر سبحان
 کوئی تکلیف نہیں ہے لیکن وہ جو ہمارے ساتھ ساتھ ہے، وہ کہتے ہیں ہر سارے کم کوں خدا کا کیا

اور سارے کام کیجو مگر خدا کے قریب مت جاؤ (آلہ سورت مجادلہ
 میں اسْتَحْوِذْ عَلَيْهِمُ الشَّيْطٰنُ فَاَنْسَهُمْ ذِكْرَ اللّٰهِ
 اُولٰٓئِكَ حِزْبُ الشَّيْطٰنِ اَلَا اِنَّ حِزْبَ الشَّيْطٰنِ هُمْ
 الْخٰسِرُوْنَ ۝ (المجادلہ ۱۹) فرمایا قرآن کریم نے اسْتَحْوِذْ عَلَيْهِمُ
 الشَّيْطٰنُ۔ ان پر شیطان نے پورا پورا غلبہ ڈال لیا ہے۔ پھر کیا نتیجہ نکلا ؟
 فَاَنْسَهُمْ ذِكْرَ اللّٰهِ ط ان سے خدا کا ذکر مٹا دیا۔ سب باتیں یاد ہیں
 خدا یاد نہیں ہے۔ اُولٰٓئِكَ حِزْبُ الشَّيْطٰنِ ط شیطان کی جماعت
 ہے، یہ شیطان کی پارٹی ہے۔ اَلَا، یاد رکھو۔ اِنَّ حِزْبَ الشَّيْطٰنِ
 هُمْ الْخٰسِرُوْنَ ۝ اور شیطان کا ٹولہ ہمیشہ نقصان میں رہتا ہے
 اللہ مجھے آپ کو اس گروہ سے بچائے۔ اللہ سب مسلمانوں کو شیطان کے
 پنجوں سے بچائے۔ توبہ رعد کی وجہ تسمیہ تھی اور یہ رعد کے متعلق
 ابتدائی کلمات تھے۔ اب میں چاہتا ہوں کہ ساتھ ساتھ ایک دو آیتیں
 ہو جائیں تو اچھا ہے۔

السَّيْرُ اتْفِيہ بھی ہیں حروف مقطعات، جیسے کہ سورہت بقرہ
 کے شروع میں سورہت آل عمران کے شروع میں، سورہت یوسف
 کے شروع میں آچلے ہیں۔ یہ ہیں حروف مقطعات۔ حروف مقطعات
 کے متعلق میں ابتدا میں عرض کر چکا ہوں کہ حروف مقطعات وہ حروف ہیں
 جن کے حروفوں کے معانی اللہ تعالیٰ ہی جانتے ہیں۔ ہمارا صحیح مسکاب یہ
 ہے کہ اللہ تعالیٰ ان حروف سے اپنا اراد کو صحیح سمجھتے ہیں۔ اور جن

سورتوں کے شروع میں ان کلمات کو لایا جاتا ہے، ہمارے ناقص علم کے مطابق اس میں حکمت یہ معلوم ہوتی ہے کہ سورت میں جو آئے والا مضمون ہو سکتا ہے کہ وہ بندوں کی سمجھ میں نہ آئے۔ لیکن بندوں کو اس مضمون پر اس طرح ایمان لانا چاہیے جس طرح ان حروف کا معنی نہ سمجھنے کے باوجود ایمان لاتے ہیں۔ ہم مانع ہیں نا **الْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ** کی بات ہے؟ ہمارا ایمان ہے کہ **الْحَمْدُ لِلَّهِ** قرآن ہے، **الْحَمْدُ لِلَّهِ** سے **طَسْمُ** قرآن ہے، **كُلُّهَا يَعْصَىٰ قَوْلَهُ** قرآن ہے ہم جانتے ہیں لیکن جس طرح ہم اس کو جانتے ہیں، آگے قصہ آرہا ہے، ایک واقعہ آرہا ہے، ایک حقیقت آرہی ہے ہو سکتا ہے وہ ہمارے ذہن میں نہ آئے، اس لئے فرمایا کہ میرے بند جس طرح ان کلمات کو تو میرا کلام سمجھتا ہے، معنی نہ سمجھنے کے باوجود اس طرح اس سورت میں جو حقائق آرہے ہیں، ہو سکتا ہے میرے ناقص ذہن میں نہ آئیں، ان کا انکار نہ کرنا، ان کو بھی میری بات ماننا۔ چنانچہ سورت رعد میں آرہا ہے کہ رعد تسبیح پڑھتی ہے، فرشتے تسبیح پڑھتے ہیں، کائنات تسبیح پڑھتی ہے، تو ہو سکتا ہے کہ کہیں شبہ کر دے، تیرے دل میں کوئی شک ڈال دے کہ رعد کتنی تسبیح پڑھ دے گی اسے اینویں ملوانے لگے ہوئے ہیں رعد کہاں تسبیح پڑھتی ہے، یونہی ملانے کہتے رہتے ہیں) عجیب حساب ہے! بات قرآن کی بیان کرو، نام نملل کا آجاتا ہے۔ قرآن بیان کرو، "نملل" یہ کہتا ہے عجیب حساب ہے۔ اچھا جی، چلو اچھی بات ہے، نملل خوش ہے الحمد للہ کہ قرآن کے سلسلہ میں

ملائ کو رہنا سمجھا گیا۔ الحمد للہ۔ ملاں اور کیا چاہتا ہے؟ قرآن کی بات
 میں ملاں فسک ہو جائے، یہ تو قیامت کے دن پتہ چلے گا الْقُرْآنُ
 حُجَّتُهُ لَكُمْ أَوْ عَلَيْكُمْ۔ فرمایا قیامت کے دن قرآن تیرے حق میں
 گواہی دے گا یا تیرے خلاف گواہی دے گا۔ اگر تو نے قرآن پر عمل کیا
 قرآن تیرے حق میں گواہی دے جائے گا، اگر تو نے قرآن کی مخالفت کی،
 قرآن تیرے خلاف گواہی دے جائے گا۔ اور محمد رسول اللہ فرمائیں۔
 قَالَ الرَّسُولُ رَسُولُ اللَّهِ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قِيَامَتِ كَوْمٍ يَشْكَا بَيْتَ
 كَوْمٍ كَوْمٍ۔ يَوْمَ يَزِيحُ قَوْمٌ أَنْ كَفَرُوا هَذَا الْقُرْآنَ هَهُمْ جُورًا
 (الفرقان غن۳)۔ اے میرے اللہ! میری اس قوم نے قرآن کو ردی کاغذ
 سمجھ لیا تھا۔ یہ تو وہاں پتہ چلے گا۔ تو اس لئے فرمایا کہ السَّمَرُ كَانَتْ جَمْعُهُ
 أَلْرَجْحِيُّ نَهَيْتُمْ آتَا، تجھے معنی نہیں پتہ چلنا تو اس میں شک نہ کر۔ اس کو
 خدا کی بات مان۔ اسی طرح جو اس سورت میں حقائق آ رہے ہیں، اگر تو
 نہیں سمجھ سکتا کہ رعد کی گڑک سے اللہ کی تسبیح پیدا ہوتی ہے، رعد خدا
 کی تسبیح کہتی ہے وَإِنْ مِنْ شَيْءٍ إِلَّا يُسَبِّحُ بِحَمْدِهِ وَلَكِنْ لَا
 تَفْقَهُونَ تَسْبِيحَهُمْ (ادبنا اسرائیل ص ۲۷) ہر چیز خدا کی پاکی بیان
 کرتی ہے لیکن اسے انسانوں تم اس تسبیح کو نہیں سمجھ سکتے۔ فرمایا تو اگر
 اس بات کو نہیں سمجھ سکتا تو انکار نہ کرنا، یہ کہہ دینا کہ واقعی اللہ کی بات
 ہے اور میں اس بات کو تسلیم کرتا ہوں۔

آگے فرمایا قَدْ لَكَ آيَاتُ الْكِتَابِ۔ اے میرے حبیب! جو کچھ آج

پر ابھی پڑھا جانے والا ہے تِلْكَ آيَاتُ الْكِتَابِ یہ آیتیں ہیں
 کتاب مجید کی ان کو جغرافیہ نہ سمجھنا، علم الافلاک نہ سمجھنا، فلسفہ
 نہ سمجھنا، فلسفہ نہ سمجھنا اور ریاضی نہ سمجھنا کہ بادلوں کی بات ہو رہی
 ہے یا زردی بات نہ سمجھنا، تِلْكَ آيَاتُ الْكِتَابِ ط یہ تو آیتیں ہیں
 کتاب مجید کی۔

اور کتاب مجید کیا ہے وَالَّذِي أَنْزَلَ إِلَيْكَ مِنَ رَبِّكَ الْحَقَّ
 وَالَّذِي أَدْرَاهُ سَارِي حَقِيقَتِ، وہ ساری حقیقت، وہ سارا الہام جو نازل
 کیا گیا آپ کی طرف مِنْ رَبِّكَ، آپ کے رب کے ہاں سے، الْحَقُّ
 وہ بالکل صحیح ہے یہاں پر کیا فرمایا؟ وَالَّذِي أَنْزَلَ إِلَيْكَ كَلِمًا لِيَا لِقَظ
 ہے؟ یہ نہیں فرمایا وَالْقُرْآنُ حَقٌّ — بھائی ایوں بھی تو اللہ تعالیٰ فرما
 سکتے تھے۔ وَالْقُرْآنُ حَقٌّ۔ قرآن حق ہے۔ ٹھیک ہے۔ نہیں، یہاں
 کچھ اور فرمانا چاہتے ہیں۔ وَالَّذِي أَدْرَاهُ سَارِي حَقِيقَتِ، أَنْزَلَ إِلَيْكَ
 جُوَآئِبَ كِطْرَتِ نَازِلِ كِئْتِي — خواہ وہ قرآن کی شکل میں ہے، خواہ
 وہ حدیث کی شکل میں ہے جو آپ کی طرف نازل کیا گیا ہے، مِنْ
 رَبِّكَ، آپ کے رب کی طرف سے، الْحَقُّ، وہ بالکل صحیح ہے
 جس طرح قرآن کا ماننا ضروری ہے، حدیث کا ماننا بھی ضروری ہے۔
 قرآن متن سے، حدیث اس کی شرح ہے۔ قرآن کو اگر ماننے، حدیث کو
 نہ ماننے، قرآن مان ہی نہیں سکتا، قرآن تمب مانا جا سکتا ہے کہ حدیث
 کو مانا جائے حدیث لفظ ہے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا

حدیث شرح ہے قرآن مجید کی۔ قرآن کو ماننے کا تو حدیث کو بھی ماننے کا
 قرآن کو نہیں ماننے کا حدیث کو بھی نہیں ماننے کا، اور میں پھر عرض کر
 دوں کہ میرے نزدیک حدیثیں ویسے ہی نہیں آتی ہیں کہ بیٹھے بیٹھے سگریٹ
 کا کش لگایا، ایک حدیث لکھو وی۔ یہ نہیں ہے۔ حدیثیں جمع کرنے
 کے لئے علوم اکٹھے کئے گئے۔ اور صحابہ کے دور ہی میں حدیثوں کے لئے
 یا قاعدہ قانون بنائے گئے۔

صحیح حدیث میں آتا ہے۔ ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے
 ہیں کہ مجھے عمر فاروقؓ نے بلایا ایک دن، رضی اللہ تعالیٰ عنہ، سب
 کہا کرو۔ میں گیا میں نے تین دفعہ پھر سلام کہا۔ حکم ہے کہ جب کسی
 کے گھر میں جاؤ تو باریک آواز سے کہو۔ استیذان کا کیا معنی ہے؟
 اجازت مانگ کر اندر جاؤ۔ اپنے گھر آؤ۔ تب بھی کہا تھی وغیرہ کر کے
 اندر آؤ۔ ہم جتنی اٹھا لیتے ہیں "اجازت آگے جی؟" اجازت ہے
 جی۔ اندر چلا گیا جب پھر تو اجازت ہی ہے جتنی اٹھا کے اجازت
 نہیں پوچھنی چاہئے۔ پہلے پوچھو۔ پھر چلاؤ وغیرہ کہتے ہوئے
 ہیں یہ اسی طرح ہیں۔ پہلے اجازت مانگو، کوئی سمجھی ہو، کہنے باشد
 کسی سے ملنے کے لئے ہاں ہے تو پہلے چاکرانا دو، اور آواز کیا ہے؟
 السلام علیکم۔ قرآن ہی فرمایا کہ تم پہلے استیذان کرو، استیذان
 کرو۔

حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہما نے عمر فاروقؓ کے ہاں پھر آکر

تین دفعہ کہا السلام علیکم اندر سے کوئی جواب نہ آیا، شاید آپ دو دفعہ ہوں گے
 یا نہ سنا ہوگا، ابو موسیٰ اشعریؓ واپس چلے آئے۔ حضرت عمر فاروقؓ نے
 پھر بلا بھیجا، جب بات چیت ہوئی تو فرمایا تجھے میں نے پہلے بھی طلب
 کیا تھا، تو نہیں آیا عرض کی۔ حضرت ابیہیں تو حاضر ہوا تھا، تین دفعہ میں
 نے سلام کہا، اندر سے کوئی جواب نہیں آیا تو میں واپس چلا گیا۔ اور کیوں
 گیا؟ دلیل بیان کی۔ اس لئے کہ میں نے خود سنا ہے جناب محمد رسول
 اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کہ جب تم کسی کے ہاں جاؤ اور تین دفعہ استیذان
 کرو، اندر سے جواب نہ آئے تو واپس چلے آ کر۔ اس لئے پوچھتی مرتبہ
 انتظار میں نے نہیں کیا۔

اب کیا بات بنتی ہے؟ سنیں، جو میں کہنا چاہتا ہوں۔ حضرت
 عمر فاروقؓ فرماتے ہیں: "تیرے پاس کوئی اس بات پر شہادت ہے؟"
 — یہ ویسے ہی نہیں حدیثیں بن گئیں، الزام لگاتے ہیں یہ لوگ،
 یہودیوں کی نقالی کرتے ہیں یہ لوگ، یہودیوں نے ملعنہ و یا صحابہ کو کہ تم
 ہر بات لکھتے ہو محمد رسول کی۔ حدیث ترمذی میں موجود ہے۔ آپ کے
 سامنے بات پیش کی گئی تو آپ فرماتے ہیں: "لکھا کرو جو میرے منہ
 سے نکلے لکھا کرو" وَاللّٰہُ مَا تَسْرَجُ مِنِّیْ اِلَّا حَقٌّ۔ مجھے خدا
 کی قسم ہے میرے منہ سے وہی بات نکلتی ہے جو حق ہوتا ہے۔ حکم
 فرمایا

تو حضرت ابو موسیٰؓ سے پوچھتے ہیں عمر فاروقؓ "تیرے پاس کوئی

گواہ سہ سے اس بات پر کہ حضور نے یوں کہا ہے میں تو خلیفۃ المسلمین ہوں
 میں تو قانون بنانا ہوں، بتا — اسی وقت آپ اٹھتے ہیں، کہتے
 ہیں "ہاں، بیٹہ سہ، ہم بہت سے صحابہ تھے" (جو سکرانہ ہے عارفانہ
 کو بھی پتہ ہو لیکن وہ تحقیق کرنا چاہتے تھے تاکہ ہمیشہ کے لئے کوئی ایسے
 ہی راستہ نہ رکھ دے، صحابہ کا زمانہ سہ سے پہلے تھا ہے کہ بعد میں حدیثیں
 جمع کی گئیں، کون کہتا ہے کہ بعد میں جمع ہوئیں حدیثیں؟ صحابہ نے جمع
 نہیں کیا؟ ان کو عشق نہیں تھا؟ چھ عشق ہے! یعنی صحابہ تو
 عاشق رسول نہیں تھے اور چودہ سو سال کے بعد ہم عاشق بن گئے۔
 ہم جمع کر رہے ہیں، انہوں نے چھوڑ دیا۔ غلط ہے۔ صحابہ نے حضور کی
 ایک ایک ادا کو جمع کیا، صحابہ نے حضور کے قیام کو جمع کیا، قعود کو جمع
 کیا، حضور کی ہنسی کو جمع کیا، حضور کے دانت گرنے کو جمع کیا۔ امام الانبیا
 کی داڑھی کے سفید بالوں کے بتائے۔ تم کیا تم سمجھتے ہو صحابہ کو
 الزام دینے والے وہ عاشق تھے محمد رسول کے۔ وہ اپنے محبوب کی
 ادا پر جانیں دینے والے تھے۔ انہوں نے حضور کی داڑھی مبارک
 کے بال گرنے کو جمع کیا۔ شہاں ترمذی پڑھو، کہ حضور کی داڑھی میں
 سفید بال کتنے تھے؟ سیاہ کتنے تھے؟ اور پھر سفید بالوں پر بحث کی ہے
 سفید بال جو تھے وہ سرخ رنگ کے تھے یا سفید تھے؟ پھر سرخ کیوں
 بن گئے تھے؟ حضور ہنسی لگاتے تھے یا سرخ بن گئے تھے؟
 صحابہ تو اس قدر کسب تحقیق کرتے ہیں امام الانبیا کے عشق اور محبت کی۔

اور آج گستاخ ان پر اعتراض کرتے ہیں۔
 حضرت عمرؓ فرماتے ہیں کہ "گواہ پیش کر"۔ ابو موسیٰؓ جانتے ہیں دوڑتے
 دوڑتے کہتے ہیں "گواہ ہے جی"۔ گئے ابو سعید خدریؓ کے پاس۔ وہ
 جو داوی حدیث ہے۔ حاجی عماما جان ویکر آئے ہیں، ہمارے حکیم
 غلام محمد صاحب اور مولانا محمد اودو صاحب ٹیکسٹا والے اس وقت حج
 سے تشریف لائے ہیں۔ اللہ ان کے حج کو حج مقبول فرمائے، جتنے بھائی
 گئے ہیں اللہ سب کے حجوں کو قبول فرمائے، جتنی بہنیں بائیں گئی ہیں اللہ
 ان سب کے حجوں کو قبول فرمائے۔ اللہ مجھے آپ کو بھی سعادت نصیب
 فرمائے۔

تو وہاں پر مدینہ منورہ جنتہ البقیع کے باہر، دیوار کے باہر قبر ہے
 ابو سعید خدریؓ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی۔ اور وہ آج بھی مدینہ میں۔ راوی
 حدیث کے نام سے مشہور ہیں۔ اللہ کبھی شوق دے تو مدینہ میں تشریف
 لے جائیں آپ اور وہاں جا کر کسی چھوٹے سے پتے سے پوچھیں، کسی مرد
 سے پوچھیں، کسی قلی سے پوچھیں، کسی عورت سے پوچھیں۔ (بوری
 عورت سے، جوان سے پوچھنا مباح ہے) آپ لگا دو کہ قاضی صاحب سے
 کہا ہے۔ جوان عورتوں کے ساتھ گپیں لگانی گناہ ہے، سلام
 کلام ٹھیک نہیں ہوتا۔ اچھا!۔ حضرت مدنیؒ فرمایا کرتے تھے رُکُل
 ساقِ طَیِّبَةٍ لَا قِطْعَةَ۔ بچوں سے بھی یہی عرض کرتا ہوں بلا ضرورت
 بے سلام کلام نہیں کرنے چاہئیں۔ پوچھو کسی سے آئینِ قبر

راوی حدیث رسول اللہ ﷺ جو حضور کی حدیث کے
 راوی ہیں، ان کی قبر کہاں ہے؟ وہ چھوٹا بچہ بھی آپ کو ابو سعید خدری
 کی قبر پر لے جائے گا۔ ابو سعید خدری راوی حدیث مشہور ہیں حضور
 کی حدیثوں کو روایت کرتے تھے۔

تو ابو موسیٰ پہنچے ان کے پاس "کہ بھائی! تو تو بنیکے حدیثوں کا
 یہ قصہ بن گیا، عمر تو چھوڑنے والا نہیں ہے، کہیں مجھ پر سزا نہ جاری
 کر دے، چل میرے ساتھ۔" تو نے سنا ہے؟ انہوں نے کہا "ہاں جی
 میں نے بھی سنا ہے، اور میں نے کتنی مرتبہ سنا ہے، میں بھی چلتا ہوں آپ
 کے ساتھ۔" تو ابو سعید حاضر خدمت ہوتے ہیں عمر فاروق کے پاس اور
 انہی الفاظ کو دہراتے ہیں اسے عمر! اے خلیفۃ المسلمین! اسے
 پاس جان بڑھاتا اسلام یہ اسے محمد رسول اللہ کے جان نثار! میں نے بھی
 وہی باتیں سنی ہیں جو ابو موسیٰ نے سنی ہیں۔ یہ حدیث میں نے بھی سنی ہے
 جناب محمد رسول اللہ سے (صلی اللہ علیہ وسلم)۔ تو تب جا کر ابو موسیٰ کی جان
 چھوٹی کہ ہاں ٹھیک ہے، گواہی مل گئی۔

دو گواہوں پر آپ فیصلہ کرتے ہیں کہ نہیں کرتے؟ اگر دو گواہ کسی حج کے
 سامنے گواہی دے جائیں کہ "اس آدمی نے ہمارے سامنے دس لاکھ روپیہ
 لیا ہے اس سے۔ حج فیصلہ کرے گا کہ نہیں کرے گا؟ — دو کو تم
 قانونی طور پر چھوٹا نہیں کہہ سکتے۔ حدیثوں کے معاملے میں تم کیوں کہتے
 ہو کہ وہ چھوٹا کہہ سکتے ہیں (نعوذ باللہ من ذالک)

وہ صحابہ؟ وہ عادل؟ جن کے وامینوں پر فرشتے سجدہ کرتے ہیں وہ
 عثمان جس کے متعلق امام الانبیا فرماتے ہیں: "اسے عثمان! مجھ سے فرشتے
 بھی بٹرتے ہیں" (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) ان کے متعلق ہم یہ باتیں کریں؟
 اللہ مجھے آپ کو بے ادبی سے بچائے۔

تو میں بات یہ عرض کر رہا تھا وَالَّذِي أَنْزَلَ الْكِتَابَ
 اور وہ ساری ہدایت جو آپ کی طرف نازل کی گئی آپ کے رب کے ہاں
 سے۔ الْحَقُّ، وہ بالکل صحیح ہے وَلَكِنَّ أَكْثَرَ النَّاسِ
 لیکن بہت سے لوگ، لَا يُؤْمِنُونَ۔ یقین نہیں رکھتے۔

اب جو یقین نہ رکھے اس کا کیا علاج ہے؟ اکثر لوگ یقین نہیں
 رکھتے، اس لئے ان کے سامنے چھپر چھاڑ کرنے کی ضرورت نہیں ہے
 آپ کا کلام یہ ہے فَذَكِّرْهُمْ أَنَّمَا أَنْزَلْنَا إِلَيْكَ الْكِتَابَ (الغاشیہ)
 — وَذَكِّرْهُمْ فَإِنَّ إِلَيْنَا أُنزِلُ السُّورَاتُ (الذراہت ۵۵)
 اسے علامہ اسے صلحاء اسے میرے علم مسلمان بھائیو! میں آپ
 سے یہی درخواست کرتا ہوں (پہنوں سے بھی) کہ آپ اللہ کے نام
 کی منادی کرتے رہا کریں، جس کے نصیب میں ایمان ہے وہ ایمان لے
 آئے گا، جس کے نصیب میں ہدایت ہے اور ہدایت پا جائے گا۔
 ورنہ آپ کو تو فائدہ مل جائے گا کہ آپ نے اس عہد کو ادا کیا جو ہم
 سے جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا
 اللہ تعالیٰ عمل کی توفیق عطا فرمائے۔

آنکھوں اور اس قرآن مجید

منعقدہ مارچ ۱۹۶۸ء مطابقت مارچ جون ۱۹۶۸ء

اس درس مقتدر میں مندرجہ ذیل ویسی، علمی، روحانی فوائد مذکور ہیں:-

- ۱- سورہ الرعد میں توحید باری تعالیٰ کے آفاقی دلائل ہیں۔
- ۲- عجائبات قدرت کی تحقیق سے مسلمان کا ایمان قوی ہوتا ہے اور غیر مسلم کا اعتماد متزلزل ہوتا ہے۔
- ۳- اسلامی روایات کا محافظ خداوند قدوس ہے۔
- ۴- مشہور شاعر صوفی شاعر کا ارشاد کہ آنکھوں کا بھوکا کبھی سیر نہیں ہوتا۔
- ۵- کائنات سماوی راہ خداوندی ہے بشر اس کو نہیں پاسکتا۔
- ۶- معجزہ شفق القمر بیدار دنیا کی صداقت کا بین ثبوت ہے۔
- ۷- سچے اور جھوٹے نبی میں فرق معجزہ پیدا کرتا ہے۔

واللہ الموفق

سورہ اعراف

أَعُوذُ بِاللَّهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ
 الْمَرْفُوعَ تِلْكَ آيَاتُ الْكِتَابِ وَالَّذِي أُنزِلَ إِلَيْكَ مِنْ
 رَبِّكَ الْحَقُّ وَلَكِنَّ أَكْثَرَ النَّاسِ لَا يُؤْمِنُونَ ۝ اللَّهُ
 الَّذِي رَفَعَ السَّمَوَاتِ بِسَبْعِ عَشْرَ تَرْتِيبًا ثُمَّ اسْتَوَى
 عَلَى الْعَرْشِ وَسَخَّرَ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ كُلٌّ يَجْرِي لِأَجَلٍ
 مُّسَمًّى يُدَبِّرُ الْأَمْرَ يُفَصِّلُ الْآيَاتِ لَعَلَّكُمْ بِلِقَاءِ
 رَبِّكُمْ تُوقِنُونَ ۝ (صدق الله العظيم)

میرے بزرگ اور میرے بھائیو! اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل و کرم سے آج
 پھر ہمیں اپنی بات سننے، سنانے اور سمجھنے کے لئے اکٹھا کر دیا ہے، اللہ ہم
 سب کو عمل کی توفیق عطا فرمائیں۔

گذشتہ درس میں سورت اعراف کی پہلی آیت کے متعلق کچھ تشریح پیش کی گئی
 تھی۔ اللہ تعالیٰ سزا سزا کے اس میں فرمایا تھا کہ سورت اعراف میں جو کچھ بھی بیان ہے

رہا ہے اس میں کائنات کے ارضی، سماوی اور آفاقی دلائل ہیں، ان کو تم ویسے
 ہی ایک فقہ کہہ لیا کرتے ہو۔ یہ سب سمجھو۔ یہ سب سمجھو کہ ہمارے معلومات میں اضافہ ہو رہا
 ہے۔ یہ سب سمجھو کہ یہ سب یا معلوم باتیں معلوم ہو رہی ہیں، جس سے اس آیت پر ہمارے
 لئے کافی ہے۔ یہ ساری ساری چیزیں بزرگوں کا حفظ نفس کی باتیں ہوتی ہیں
 مسلمان کا مطمح نظر کائنات کی ہر چیز کو دیکھ کر زمین و آسمان کے انقلابات
 کو دیکھ کر، دلائل کو سن کر مسلمان کا مطمح نظر کیا ہو؟ اللہ تعالیٰ پر ایمان لانا
 اور ایمان میں یقین اور ایمان میں انشراح، ایمان میں قوت کا پیدا ہونا۔
 مسلمان اور غیر مسلمان کی تحقیقات یہی فرق ہے۔ قرآن کریم آسمانی اور
 ارضی علوم سے نہیں روکنا، قرآن کریم سے بھگدیت سے کائنات کے اندر
 صنعت سے، کاریگری سے، تخلیق سے مسلمانوں کو روکا نہیں بلکہ علوم
 کائنات کو مزید حاصل کرنے کے لئے قرآن مجید سے تعلیم دی، اللہ نے حکم دیا
 لیکن اسلام اور غیر مسلم میں ایک ہی بات کا فرق ہے، مسلمان جب اپنی کسی
 کاریگری کو کسی صنعت کو کسی محنت کو دیکھتا ہے، یا اللہ تعالیٰ کی کائنات
 کی عجیب عجیب رنگینوں کو اگر دیکھتا ہے تو مسلمان یہ کہہ دیتا ہے سُبْحٰنَكَ
 فَحَسْبُكَ اَبَ النَّارِ (آل عمران ۷۱)۔ اللہ تو پاک ہے، ساری
 عظمتوں کا مالک تو ہی ہے، یہ ساری کائنات اللہ ہی کے وجود پر
 گواہی دیتی ہے، تو اس لئے اسے رب العالمین باتیں سمجھنے سے ڈھکا
 کرنا ہوں کہ تو مجھے بتاؤ کہ اللہ ہی سے کیا لیکن غیر مسلم ان تحقیقات
 میں ظہور کرنے سے اللہ کے وجود ہی کا انکار کر دیتے ہیں، یہی فرق ہے

مسلمان اور غیر مسلم کی تحقیق میں۔ مسلمان کا اپنی تمام تحقیقات کے
 باوجود اپنے سارے علوم کے باوجود مطمح نظر کیا ہوگا؟ اللہ کی ذات
 پر ایمان اور غیر مسلم کا مطمح نظر کیا ہوگا؟ اللہ سے بغاوت، اللہ کی
 نافرمانی، بلکہ (نعوذ باللہ) اللہ کے وجود ہی کا انکار۔ آج کے دور میں
 آپ دیکھ لیں جسے کچھ متصور ہی سی معلومات حاصل ہو جاتی ہیں، کسی
 دنیاوی تخلیق کا وہ تجربہ کر لیتا ہے، یا کوئی متصور ہی سی بات بھی سمجھ
 لیتا ہے۔ سائنس وغیرہ کی ان واس کا سب سے پہلا حملہ فریب پر ہوتا ہے
 پھر دوسرا حملہ اس کا (نعوذ باللہ ثم نعوذ باللہ) اللہ تعالیٰ کی ذات پر
 ہوتا ہے حالانکہ ہمارے کلاں بھی فلاسفہ گذرے ہیں، ابن سینا جیسا
 شخص بھی تو فلسفی تھا، یہ دنیا کا بہت بڑا معلم ہے ابن سینا۔ اس
 کو لوگ معلم ثانی کہتے ہیں، معلم اول ارسطو کو کہتے ہیں فلسفے اور منطق
 کے اعتبار سے، لیکن ابن سینا کی موت کا سبب وقت آیا تو اس
 کے سینے پر بخاری شریف تھی، بخاری کا پڑھتے پڑھتے ابن سینا کا
 انتقال ہوا۔ یعنی مسلمان فلاسفہ، مسلمان سنا طقمہ اور مسلمان محقق
 اللہ تعالیٰ کی ساری کائنات کو دیکھ کر، ان کے دل میں اللہ تعالیٰ پر ایمان
 کی قوت پیدا ہوتی ہے۔

تو اس سورت رعد کی ابتداء میں جو ا بھی آیات تلاوت کی گئیں
 آپ کے سامنے، میرے بزرگوار سب العالمین نے تین باتیں بیان فرمیں
 پہلی چیز ہے دعوت الی اللہ۔ اللہ تعالیٰ کے جتنے بھی خصم و صما آخری

نبی اور اہل ایمان دنیا و جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حبیب شریف
 لائے تو حضورؐ کی دعوت کیسے؟ اللہ کی طرف بلاانا، قل ہذہ
 سبیلی ادعوا الی اللہ قف (یوسف ص ۱۰۸) سورہ یوسف
 کے آخر میں اسی کا اعلان فرمایا قل ہذہ سبیلی، اسکے میر
 حبیب! ان دنیا والوں سے کہہ دیکئے ہذہ سبیلی،
 میرا کون سا ہے؟ ادعوا الی اللہ قف میں تمہیں اللہ کی
 طرف بلاتا ہوں، میری دعوت، میرا طریق کار، میری محنت کا پورا نتیجہ ہے
 میرا جو مقصد اور نشانہ ہے وہ کیا ہے؟ ادعوا الی اللہ قف
 میں تمہیں اللہ کی طرف بلاتا ہوں، اور یہ میرا تمہیں اللہ کی طرف
 بلاانا ویسے ہی نہیں ہے، علی بصیرۃ انا و من اتبعنی ط
 (یوسف ص ۱۰۸) ہیں پوری بصیرت پر ہوں، میں پوری روشنی پر ہوں۔
 اگر دنیا کے سارے انسان اس بات کا انکار کریں (نعوذ باللہ) کہ
 اللہ کی ذات نہیں ہے تو میں پورے یقین پر ہوں کہ اللہ یقیناً موجود
 ہے۔ اگر دنیا میں کوئی بھی اللہ کو نہ مانے، میری بصیرت سے، میں
 دیکھتا ہوں، میں سوچتا ہوں، میں سمجھتا ہوں، اچھے یقین سے کہ
 رب العالمین کی ذات با برکات موجود ہے اور اللہ پر ایمان لانا ضرور
 ہے۔ تو اس لئے یہاں چھ سوایتہ رنگ کے شمع میں فرمائی میرے
 بزرگوار وہ دعوت ہے تو حیدر کی، اللہ پر ایمان لانے کی دعوت۔
 اور سورہ چھیر، اچھی جو آیتیں آپس کے سامنے پڑھی گئی ہیں

اُس دعوت کے لئے دلائل دئے، محمد جیسے آپ جیسے آدمیوں کے لئے
 کہ اگر تم سوچنا چاہو، اگر تم غور کرنا چاہو، اگر تم دیکھنا چاہو
 سے ماننا چاہو۔ ویسے مسلمان کا کام تو یہ ہے کہ یَوْمِنُوْنَ بِالْغَيْبِ
 اِنَّ الْكُفْرَ لَا يَرْبِيْ بِشَيْءٍ فَاِنَّ هُدٰى
 لِّلْمُتَّقِيْنَ ۗ الَّذِيْنَ يُؤْمِنُوْنَ بِالْغَيْبِ (بقصہ ۲۴۶)

جس ذاتِ بابرکات پر اعتماد تمہاری حاصل ہو چکا ہے اب وہ جو بات
 کہہ دے اس کو تم مان لو بلا کہہ کا ست کے، جب ہم نے یقین کر لیا، ایمان
 سے کہہ دیا، اقرار کر دیا کہ ہم ایمان لاتے ہیں جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ
 علیہ وسلم پر، تو ہمارے ایمان کا بحالی اسب تھا خدا کیا ہونا چاہئے؟ جب
 ہم نے حضور کو اللہ کا رسول مان لیا، رسول کے لفظ میں ہی دیکھئے کیا
 حکمت ہے؟ ہم جو کہ طیبہ پڑھتے ہیں لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ
 اللہ کا رسول ہے تو اس میں ہم کیا پڑھتے ہیں؟ امان میں کیا کہتے ہیں؟ اَشْهَدُ
 اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
 اللہ کا رسول مانتے ہیں۔ رسول کا معنی کا صدمہ پیغام لانے والا، تو
 حضور پر جب ہم ایمان لاتے ہیں تو حضور کی رسالت پر بھی ایمان
 لاتے ہیں اور رسالت کیا ہے؟ جو حضور میں جناب اللہ کے لئے
 جو بات امام الانبیاء کی طرف سے آئے، ہمارا اس پر ایمان ہے
 بلا کسی تحقیق کے، بلا کسی کیسرج کے۔ اس پر ہم ہمیشہ اپنے ذہن
 میں عرض کرتا رہتا ہوں کہ مسلمان کو یہ شیوہ ہی نہیں ہے کہ وہ

اللہ کے نبی سے پوچھو، یا اللہ سے یہ پوچھو، یا قرآن سے
یہ پوچھو کہ تو نے یہ بات کیوں کیوں کہی؟ اس لئے سورت حجرات
میں فرمایا لَا تَقْسِمُوا بِالنَّبِيِّ الَّذِي فِي اللَّهِ كِرْمٌ مِّنْهُ وَانْقُوا

اللہ (ان خطبوات میں) نہ اللہ سے آگے چلو نہ اللہ کے نبی سے
آگے چلو۔ یعنی جب اللہ ایک بات کہہ دیں، بس تم مان لو۔ اللہ کے رسول
ایک بات کہہ دیں، بس تم مان لو۔ مسلمان کا تو یہ طرز عمل ہونا چاہیے کہ
وہ اللہ سے آگے ایک قدم نہ اٹھائے اور نہ وہ اللہ کے نبی سے آگے
قدم اٹھائے۔ لیکن فرمایا چلو اگر تم غوری کرنا چاہتے ہو، تم اگر
دلائل مانگنا ہی چاہتے ہو، کہ ہم بلا دلیل نہیں مانتے، سب سے بڑی دلیل
تو یہ ہے کہ جو سب سے بڑی سچی ذات ہے۔ محمد رسول اللہ

صلی اللہ علیہ وسلم۔ انہوں سے جو بات فرمادی، بس تم مان لو، سب سے
بڑی دلیل تو یہ ہے۔ اور اسی کو ہماری منطق کی اصطلاح میں کہتے ہیں

”بیرٹن“۔ چلو اگر تم دلیل ہی مانگتے ہو تو پھر فرمایا وہ نہیں دیکھ لو اور وہ لیلوں کیلئے نہیں
کوئی دوسرا جگہ کی ضرورت نہیں، آسمان کو دیکھ لو، زمین کو دیکھ لو، پھلوں کو دیکھ لو،
پھولوں کو دیکھ لو، زمین کو دیکھ لو، آسمان کو دیکھ لو، پھلوں کو دیکھ لو، پھولوں کو دیکھ لو، زمین کو

جس پر تم مانگتے ہو اسی کو دیکھو، غور و فکر کرو، تم سمجھ جاؤ گے کہ
اللہ کی ذات موجود ہے۔ لہذا جاننے کی نہیں ضرورت ہی نہیں ہے۔
صحیح مسلم میں شاید ایک واقعہ آتا ہے۔ ایک آدمی حاضر ہوا مسجد
نبوی میں، حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم تشریف فرما تھے اور وہ آتے ہی

مسلمان ہو گیا حضور نے فرمایا "کیا بات ہے؟ آج تو نے کوئی بھی بحث
 نہیں کی اور آتے ہی تو مسلمان ہو گیا ہے، بات چیت تو نے نہیں
 کی! (جانتے تھے کہ حدیث کا ہے)۔ اس نے عرض کی "اللہ کے نبی!
 (صلی اللہ علیہ وسلم) سچی بات تو یہ ہے کہ پہلے جو کچھ آپ تقریر فرمایا
 کرتے تھے، مجھے سننے کی سعادت ہی مل رہی ہے اور آپ سے سوچنے کی
 بھی اللہ نے توفیق نہیں دی تھی۔ آج میں نے سوچا، سوچنے کے فوراً
 بعد میں اس نتیجے پر پہنچا کہ جو کچھ آپ فرماتے ہیں وہ بالکل صحیح ہے کہ
 اللہ تعالیٰ موجود ہے۔ وہ واحد لا شریک ہے۔ فرمایا "کیسے سوچا؟"
 "حضور! میں باغ سے آ رہا تھا، میرے سر پر بہت بڑا گٹھا تھا
 لکڑیوں کا، میں تھکتا گیا تو ایک سایہ دار پودے کے نیچے میں نے
 گھٹے کو گرایا اور میں بیٹھ گیا تو میری نظر پڑی، میں نے دیکھا کہ اس
 سائے میں اونٹن کی میگنیاں پڑی ہوئی تھیں تو میں نے سوچا کہ یہ
 میگنیاں کہاں سے آئیں؟ معلوم ہوا کہ یہاں کوئی اونٹن یا اونٹنی بیٹھی
 ہے۔ تبھی تو یہ میگنیاں آ گئی ہیں۔ تو حضور! اس تصور کے مجھے دوسری
 طرف پہنچا دیا، میں نے سوچا کہ جب میگنیوں کا وجود اونٹ کے بغیر
 نہیں ہو سکتا تو اس ساری کائنات کا وجود بغیر خالق کے نہیں ہو
 سکتا۔ رسولی سہی بات سے اللہ نے ہدایت دے دی، جب راستہ
 کھلا، نیت نیک ہو، **إِلَّا مَنْ آتَى اللَّهُ مِثْلَ شَرِّهِ** (الشعراء
 ۲۱) دل سلامت بھائی کے گرایا پودے کے اللہ تعالیٰ انسان کے دلوں

کے پردوں کو کھول دیتے ہیں لیکن اگر دل سے نہ ہوتو پھر ہزار دلائل بھی
 بیکار ہیں جو دل کے اندھے ہیں ان کو اللہ تعالیٰ کیسے روشنی دے؟ وہ
 تو دل کے اندھے ہو چکے ہیں اور جو آنکھوں کے اندھے ہیں وہ کبھی کبھی
 باتوں کو قبول کر لیتے ہیں واللہ مجھے آپ کو دل کا اندھا ہونے سے محفوظ
 رکھے

تو دلائل دے۔ آفاقی دلائل، کہ تم زمین اور آسمان میں سے کسی بھی
 چیز کو دیکھ لو، کسی بڑی چیز کو دیکھ لو، کسی چھوٹی چیز
 کو دیکھ لو۔ تم اس بات کو سمجھ جاؤ گے کہ اللہ تعالیٰ موجود ہے اور جو دعوت
 دیتے ہیں امام الانبیاء صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یہ دعوت بالکل صحیح ہے
 آگے تیسری چیز جو ان آیتوں میں بیان کی ہے۔ قرآن مجید ہے
 اللہ تعالیٰ کا فضل، کرم ہے، دعا فرمایا کریں اللہ تعالیٰ ایسی صفوں کو قائم
 رکھے اور یہ ہمارے بھائی جو اس مقام پر آ رہے ہیں اللہ تعالیٰ ان کو
 بھی یہ سعادت نصیب فرمائے اور اللہ تعالیٰ آپ بھائیوں کو بھی اجر
 دے، آپ یقین سمجھیں اس گری میں آپ تو قرآن سننے کے لئے
 آئے ہیں، آپ کو اور مجھے یقین رکھنا چاہیے کہ یہ گری ہمیں اللہ تعالیٰ
 قیامت کی گری سے محفوظ رکھے گی۔ ہم اس پر یقین رکھتے ہیں۔ میرا
 آپ کا پہلا جمع ہونا اور کس مقصد کے لئے ہے؟ اسی لئے تو ہے
 کہ اللہ کی بات سنیں۔ تو جو ہمیں اللہ نے سکھایا، جو تمہاری ہمت اللہ نے
 دی، یہ اللہ نے ہم پر فضل کیا کہ ہم نے میں ہم ایک دفعہ جمع ہو جاتے ہیں

اللہ کرے یہ مجلسیں ہمیشہ قائم رہیں اور اللہ کرے پاکستان میں ایسی مجلسیں
 قرآن کا بہت اہتمام ہو، جگہ جگہ اہتمام ہو، تو یہ جو کفر شرک، فسق اور
 بددینی اور یہ جو دین کے چور ہیں، دین پر حملہ کر رہے ہیں ختم اس میں کر ان
 سے انشاء اللہ مسلمان محفوظ رہیں گے اگر ایسی مجلسیں قائم ہو جائیں۔
 قرآن نور ہے، قرآن ہدایت ہے، محمد رسول اللہ کا ذکر پاک ساری شے سے
 جہاں یہ آئیں وہاں شیطان نہیں ٹھہر سکتے، لیکن جہاں یہ چیزیں نہ ہوں
 تو پھر یہ نقب لگانے کی کوشش کرتے ہیں لیکن ان کو یاد رکھنا چاہیے
 کہ یہ دین کبھی نہیں مٹ سکتا۔

نورِ خدا ہے کفر کی حرکت پہ خندہ زن

پھونکوں سے یہ چراغ بجھایا نہ جائیگا

یہ قرآن کیسے مٹ سکتا ہے؟ اللہ کا دین کیسے مٹ سکتا ہے؟
 بائیسویں پارے میں پڑھ لیجئے، اللہ فرماتے ہیں قُلْ جَاءَ الْحَقُّ
 (السبا، ۲۹) اعلان کر دیجئے اے میرے نبی محمد (صلی اللہ علیہ وسلم)
 اور یہ مکی سورت ہے، جہاں حضورؐ پر ایمان لانے والے چند لوگ ہیں۔
 کیا فرمایا؟ قُلْ، اعلان کر دیجئے۔ کہلوایا گیا۔ قُلْ، کہہ دیجئے۔ آج
 بعض بے دین، ہمارے ملک میں رہنے والے، ہمارے سرکاری خزانوں سے
 تنخواہیں پانے والے ایسی کتابیں لکھتے ہیں اور ان کتابوں میں یہ لکھتے ہیں
 کہ حضورؐ جو قرآن پیش کرتے ہیں یہ آپ کے دل کی آواز ہوتی ہے، کہ دل میں
 ایک خیال آ گیا، کہہ دیا کہ اللہ نے یہ فرمایا۔ نعوذ باللہ من ذالک۔

قرآن کیا کہتا ہے؟ قُلْ۔ آپ کہہ دیجئے۔ تو کہلانے والا کوئی اور ہے
کہہ دل کہہ رہا ہے؟ یہ جو قُلْ کا لفظ ہے میرے بزرگو! قرآن میں آتا ہے
اللَّهُ تَعَالَىٰ سُبْحَانَ اللَّهِ كَمَا يَنْبَغِي لِعِزَّتِهِ خُتَمٌ مِّمَّا يَخْتَصِرُ لِيَوْمِ تَعَالَىٰ
قرآن میں پہلے ہی استہام کر دیا۔ قُلْ، آپ اعلان کر دیجئے۔ اعلان کرولنے
والا کوئی اور ہے کہ خود دل ہے محمد رسول اللہ کا؟ کوئی اور ذات ہے
قُلْ، آپ فرما دیجئے، ان کے والوں سے کہہ دیجئے، ابوہب سے کہہ
دیجئے، ابوہبل سے کہہ دیجئے، عتبہ سے کہہ دیجئے اور ساری دنیا
والوں کو کہہ دیجئے کہ او دنیا کے لوگو! جَاءَ الْحَقُّ۔ حق آ رہنجا۔
حق کا معنی ان مرث۔ یہ اب کبھی نہیں منٹے گا۔ ان مرث دین۔
چنانچہ سورت رعد میں حق کی تفسیر اللہ نے بیان فرمائی۔ اللہ فرماتے
ہیں کہ دیکھئے جو آب آسمان سے مینہ برستا ہے بارش اترتی ہے، ندی
نالوں میں سیلاب آجاتا ہے، پانی میں طغیانی آجاتی ہے، کچھ اس میں جھاگ
ہوتی ہے، کچھ اچھا پانی ہوتا ہے، جھاگ بظاہر بڑی خوبصورت معلوم
ہوتی ہے، شاں شوں کرتی ہے، بڑی نمائش ہوتی ہے، لیکن نتیجہ کیا
نکلتا ہے؟ فَأَمَّا الزَّبَدُ فَيَذْهَبُ جُفَاءً (الرعد ۱۷)
وہ فقور می تویر کے بعد سورج کی گرمی سے اڑ جاتی ہے، جھاگ کا نشان
باقی نہیں رہتا، وہ کروفر ختم ہو جاتی ہے۔ وَأَمَّا مَا يَنْفَعُ النَّاسَ
فَيَبْقَىٰ فِي الْأَرْضِ (رعد ۱۷) اور جو چیز لوگوں کو نفع دیتی ہے وہ
توزین میں دھنس جاتی ہے۔ كَذَٰلِكَ يَضْرِبُ اللَّهُ الْحَقَّ وَالْبَاطِلَ

(رد المحتار) اللہ کی مثال بیان کرتے ہیں حق اور باطل کی۔ اسلام کے خلاف
 بڑی آندھیاں چلیں، بڑے بڑے لوگ کھڑے ہوئے، بڑے بڑے جھوٹے
 نبی بنے، بہت بڑے لوگوں نے دعوے کئے، لیکن الحمد للہ محمد رسول اللہ کا
 دین آج چودہ سو سال سے موجود ہے، قیامت تک باقی رہے گا، دنیا کی
 کوئی طاقت اس کو نہیں مٹا سکتی۔

فرمایا قُلْ - آپ فرمادیجئے، جَاءَ الْحَقُّ (السباۃ ۱۹) حق آ پہنچا
 تو کیا یہ حق کبھی مٹے گا؟ فرمایا نہیں، وَمَا يُبْدِيُ الْبَاطِلُ (السباۃ ۱۹)
 اب باطل ظاہر نہیں ہو سکتا۔ وَمَا يُعِيدُهُ (السباۃ ۱۹) اور باطل
 پھر دوبارہ حملہ بھی نہیں کر سکتا حق پر۔ اگر کرے گا تو وہ منہ کی کھلے
 گا۔ وَاللَّهُ مِنْكُمْ نُورٌ وَلَوْ كَرِهَ الْكَافِرُونَ (الصف ۸)
 وَاللَّهُ مِنْكُمْ نُورٌ وَلَوْ كَرِهَ الْمُشْرِكُونَ

اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَإِنَّا لَهُ لَحَافِظُونَ (البحر ۹) میرے
 بزرگوا ہمیں یقین ہے قرآن نہیں مٹ سکتا۔ ہمیں یقین ہے سنت
 محمد رسول اللہ نہیں مٹ سکتی۔ ہمیں یقین ہے دین نہیں مٹ سکتا۔ صرف
 اتنی سی بات ہے، ہم تو یہ کہتے ہیں کہ جو اپنا نام ان مزدوروں میں
 لکھوائے گا جن مزدوروں نے اسلام کے قلعے پر حملہ کرنے والوں کے
 سامنے خالی ہاتھ کھڑے کر دیئے کہ خبردار حملہ نہ کرنا، وہ مزدور اللہ کے
 ہاں بھٹنا جائے گا۔ اللہ ہمیں ان مزدوروں میں شمار کرے۔ وہ گم نہیں
 سکتا، اس قلعے کو کون گرا سکتا ہے؟ فرعون نہیں گرا سکا شہداد نہیں گرا

سکا، ہاں نہیں گرا سکا اور چودہ سو سال کی تاریخ اٹھا کر دیکھ لو کتنے
کتنے فتنے اُبھرے، نہیں گرا سکے، آج تک اسلام باقی ہے، خوش
بخت ہے وہ انسان جو نیکی کو نہ چھوڑے۔ برائی بیشک حملہ کرتی رہے
لیکن نیکی کو نہ چھوڑے۔

میں عرض کر رہا ہوں کہ آپ بڑے خوش نصیب ہیں، اپنے آپ کو
خوش نصیب سمجھیں اور میں بھی الحمد للہ خوش نصیب ہوں۔ یہ فخر
کی بات نہیں ہے، یہ ہم اللہ کی نعمت کا شکر ادا کرتے ہیں کہ اللہ نے
ہمیں اس دور میں دین کے ساتھ محبت پیدا کرنے کی توفیق عطا فرمائی
ہے۔ اللہ اس میں مزید قوت پیدا فرمائیں۔

امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ نے کہا تھا قرآن قدیم ہے، کلام اللہ
جیسے کہ اللہ کی ذات قدیم ہے، اس پاداش میں آپ پر بہت کچھ ہوا
لمبی بات ہے۔ وہ اکثر اوقات دعا کیا کرتے تھے تو فرمایا کرتے تھے
"اللہ ابوالہیشم کو حیرانے خیر دے" کسی نے کہا "حضرت ابوالہیشم
تو بہت نامی گرامی چور ہے بغداد کا، آپ اس کو دعا دیتے رہتے
ہیں؟" فرمایا "بات اور ہے، جب مجھے گرفتار کیا معتصم کے سپاہیوں
نے..... (امام احمد بن حنبل کو گرفتار کیا گیا، ہتھکڑیاں لگائی گئیں
کوڑوں کی سزا دی گئی، اپنے وقت کا امام، آج سے بارہ سو سال پہلے،
جس نے مسند احمد حنبل جمع کی، کئی لاکھ حدیثیں جمع کیں اور حدیث کا
سب سے بڑا ذخیرہ یہ ہے، مسند احمد) تو فرمایا کہ "مجھے جب پکڑ کر

لے جا رہے تھے تو راستے میں مجھے ملا ایوا لہیشم وہی ڈاکو۔ اُس نے کہا "جی
 اہم صاحب! السلام علیکم" "وعلیکم السلام" حضرت! مجھے پہچانتے
 ہیں آپ؟ "ہاں میں پہچانتا ہوں، تم بڑے نامی گرامی چور ہو، بٹھے ڈاکو
 ہو؟ کہنے لگا۔ "جی حضرت! آپ نے دیکھا میں کتنی مرتبہ چوری کرتا ہوں
 پکڑ کر لے جاتے ہیں سزا ہوتی ہے، پھر آتا ہوں، پھر چوری کر لیتا ہوں، پھر
 لے جاتے ہیں، پھر سزا ہوتی ہے، پھر آتا ہوں، پھر چوری کرتا ہوں۔
 یعنی حضرت! میں نے ان کے کوڑوں سے، ان کے جوتوں سے، ان کی سزا سے
 اپنے برے فعل سے توبہ نہیں کی ہے، دیکھنا! آپ اس سزا سے ڈر کر
 اچھے فعل سے مت توبہ کر ڈالیں۔ میں برے فعل سے باز نہیں آیا
 آپ اچھے فعل سے باز نہ آنا۔ توفیر پایا کرتے تھے کہ میں اس کو دعائیں
 دیتا ہوں کہ اس نے میری تصدیق کی، تصدیق کا معنی مجھ کو اور دلیر می
 دی، میری ہمت کو اس نے اور بڑھایا۔"

تو عرض خدمت کیا کر رہا تھا میرے دوستوں میرے بھائیوں کہ قرآن مجید
 میں اللہ تعالیٰ نے ان آیتوں میں جو ابھی پڑھی گئی ہیں تین باتیں بیان فرمائیں
 ایک دعوت جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی کیا ہے؟ اللہ کی جانب
 بلانا محاورات کو اور یہ بتانا کہ جو قرآن تمہارے سامنے پڑھا جا رہا ہے یہ
 قرآن قصے کہانیوں کی بات نہیں ہے، یہ اللہ کی کلام ہے۔ اور دوسری
 اگر تم اس پر دلیل ہی مانگتے ہو تو پھر دلیل دیکھ لو، یہ ساری کائنات دلیل
 ہے خداوند تعالیٰ کے وجود پر میرے بزرگو! دنیا میں وہی قسم کی دلیلیں

ہوتی ہیں۔ یا دلیل ہوتی ہے سمعی یا دلیل ہوتی ہے عقلی۔ سمعی دلیل کا مطلب
 یہ ہے کہ آپ نے کسی آدمی سے ایک بات سُن لی، آپ نے وہ کہہ دی، دوسری
 دلیل ہے عقلی کہ آپ نے اپنے عقل سے ایک بات کو ثابت کیا، بات کو سمجھ
 گئے۔ اگر ایک آدمی دونوں دلیلیں نہ مانے نہ سمعی مانے نہ عقلی مانے، نہ
 کسی کی مانے نہ اپنی مانے تو اس کی کوئی وجہ ہوا کرتی ہے، تیسری بات ان
 آیتوں میں قرآن نے صراحتاً بیان کی کہ وہ وجہ کیا ہے کہ جو کچھ محمد رسول اللہ ﷺ فرماتے
 ہیں، جو بات قرآن مجید کہتا ہے، دلائل کی روشنی میں یہ لوگ اسے کیوں
 نہیں مانتے؟ فرمایا وہ اصل میں بات یہ ہے کہ یہ قیامت کے منکر ہیں۔
 ان کو اس بات پر یقین نہیں ہے کہ ایسا وقت آنے والا ہے جس وقت
 ہمارے اعمال کا محاسبہ ہوگا۔ اگر ان کو قیامت کا یقین ہوتا تو پھر یہ آپ
 کی دلیلیں کو سنتے، یہ آپ کو دیکھتے، آپ کی بات کو سنتے، قرآن مجید کے دلائل
 کو دیکھتے۔ اس لئے نتیجے کے طور پر آگے چل کر بیان فرمایا وَ اِنْ تَعْجَبْ
 فَعَجَبٌ قَوْلُهُمْ ؕ اِذَا كُنَّا تُرَابًا ؕ اِنَّا لَسِفِي خَلْقٍ جَدِيدٍ
 (اعنداء ۵) جب ہم مرجائیں گے، ہم مٹی ہو جائیں گے، مٹی ہونے کے بعد کون
 ہے ہمیں دوبارہ زندہ کرنے والا؟ اس لئے موت کے بعد جب زندگی نہیں
 ہے تو یہ تھوڑا سا جو وقت ہے، یہ پیٹ کو بھرنے کا جو دھندہ سکاں
 کو چلا لیجئے پھر دیکھا جائے گا، حالانکہ اسی سورت میں میرے بزرگ اللہ نے
 آگے چل کر فرمایا کہ پیٹ کبھی نہیں بھر سکتا، پیٹ تو اگر بھر بھی گیا لیکن آنکھیں
 کون بھرے گا؟

رحمان بابا گزرے ہیں صوفی شاعر پشتو کے۔ پہلے زمانے کے ہمارے
 شعراء رائد ان کی قبروں کو منور فرمائے (انہوں نے جو کچھ لکھا ہے اس میں
 حکمت کے موقی پرورد سے اور میر القیاس سے پہلے جو ہمارے شاعر تھے،
 معروف معجوبی شاعر ہیں میر سے بڑھ کر اور بھی حقیقتہً وہی ہو کرتے تھے۔ یہ
 پہلے زمانے کی سہی حرفیاں، پیر بارہ ماہ، یہ سیف الملوک اور دوسری تیسری
 کتابیں یہ پڑھیں، کچھ ان میں باتیں ایسی بھی ہیں لیکن ان میں جو حکمت ہے
 جو عشق اور درد ہے ان میں جو شہریات ہیں، حقیقتہً یہ ہے وہ چاہتے
 تھے کہ ان کتابوں کو پڑھ کر لوگ اللہ سے مل جائیں، اس طرح رحمان بابا پشتو
 کا بہت بڑا شاعر گزرا ہے، پشاور میں اس کا مزار ہے، صوفی شاعر اس
 کا اپنا دیوان چھپا ہے (دیوان رحمان بابا)۔ انہوں نے ایک مقام پر لکھا
 ہے کہ بھوکوں کی دو قسمیں ہیں۔ ایک ہے پیٹ کا بھوکا، ایک ہے نظر کا بھوکا
 لکھا جس کا پیٹ بھوکا ہے وہ دو تین روٹیاں کھا کر بھر جائے گا، جس کی
 نظر بھوک ہے قیامت تک نہیں بھرتی۔ آج ہماری نظر بھوک کی آہٹ ہے،
 اللہ میری آپ کی نظر کو قناعت نصیب فرمائے۔ کسی کی کوٹھی دیکھنی "اے اچھا
 بڑے مزے دار کوٹھی ہے، ایا ایک کوٹھی بیانی ہے" (چاہے جہنم میں
 چلا جاؤں، کوٹھی بیانی ہے ضرور)۔ کار دیکھنی۔ "اے اچھا شہور لیسٹ
 بڑے مزے دار ہے، کار تو یعنی ہے، جی ہ میں پیدل چلوں؟" (خواہ جہنم
 میں چلا جائے) کسی کا اچھا محل دیکھ لیا، آنکھیں ابھی تک ہلائی پر نہیں
 ہو سکیں، کروڑوں کما لیتے ہیں، لاکھوں کما لیتے ہیں، بھائیوں کے مانگتے

جاتے ہیں، لیکن آنکھ کی بھوک ہماری جاتی رہتی ہے، باقی رہتے رہتے مر جاتے ہیں۔ اور ہمارے مرنے کے بعد ہمارے ذمہ ہمیں گندگی میں ڈال دیتے ہیں اور خود اس دولت سے مرنے کرتے ہیں۔ صوفیہ کرام نے ایسے لوگوں کو ریشم کے کیرے کے ساتھ تشبیہ دی ہے۔ ریشم کا کیرا پہلے تو لوگ اس علاقے میں عمویا پالتے تھے، ریشم کا کیرا اپنے لعاب سے ریشم بناتا ہے، پتوں کو چوسکتا ہے، اس سے جو لعاب نکلتا ہے، لعاب سے ریشم بناتا ہے بڑا لمبا کیرا ہوتا ہے، تین تین چار چار پنج لمبا کیرا، وہ ریشم بناتا ہے، پھر ریشم کو اپنے بدن پر لٹتا رہتا ہے، تنتے تنتے تنتے توبت یہاں تک پہنچتی ہے کہ ایک ڈوڈی سی بن جاتی ہے، مونگ پھلی کی طرح اور کیرا صاحب جو ہوتا ہے وہ اندر خود مر جاتا ہے۔ کیرا ڈوڈی کے اندر مچھنس کر مر جاتا ہے پھر تپ اس ڈوڈی کو کارخانے میں لایا جاتا ہے، صاف کرتے ہیں ریشم بنانے کے لئے تو کیا کرتے ہیں؟ ڈوڈی کو کتر دیتے ہیں اور اس کیرے کو جو تین چار پنج لمبا تھا، جس نے بڑے بڑے کے ساتھ ریشم بنا تھا اس کو گندگی کے، غلاظت کے ڈھیر پڑاں دیتے ہیں اور ریشم بنا کر متانوں کی شکل میں بازار لے جاتے ہیں۔ ریشم کے پیسے کمانے اور کیرے کو گندگی کے، غلاظت کے ڈھیر میں ڈال دیا۔ یہ حال ہے ہمارا۔ ہم اپنے بیوی بچوں کے لئے نہ قیامت کو سوچتے ہیں، نہ قبر کو سوچتے ہیں، ریشم کے کیرے ہیں، ریشم بنا رہے ہیں، بنا رہے ہیں، جب ڈوڈی تیار ہو جاتی ہے، ہم اندر پیر کر ختم ہو جاتے ہیں اور ہمیں مرنے کے بعد ایک گڑھے میں جا کر ڈال

دیتے ہیں اور وہ جو ہمارا پسند نہ ہوتا ہے وہ اس مال سے
 ہماری بیوی مرے کرتی ہے، ہمارا مال سچے مرے کرتا ہے، ہمارے پار
 دوست کھاتے ہیں اور ہم پھر جو ہم پر گذرتی ہے، کوئی جا کر پوچھتا
 بھی نہیں ہے کہ تمہارا کیا حال ہے؟ اکبر الہ آبادی نے مذاقاً کہا کہ میں جانتا
 ہوں کہ مرے کے بعد کیا ہوتا ہے؟ مرے کے بعد بھی ہوتا ہے احباب پلاؤ
 زردے کھاتے ہیں اور فاتح بھی پڑھ دیتے ہیں، مجھ سے کوئی نہیں پوچھتا
 کہ وہاں کیا حال ہو رہا ہے؟ کبھی پوچھا جا کر قبروں پر؟ کبھی مال یا پکی
 قبروں پر کوئی کیسے؟ واؤ سے کی قبر پر گیا ہے؟ کہ تم نے مجھے جا بیدار دیا
 تم نے مجھے عہدے دئے، تم نے مجھے ملازمین دیں، تم نے مجھے امریکہ لکھنؤ
 تک تعلیم دلوائی، اب تیرا کیا حال ہے؟ اتنے بڑے مجمعے میں میں
 پوچھ سکتا ہوں کہ تم میں سے کوئی جس نے کبھی ایک بڑا کپڑوں کا
 کسی کر کسی شریب کو دیا ہو، کسی نماز ہی کو دیا ہو، کسی مولوی عالم کو دیا ہو
 یا کسی بیوہ عورت کو دیا ہو کہ اسے آپ بہنیں اور اس کے بعد آپ نماز
 پڑھیں اور میری ماں یا باپ کے لئے دعا کریں کہ خدا ان کی قبروں کو منور کرے
 اگر ہے کوئی تو مجھے بتا دے، کون؟ ہم ریشم کے کیرے ہیں اتنے رستے
 ہیں اور اس کے بعد ہمارا حشر ہو جاتا ہے وہ کیوں ہوتا ہے؟ واللہ اعلم
 مجھے آپ کو ایسے عقیدے سے بچائے، ہمارے ان مطمح نظر صرف یہ ہے
 کہ دولت بن جائے، ہماری آنکھ اتنی ٹھوکی ہے کہ یہ کروڑوں پوچھی جا کر
 نہیں رکتی، پیٹ تو سوج جاتا ہے، جیسے بابا رحمان کہتے ہیں کہ پیٹ تو سیر

ہو جاتا ہے لیکن آنکھ؟ یہ سیر نہیں ہوتی (اللہ تعالیٰ ہمارے آنکھوں کو قناعت
قصیبہ فرمائے۔)

اس لئے قرآن مجید نے ارشاد فرمایا وَلَا تَمُدَّنَّ عَيْنَيْكَ إِلَى
مَا مَتَّعْنَا بِهِمْ أَزْوَاجًا مِنْهُمْ زَهْرَةَ الْحَيَاةِ الدُّنْيَا لِيَفْجَنَّهُمْ فِيهِمْ
وَرِزْقٌ رَّبِّكَ خَيْرٌ وَأَبْقَى ۝ وَأَمَّا أَهْلُكَ
بِالشَّلْوَةِ وَاصْطَبِرْ عَلَيْهَا ۚ لَا نَسْأَلُكَ رِزْقًا لَمْ يَنْزُلْ عَلَيْكَ
وَالْعَاقِبَةُ لِلتَّقْوَى ۝ (طہ ۱۳۱-۱۳۲) فرمایا کہ اے میرے حبیب! یا
اس کے انسان! اے مسلمان! جو ہم نے دنیا والوں کو دنیا دی، وہ دنیا اگر
حرام کی ہے تو آزمائش ہے۔ تم اپنی آنکھوں کو لمبی مدت کرو، بلکہ جو ہم دیتے
ہیں، وَرِزْقٌ رَّبِّكَ خَيْرٌ وَأَبْقَى ۝ جو میں دیتا ہوں وہ بہت بہتر
ہے، اس میں برکت ہے، اس میں خوبی ہے، اس میں
خیر ہے، اس میں بقاء ہے اور جو رزق تم نے خود حاصل کیا، اپنی خواہشات
فحشانی کی تکمیل کے لئے، اس میں خیر ہے، نہ برکت ہے، نہ بقاء ہے بلکہ
اسی سورت ہمد میں میرے بزرگوار! مثال آگے قرآن نے دی۔ فرمایا جیسے
کہ وہ انسان جو پیاسا ہو، اس کو پیاس لگی ہو اور وہ کسی ایسے کنوئیں پر جانے
پانی کی تلاش کرے جو کنوئیں پانی سے بھرا ہوا ہو اور پانی اس کے منہ تک
پہنچ چکا ہو جیسے ہمارے ماں دیران کنوئیں ہوتے ہیں لیکن وہاں پر نہ
لوٹا ہو ماری ہو، اب پانی بڑا گہرا ہے اور کنوئیں کے منہ تک پانی ایسا
ہے کہ اس کا پتہ نہیں پہنچ سکتا، اب یہ کیا کرتا ہے پانی لینے کے لئے؟

کبھی کبھی تکلیفیں ہوتی ہیں تو انسان یوں گزر جاتا ہے، یہ کنوئیں کے منہ پر لہبا پڑ جاتا ہے پیچھے پاؤں کا بھی خیال رکھتا ہے کسی چیز کے ساتھ پاؤں پھنسا تا ہے کہ کنوئیں میں گرنے جاؤں۔ اور آگے ہوتا ہے پانی لینے کی کوشش کرتا ہے لیکن وہ پی نہیں سکتا، نظر آ رہا ہے، سامنے دیکھتا ہے پانی ہے، ایک بچ یا دو بچ پانی رہ جاتا ہے اور اسی طرح اس کی زندگی ختم ہو جاتی ہے۔ فرمایا یہی حال ہے اس حریف انسان کا جو بزرگ کے پیچھے پڑا ہوا ہے، نہ حلال دیکھتا ہے نہ حرام دیکھتا ہے، فرمایا
 وَمَا هُوَ بِبَاطِلٍ فِیْ ذٰلِكَ (سورۃ صافات) یہ اپنی منزل کو کبھی نہیں پاسکتا یہ اس پانی سے کبھی اپنے آپ کو سیراب نہیں کر سکتا کیونکہ اس کے سامنے جو چیز پیش کی گئی ہے وہ صرف اس کو تیرسانے کے لئے ہے۔ تو میرے بزرگوار میرے بھائیو! اپنی آیتوں میں جو ابھی میں نے پڑھی ہیں، تیسری بات جو قرآن مجید نے بیان کی وہ کیا بات ہے؟ کہ قیامت پر یقین نہ رکھنا، جس آدمی کو قیامت پر یقین نہ ہو گا وہ آدمی اللہ کی بات میں غور نہیں کرے گا، نہ وہ اللہ کی بات سنے گا نہ وہ اللہ کی بات پر عمل کرے گا۔ تین باتیں قرآن مجید نے یہاں پر بیان فرمائیں۔ میں چاہتا ہوں کہ آج یہ چند آیتیں ہو جائیں تو باقی تفسیر ان شاء اللہ پھر کر دی جائے گی۔

اللَّهُ الَّذِي رَفَعَ السَّمٰوٰتِ بِعَبْدٍ تَرَوْنَهَا - لَيْلِ
 دی۔ پہلے دعوت تھی، اب دلیل دی۔ اللَّهُ الَّذِي رَفَعَ السَّمٰوٰتِ

رَفَعَ السَّمَوَاتِ حَسْبُ نَفْسِي بَلَدَ كَيْفَ آسْمَانُونَ كَوِ بَغِيْرَ عَمِيْدٍ، بَغِيْرَ كَسِيٍّ مَجْهُو
 سْتُونَ كَيْفَ - سْتُونَ مَزْهِيْنَ دَرْتِيْ، نَهْ كَوْنِيْ لِيْنِيْرَ بِنَانِيْ، كَمَجْهُو مَجْهُو مَجْهُو
 بِنَانِيْ، آسْمَانُ بِنَانِيْ، سَمَوَاتُ، هَمَارَا عَقِيْدَه هِيْ كَهْ سَمِيْعُ سَمَوَاتُ،
 سَمَاتُ آسْمَانُ هِيْ طَبِيْقَاتُ، تَهْ تَهْ هِيْ، تَهْ تَهْ كَارِيْ مَطْلَبُ مَجْهُو مَجْهُو
 كَهْ اِنْ هِيْ اِيْكُ فِئْ يَادُوْفْ كَافَا عَمَلَهْ هِيْ جِيْسَا كَهْ فَرِيْ اِيَا مَحْمَدُ رَسُوْلُ اللّٰهِ
 صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهْ كَهْ اِيْكُ آسْمَانُ كَا جُوْ حَجْمُ هِيْ وَهْ اِنْتَا مَوْتَا هِيْ
 كَهْ پَانْچُ سُوْسَالُ تَكُ آسْمَانُ چَلِيْ تَبْ جَا كَرَا سِ كُوْطِيْ كَرِيْ سَمَاتُ هِيْ - اُوْر اِيْكُ
 آسْمَانُ كَهْ دَرِيْ اِيَا وَوَسْرِيْ آسْمَانُ تَكُ پِيْنِيْجِيْ كَا جُوْرَا سَمَاتُ
 هِيْ وَهْ مَجْهُو پَانْچُ سُوْسَالُ كَا رَا سَمَاتُ هِيْ مَجْهُو مَجْهُو نَهْ پَا يَا كِيْ يَا هِيْ ؟
 وَمَا اُوْتِيْسْتُمْ مِّنَ الْعِلْمِ اِلَّا قَلِيْلًا ه (بَنِيْ اِسْرَائِيْلَ عَمَلُ)

آج ہم مذاق کر دیتے ہیں۔ وہ گگارین وغیرہ جو گیا تھا "آسمان" پر
 کہتا تھا کہ میں نے دیکھا سارا آسمان اور خدا کہیں نہیں ملا، پھر ملا تو ماسکو
 کے قریب ہی کہیں مل گیا۔ پھر اس کی جناب را کہ بیٹھے آئی۔ اللہ سے
 ڈرا کیجئے۔ اللہ مجھے آپ کو اپنی خشیت کی توفیق عطا فرمائے۔

تُوْفَرِيْ اِيَا اللّٰهُ الَّذِيْ، اللّٰهُ وَهْ ذَاتُ هِيْ، رَفَعَ السَّمَوَاتِ،
 جَسْ نَهْ بَلَدَ كَيْفَ آسْمَانُونَ كَوِ، سَمَاتُ آسْمَانُونَ كَوِ، بَغِيْرَ عَمِيْدٍ، بَغِيْرَ كَسِيٍّ مَجْهُو
 سْتُونَ كَيْفَ، تَرُوْنَهَا، تَمْ اِيْ نِيْ اَنْكُهَوْنَ سَمَاتُ آسْمَانُونَ كَوِ دِيْجِيْجِيْ هُوْ سْتُونَ
 مَزْهِيْنَ هِيْ - اِيْ نِيْ اَنْكُهَوْنَ كَهْ سَمَاتُ مَزْهِيْنَ آسْمَانُ نَظَرَاتِيْ هِيْ، تَمْ چَانْدُ كَوِ
 دِيْجِيْجِيْ هُوْ، تَمْ سُوْرَجُ كَوِ دِيْجِيْجِيْ هُوْ، تَمْ سَمَارُونُ كَوِ دِيْجِيْجِيْ هُوْ، تَمْ شَهَابُ

ثاقب کو دیکھتے ہو۔ ثُمَّ اسْتَوَىٰ عَلَى الْعَرْشِ، اور پھر بڑی بات
 یہ ہے کہ متوجہ ہوا، قَابِضٌ ہوا، مسلط ہوا، اللہ کی ذات۔ کس پر
 عَلَى الْعَرْشِ، عرش مجید پر ان سب آسمانوں سے جو بڑا آسمان ہے
 جو تمام آسمانوں پر حاوی ہے، اُسے ہماری اصطلاح میں کہتے ہیں عرش۔
 عرشِ عظیم بھی قرآن میں آتا ہے۔ هُوَ رَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِيمِ ۝ (التوٰہ
 ۱۲۹) اور عرشِ کریم بھی آتا ہے هُوَ رَبُّ الْعَرْشِ الْكَرِيمِ ۝
 (المؤمنون ۱۱۶) اللہ تعالیٰ عرش کا مالک ہے، عرش جو آسمانی کائنات
 پر حاوی ہے۔ فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے آسمانوں کو پیدا کیا، بغیر ستونوں کے
 اور تم آسمانوں کو دیکھ رہے ہو تمہیں نظر آتے ہیں آسمان، اور پھر
 اللہ تعالیٰ مسلط ہوا، اللہ تعالیٰ قابض ہوا، اللہ تعالیٰ متصرف ہوا، عَلَى
 الْعَرْشِ، عرش مجید پر بھی۔ عرش بھی اللہ تعالیٰ کے حکم کے ماتحت چلتا ہے
 یہ مطلب نہیں ہے کہ اللہ عرش پر جا کر بیٹھ گیا۔ اُسْتَوَىٰ عَلَى الْعَرْشِ
 کا عقیدہ غلط ہے، اسلام کے خلاف ہے، اللہ تعالیٰ ہر جگہ موجود ہے،
 هُوَ مَعَكُمْ اَيْنَ مَا كُنْتُمْ ط (الحديد ۷) اللہ ہر جگہ ہے جہاں بھی
 تم ہو۔ عرش پر مسلط ہونے کا عرش پر قابض ہونے کا، عرش پر مستوی ہونے
 کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی خدا نیت، رب العالمین کا جلال اور جبروت
 اس قدر عظیم ہے کہ آسمان کی ساری کائنات اس سے لرزاں رہتی ہے۔ ایک
 ذرہ بھی آسمان کا، ایک کوئی بھی آسمان کا اللہ کے حکم سے باہر نہیں جاسکتا
 اس لئے قرآن مجید نے آسمانوں کو متنبہ کرتے ہوئے فرمایا اِيْمَنْتُمْ بِالْحَقِّ

وَالْأَرْضِ مَا نَفَذُوا وَلَا تَنْفُذُونَ إِلَّا بِسُلْطَانٍ فَبِأَيِّ
 آيَاتِكُمَا تُكذِّبَانِ ۝ (المؤمن ۳۳، ۳۷) - اے چنوا! اسے انسانو!
 اگر تم میں کچھ طاقت ہے تو آسمانوں کے کناروں سے باہر نکل کر دیکھ لو۔ اگر تم میں
 کوئی طاقت ہے تو خدا کی خدائی سے باہر نکل کے دیکھ لو، تم کبھی اللہ کی خدایت
 سے باہر نہیں نکل سکتے، تم کبھی بھی اللہ تعالیٰ کے تصرف سے باہر نہیں جاسکتے
 تو عرش مجید پر اللہ تعالیٰ کے مستوی ہونے کا یہ مطلب نہیں ہے یہ
 بھائیو کہ اللہ تعالیٰ عرش پر بیٹھا ہوا ہے، بلکہ مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ عرش پر
 بھی مسلط ہے، رب العالمین عرش پر بھی متصرف ہے اور کائنات سماوی کا
 چپہ چپہ اللہ کے حکم کے تحت ہے، جو اللہ فرمائے اس کو ماننے کے لئے تیار ہے۔
 وَسَخَّرَ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ ط فرمایا اور دیکھ لو، اگر تم یہ سمجھتے ہو
 کہ یا اللہ آسمان میں کون علم الانلاک پڑھتا پھرے گا؟ کوئی آسان سی بات کیجئے
 فرمایا وَسَخَّرَ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ ط اور کام میں لگا دیا اسی اللہ نے سورج
 کو اور کام میں لگا دیا اسی اللہ نے چاند کو۔ اچھا بھائی سورج کیا ہے؟
 کون ہے خالق سورج کا؟ اللہ۔ چاند کا خالق کون ہے؟ اللہ۔ ایک دن کو
 روشنی دیتا ہے، ایک رات کو روشنی دیتا ہے۔ ایک بڑھتا گھٹتا ہے، ایک
 بڑھتا گھٹتا نہیں ہے لیکن وہ لو کو قرار نہیں۔ لَا الشَّمْسُ يَنْبَغِي لَهَا
 أَنْ تُدْرِكَ الْقَمَرَ وَلَا النُّجُومُ سَابِقُ النَّهَارِ ط وَكُلٌّ فِي فَلَكٍ
 يَسْبَحُونَ ۝ (یس ۱۴) فرمایا نہ سورج کو قرار ہے، نہ چاند کو قرار ہے

وہ کون ذات ہے جو سورج کو بھی اور چاند کو بھی اپنے حکم کے ماتحت لاتی
 ہے؟ وہ اللہ کی ذات ہے۔ سورج کبھی ایک ہیئت پر رہتا ہے
 میرے بزرگوں کا کبھی اس نے اپنا نظریہ حیات موڑا ہے؟ کبھی یوں
 ہوا ہے کہ جون اور جولائی کا مہینہ ہو اور کمیل پور میں پارا لپنڈی اور
 لاہور میں یا پاکستان کے کسی حصے میں جون یا جولائی کے مہینے میں سورج
 وہاں سے چڑھ آئے جہاں سے جنوری میں چڑھا کرتا ہے؟ نہیں یہ نہیں
 ہو سکتا۔ یہ کبھی ہوا ہے کہ چاند کتیس دن کا ہو جائے؟ نہیں ہو سکتا
 یہ کبھی ہوا ہے کہ پہلے دن کا چاند بھی اتنا ہی ہو جتنا کہ چودھویں رات
 کا چاند ہوتا ہے؟ نہیں ہو سکتا۔ یہ کائنات سماوی اتنی عظیم کائنات
 ہے جس کو ابھی تک انسان نہیں پاسکا۔ اور ہم یہ کہتے ہیں نہیں پاسکے
 گا۔ یہ کائنات سماوی اللہ کا راز ہے، اللہ کے راز کو زمین والے نہیں
 پاسکتے۔ محنتیں کرتے رہیں۔ اللہ کے راز کو یہ نہیں پاسکیں گے۔ خداوند
 قدوس کے رازوں میں اللہ تعالیٰ نے حکم فرمایا کہ وہ شیاطین جو حضور
 کے آنے سے پہلے ملائکہ علی کی طرف چایا کرتے تھے، آسمان کی خبروں
 کو کھینچا کرتے تھے۔ اب حضور کے آنے کے بعد جو کوئی اوپر جاتا ہے
 فَاتَّبِعْهُ شِهَابٌ ثَاقِبٌ ۝ (الصافات: ۱۰) اس کے پیچھے
 شہاب ثاقب لگتا ہے۔ ہم اس پر یقین رکھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ
 کی جو کائنات سماوی ہے وہ اللہ تعالیٰ کا ایک راز عظیم ہے۔ انسان
 اس راز کو نہیں پاسکتا۔

تو فرمایا کہ میں نے چاند کو بھی کام میں لگا دیا۔ میں نے سورج کو بھی کام میں لگا دیا، اگر تم چاند کو دیکھو، اسی مسئلے پر غور کرو، یہ چاند کیسے چلتا ہے، کبھی ملال ہوتا ہے، کبھی قمر ہوتا ہے، کبھی بدر منیر ہوتا ہے پھر گھٹتا ہے، یہ کس طرح سورج کے مقابلے میں آجاتا ہے، سورج کو نور کس نے بخشا، سورج میں گرمی کس نے پیدا کی؟ یہ کہاں سے کرہ ناری آگیا؟ اگر تم اتنا ہی سوچو تو تم مانو گے کہ اس عظیم کائنات کا خالق یقیناً کوئی ہے اور وہی اللہ کی ذات ہے۔

وَسَخَّرَ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ كُلٌّ يَجْرِي لِأَجَلٍ مُّسَمًّى ط

یہ سارے کے سارے چل رہے ہیں ایک اجل مستمئی تک۔ یعنی ان کا ایک وقت ہے، ابھی ان کی چابی ختم نہیں ہوئی ہے، جب چابی ختم ہو جائے گی تو پھر کوئی چابی نہیں دے سکے گا۔ یہ چل رہے ہیں، سورج بھی چل رہا ہے، چاند بھی چل رہا ہے، کبھی چاند میں سپرول ڈالا گیا؟ کبھی وارنش کی گئی؟ کبھی سورج میں سپرول ڈالا گیا؟ کبھی وہاں پر کوئی کوئلہ وغیرہ ڈالا گیا؟ فرمایا یہ میرے حکم سے چل رہے ہیں اور چلتے رہیں گے، لِأَجَلٍ مُّسَمًّى ط ایک وقت مقرر کے لئے، جب وہ وقت آجائے گا تو کیا ہوگا؟ فَإِذَا تَوَلَّى بَصُرًا لَّا تُخَفِّفُ الْقَمَرَ ۗ وَجُمِعَ الشَّمْسُ وَالْقَمَرُ ۗ يَقُولُ الْإِنْسَانُ يَوْمَئِذٍ إِنَّ الْآفَاقَ ۗ الْقَيْمَةَ ۗ تَأْتِي ۗ فَرَايَ حُبِّ ۗ میں چاند اور سورج کو توڑ دوں گا اور تمہاری آنکھیں چمکا چوند ہو جائیں گی۔

چاند اور سورج آپس میں ٹکرا جائیں گے، یہ بے نور ہو جائیں گے اور سماوی
کائنات میں ایک انقلابِ عظیم آجائے گا تو پھر کیا حال ہوگا؟
يَقُولُ الْاِنْسَانُ يَوْمَئِذٍ اَيْنَ الْمَفْرُوحُ ہر انسان یہ کہے گا کہ
اب میں کہاں بھاگ کر جاؤں؟ اب تو میرے لئے کوئی جائے پناہ
نہیں ہے! کائنات میں ذرا سا انقلاب آئے میرے بھائیو! انسان
ایک سیکنڈ زندہ نہیں رہ سکتا۔ اس کی ساری قوتیں سلب ہو
جائیں۔ اس کی ساری دفعہ و بالذات مصنوعی خدائی کا نور ہو جائے
اگر ایک سیکنڈ زلزلہ آتا ہے تو پھر ہمارا کیا حال ہوتا ہے؟ "اوجی
باہر نکلو باہر نکلو چھو پنجال آگیا ہے، مکان پل رہا ہے" "انڈر بیچھونا
فدا، ریڈیو بجاؤ" "میں باہر سے پھر چلتے ہیں" جلدی جلدی کرو
"کیوں جی؟" ذرا بریک لگا تو دوڑا سے تاکہ پتہ تو چلے کہ تم بھی ایک
چھوٹے سے "خدا" ہو! ختم شد۔ وہ جو تھا اسٹریٹلیا کا وزیر اعظم
اسے اپنے ملک میں پھلی رگڑ گئی۔ کچھ بھی نہ کر سکا۔ اور یہ کینیڈا ہی
بچا رہا، اور اس کا بھائی، اپنے ملک میں گولیوں کے شکار ہو گئے، ان
گولی بچا سکا؟ اللہ حب فیصلہ کرنا چاہے، کوئی طاقت بچا سکتی
ہے بھائی؟ کوئی بھی نہیں بچا سکتا، ہم تو سارے مٹی کے ڈھیر ہیں
گوشت کے ہم لاشے ہیں، اگر اللہ کا حکم اس میں ہے تو اس حکم کے
تحت ہم بولتے بھی ہیں، کھاتے بھی ہیں، پیتے بھی ہیں، چلتے بھی ہیں
پہلے اس نے کہہ دیا کہ "اوتانگرو! اب تم نہیں چلو گی؟ دنیا کی کوئی

طاقت مانگوں کو نہیں چلا سکتی۔ اگر وہ کہہ دے کہ "او آنکھو! تم اس بدن میں لگی ہو میرے حکم کے ساتھ، اب میں نور سلب کرتا ہوں" دنیا میں کوئی طاقت نور نہیں دے سکتی۔ اگر وہ کہہ دے کہ "اے کانو! اب تم سننا چھوڑ دو" دنیا کی کوئی طاقت ہرے کو کان نہیں دے سکتی۔ اگر وہ دل سے کہہ دے کہ "او دل! تجھ پر اس زندگی کا سارا دار و مدار تھا یہ ساری منزل تجھ پر قائم تھی، یہ عظیم منصوبہ کائنات تجھ پر قائم تھا، تو کس کے حکم میں ہے؟ تو میرے حکم میں ہے۔ اب میں تیرے بدن کو دباتا ہوں۔ تیری حرکت کو بند کرتا ہوں" دنیا کی کوئی طاقت دل کو پھر چالو نہیں کر سکتی۔

تَوَفَّرَ مَا يَأْتِيهِمْ مِنْ سَمَوَاتٍ وَمِنْ الْأَرْضِ وَالْقَمَرِ كُلِّ نَجْمٍ يُجْرِي لِأَجَلٍ مُّسَمًّى ۗ يُدَبِّرُهَا لِيُسَبَّحَ بِحَمْدِ رَبِّهِمْ يَوْمَ يَأْتِيهِمْ يَوْمَ لَا يَكْفُلُ لِمَنَّهُمْ شَفِيعٌ ۗ لَئِن يَدْعُوا إِلَىٰ سَعْيِهِمْ لَنَنصُرُهُمْ فِيهِمْ ۗ إِنَّهُمْ لَكَاذِبُونَ ۗ

جب میں ان کا وقت چھین لیتا ہوں، تم ان کو پھر وقت نہیں دے سکتے۔ میرے بھائیو! چاند سورج تو لمبی بات ہے، اکثر میرے زمیندار بھائی بیٹھے ہیں، آپ میں سے اکثر زمیندار ہی جانتے بھی ہیں، میرے بزرگو! اب اگر کوئی زمیندار یہ کوشش کرے کہ میں اہل چدا کر پتہ نہیں کہاں کہاں سے لاؤں گا میں کھار۔ اور وہ ڈالو اب گا، پانی ڈالوں گا، بند باندھوں گا، اور رات کو وہاں پر پہرہ دوں گا، اور دیکھنے میں اب اس وقت، جولائی کے مہینے میں، اپنے کھیت سے گندم اکاؤں گا، اگا سکتا ہے؟

گندم کا جو وقت ہے یجڑنی لاجلِ مستیٰ وہ ختم ہو گیا۔ اب پاکستان
 میں کوئی طاقت گندم کا ایک خوشہ نہیں بنا سکتی۔ کوئی طاقت یہ نہیں
 کر سکتی کہ گندم کے ایک بیج کو اگا دے، اس کا جو وقت مقرر تھا، وہ
 اللہ کی طرف سے تھا، اللہ نے اس وقت کو ختم کر دیا، اب کوئی اسے
 نہیں اگا سکتا۔ یہ تو بڑی آسان سی باتیں ہیں۔ آج جن پھلوں کا زمانہ ہے
 ہم کھاتے ہیں، اور جو پھل ستمبر کے تھے وہ آج آسکتے ہیں؟ نہیں آگ سکتے
 نہیں چل سکتے، وہ پھول آج نہیں آگ سکتے، وہ بیج نہیں آگ سکتے۔
 ساری کائنات اجل مستیٰ پر چلتی ہے۔ خصوصیت کے ساتھ چاند اور
 سورج کا ذکر فرمایا کہ ان دونوں کی عبادت کی گئی۔ سب سے پہلے دنیا میں
 عبادت کی گئی سورج کی۔ "فرعون" کا معنی ہی ہے سورج کا سچا
 پہلے سورج کو پوجا گیا۔ اور سورج کی پرستش آج تک دنیا میں کسی نہ
 کسی طریقے پر باقی ہے جیسا کہ میں اکثر اپنے میکچروں میں کہتا رہتا ہوں
 اور پھر چاند کی بھی پرستش کی گئی۔ حضورؐ کے زمانے میں قبیلہ بنو جمہیر
 چاند کو پوجتے تھے۔ اس لئے قرآن نے کہا نہ چاند معبود ہے، نہ سورج
 معبود ہے، چاند سچا رکھنا طاقت رکھ سکتا ہے؟ سورج میں کیا
 طاقت ہے؟ یہ چاند تو میرا مطیع ہے، میرے بندوں کا مطیع، جناب
 محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا فرمایا تھا؟ اِنَّ تَرَبْتَ السَّاعَةَ
 وَالشَّقَّ الْقَمَرُ (القمریہ) حضورؐ نے جبل ابی قیس پر کھڑے
 ہو کر فرمایا، کفار کہنے حضورؐ سے درخواست کی، اتمامِ حجت کے

حضور پر حضور نے فرمایا: انہوں نے کہا ہم تب مانیں گے کہ اس چاند کے
 جو یہ بندہ میرے ہے، اس کے دو ٹکڑے کر دیجئے حضور نے اپنی انگشت
 مبارک سے اشارہ کیا اِقْتَرَبَتِ السَّاعَةُ وَالشَّقِ الْقَمَرُ فرمایا
 قیامت قریب آگئی کہ آپ آخری نبی ہیں حضور فرماتے ہیں کہ میں اور
 قیامت یوں ملے ہوئے ہیں جیسے دو انگلیاں، میرے بعد کوئی نبی نہیں
 ہے، جو خدا نے مہینہ بنا دیا وہ مہینہ چھج دیا، نیچے لال رو شنائی سے
 لکیر ڈال دی، فہرست ختم ہو گئی جو لوگ اپنا حساب ختم کرتے ہیں تو
 نیچے کیا کرتے ہیں؟ سرخ رو شنائی سے لکیر ڈال دیتے ہیں حضور
 کے بعد نبوت ختم، حضور کے بعد رسالت ختم، حضور کے بعد ولایت
 ہو چو وہ ہے، حضور کے بعد اللہ کے بندوں کی جو روحانی قوتیں ہیں
 فیض حضور سے مل سکتا ہے، لیکن نبوت؟ ختم ہے، تو حضور نے
 چاند کو اشارہ کیا، اس لئے قرآن نے پہلے کیا فرمایا؟ اِقْتَرَبَتِ السَّاعَةُ
 قیامت قریب آگئی کہ آخری نبی پیدا ہو گئے محمد صلی اللہ علیہ وسلم
 وَالشَّقِ الْقَمَرُ اور یہ جو چاند تھا اس کے دو ٹکڑے ہو گئے
 تو چاند سطح سے رب العالمین کا۔ وہ کیسے معبود ہو سکتا ہے؟ اولہ
 جس نبی کریم نے، موجد اعظم نے دنیا میں توحید کا سبق دیا، اشارہ فرما
 دیا کہ یہ کائنات سادھی بھی انسان کی مطیع ہے۔ ہمارا ایمان ہے کہ
 حضور الہی کو معجزہ شقی القمر حاصل ہوا۔ معجزات پر ایمان میرے
 بزرگو! یہ ایمان کی جڑ ہے۔ یاد رکھیں۔ نبی کو یہ نبی مان لینا کہ جی ہم

نہیں کو مانتے ہیں اور حضورؐ کی اقتدار کو ماننے، حضورؐ کی توقیر نہ کر کے، معجزات
 کو نہ ماننے، معجزات پر ایمان لانا بھی ضروری ہے جس طرح کہ نبوت پر
 ایمان لانا ضروری ہے۔ اور معجزہ فرق ہوتا ہے سچے اور جھوٹے نبی
 کے درمیان۔ وہ نہ ہر ایک کلمہ کے گام میں نہیں ہوں۔ کوئی روک سکتا
 ہے؟ کوئی کہہ دے "میں بھی ہوں"۔ کیا نبوت کی دلیل ہے؟
 "بس جی دل چاہتا ہے میں بھی ہوں" یہ قصہ تو پھر خراب ہے۔ یہ
 کا دل چاہتا پھرے گا پھر تو میں بھی ہوں! نبوت کیسے چلے گی؟ اس
 لئے نبی کی دلیل بیان کی۔ نبوت کو معجزات دیتے ہیں اللہ تعالیٰ حضرت
 موسیٰ علیہ السلام فرعون کے پاس گئے تو اس نے کیا کہا؟ قانت پہ
 ان کُنتَ مِنَ الصّٰدِقِیْنَ ۝ (الشعراء ۲۱) فرعون تھا تو کافر۔
 جتنی تھا مگر تھا بڑا سمجھدار۔ "دلیل دے بات کی" موسیٰ علیہ السلام کو
 یوں نہیں کہا کہ "میں تجھے نہیں ماننا"۔ قانت پہ ان کُنتَ مِنَ
 الصّٰدِقِیْنَ ۝ (الشعراء ۲۱) اور موسیٰ! اگر تو سچا نبی ہے تو کوئی
 دلیل پیش کر! فرعون بھی جانتا تھا کہ سچے نبی کے پاس معجزے
 ہوتے ہیں اور جو نبوت کا دعویٰ کرے معجزے نہ ہوں وہ؟ جھوٹا ہے
 فرعون بھی جانتا تھا۔ فرعون کو بھی اتنی بصیرت تھی کہ اگر موسیٰ علیہ السلام
 واقعی خدا کے سچے نبی ہیں تو ان کے پاس معجزہ ہوگا۔ اگر معجزہ نہ پیش کر
 سکیں گے تو پھر نبی نہ ہوں گے۔ چنانچہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کیا کہا؟
 قَاتِلْنِیْ عَصَاکَ ۝ (الشعراء ۲۲) حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنی

لاٹھی پھینک دی - فَإِنَّمَا هِيَ تُعَبِّئُ مَثَبَ آلِ لُوطٍ (الشعراء ۴۳)
 تو وہ اڑو رہا بن کر سامنے آئی۔

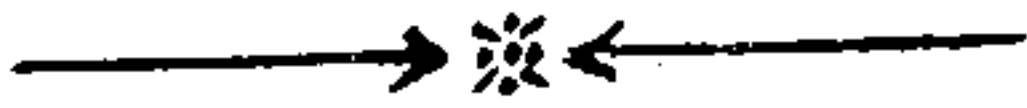
تو فرمایا اگلے پتھر میں لاجلِ مُسَمَّئَاتٍ سارے کے سارے چل
 رہے ہیں ایک اہلِ نسمی یعنی وقت مقرر کے لئے يُدْرِكُنَّ الْأَمْزَارَ،
 اور وہی اللہ تعالیٰ سارے کاموں کی تدبیر بھی کرتا ہے۔ يَفْصِلُ
 الْآيَاتِ، اپنی نشانیوں کھول کھول کر بیان کرتا ہے۔ لَقَدْ كَرَّمْنَا بَنِي
 آدَمَ تَوَكَّرْتُمْ هَٰذَا كَرَّمْنَا هَٰؤُلَاءِ رَبَّكَ الْمَلَائِكَةَ
 یقین کر۔ دلیل وہی اور دلیل کے ساتھ نتیجہ کیا نکالا ہے کہ تجھے قیامت
 پر یقین ہو جائے۔

دعا

اب دعا کیجئے اللہ ہمیں عمل کی توفیق عطا فرمائے، اللہ میرے آپ کے
 گناہوں کو معاف فرمادے۔ اللہ تم سب سے راضی ہو۔ اپنی دعائیں
 ہمارے محترم بھائی محمد اکرم خاں صاحب کو بھی یاد رکھیں جن کا مورخہ
 ۲۱ جون ۱۹۶۵ء انتقال ہو گیا ہے۔ حقیقتاً ہمیں ان کی موت سے
 بہت بڑا صدمہ ہوا ہے اور وہ صدمہ دین کا صدمہ ہے۔ اللہ محمد اکرم شہید
 کی قبر کو منور فرمائے۔ اللہ ان کے درجات کو مزید بلند فرمائے۔ انہوں
 نے بہت بڑی قربانی دی۔ جمعے کا دن تھا، با وضو تھے، ایک نماز قضا
 نہیں ہوئی اور پھر وہ اسلحہ سازی کے سلسلے میں اپنے آپ کو شہید

کر گئے۔ امام الانبیا صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ ایک تیر کی وجہ سے
 اللہ تعالیٰ تین انسانوں کو بخشے ہیں، تیر بنانے والے کو، تیر چلانے
 والے کو، شرک سے تیر نکال کر دینے والے کو۔ تینوں بخشے جاتے ہیں۔
 تو آپ جتنے پتے، بھائی، کوئی کسی بھی قسم کا فیکٹری میں تم لوگ کام
 کرتے ہو، کوئی قلی ہے یا مزدور ہے، کوئی فٹری ہے، کوئی فورین ہے،
 کوئی انجنیر ہے، آپ پاؤ رکھیں آپ بہت بڑا جہاد کا کام کر رہے ہیں
 اس وقت عالم اسلامی کو جو خطرہ درپیش ہے اس کا دفاع ہم اسی
 صورت میں کر سکتے ہیں، ایمان کی قوت ہو، اسلحہ کی فراوانی ہو۔ تو
 آپ کو اس راستے میں کچھ مجھی تکلیف ملے تو اس سے ناراض نہ ہوں
 بلکہ آپ خوش ہوں کہ آپ کو اللہ تعالیٰ نے بہت بڑا اجر دیا ہے۔ اگر
 موت آجائے اس راستے میں تو وہ موت شہادت کی موت ہے۔ تو
 ہم یقین رکھتے ہیں کہ ہمارے بھائی محمد اکرم کو اللہ نے اپنی رحمتوں سے
 نوازا ہو گا۔ جمعے کا دن اور بیچ الاول کا مہینہ، باد صفا اور ایسی محنت
 کے سلسلے میں آپ کی موت واقع ہوئی، اللہ تعالیٰ ان کے درجات
 کو مزید بلند فرمائے۔ اللہ ان کے بال بچوں کو صبر جمیل دے۔ حدیث
 بہت بڑے واقعتی، مجھے، ان سب دوستوں کو، آپ کو۔ وہ بڑے
 صاحب الرائے تھے، بڑے متقی، پورے بزرگ تھے، بڑے نیک
 انسان تھے، ان کے دل میں دین کی بہت بڑی محبت اور قدر تھی۔
 کوئی پہچان ہی نہیں سکتا تھا کہ یہ فورین ہے یا مسجد کا مؤذن ہے۔

اس طرح انہوں نے اپنی زندگی دین کے لئے وقت کی تھی۔ اللہ ان کے درجات کو مزید بلند فرمائے۔ اللہ تعالیٰ ان کے والدین کو صبر جمیل عطا فرمائے۔ ان کے والد صاحب کا خط کل ہی مجھے آیا، وہ بڑے رنجیدہ ہیں۔ اور رنجیدہ ہونا ہی چاہیے۔ انہوں نے بڑی عجیب بات اک لکھی کہ موت تو حق ہے لیکن اکرم کی موت سے میرے گھر میں جو دین کی برکتیں تھیں وہ اٹھ گئی ہیں۔ دنیا کی بات نہیں لکھی کہ بچے چھوڑ گیا ہے کہاں سے کھائیں گے؟ اکرم کی موت سے میرے گھر کی دین کی برکتیں اٹھ گئیں۔ شہاباش باپا کے جگر کو جس نے اپنے پیٹے کو دین کی نیت سے دیکھا ہے۔ اللہ مجھے آپ کو بھی اپنی اولادوں کو دین کی نظر سے دیکھنے کی توفیق عطا فرمائے، اللہ ان کو اپنی رحمتوں سے نوازے۔ آمین۔



نواں ور سن قرآن مجید

منعقدہ ۲۰ جمادی الاول ۱۳۸۸ھ - ۲۸ جولائی ۱۹۶۸ء

اس ورس میں مندرجہ ذیل علمی اور دینی فوائد مذکور ہیں

- ۱ توحید خداوندی کے آفاقی دلائل
- ۲ ہدایت کے سلسلے میں انسانوں کی تین اقسام
- ۳ صداقت نبوی پر اس وقت کے بارشناہوں کی شہادت
- ۴ تعلیمات قرآنی کا خلاصہ چار بنیادی عقائد
- ۵ ناطقہ قرآن مجید کے لئے بھی سند کی ضرورت
- ۶ ایک غیر مسلم کا قبول اسلام تعلیمات اسلامی کے تاثر سے
- ۷ مسواک کی اہمیت
- ۸ منکر حدیث کی گستاخی اور انجام بد
- ۹ فقہ حنفی کی عظمت اور کامیابی

واللہ الموفق

اَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ
 وَهُوَ الَّذِي مَدَّ الْاَرْضَ وَجَعَلَ فِيهَا رَواسِيَ وَاَنْهَارًا وَّمِن
 كُلِّ الشَّجَرٰتِ جَعَلَ فِيهَا زَوْجَيْنِ اثْنَيْنِ يُغْشَى الْاَيْلَ النَّهَارُ
 اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يَتَفَكَّرُوْنَ ۝ وَفِي الْاَرْضِ قِطْعٌ
 مِّنْ بَحْرٍ مَّوْبُوءٍ مِّنْ اَعْنَابٍ وَّزَرْعٍ وَّنَخْلٍ مِّنْ اَمْثالِ صِنَوٰنٍ وَّغَيْرِ
 مِّنْ اَمْثالِ يَسْقٰى بِيْنَهُمْ وَاَحَدٌ مِّنْهُمْ يَفْضَحُ عَلَيْهَا لَبِثٌ
 فِي الْاُكُلِ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يَعْقِلُوْنَ ۝ وَاِنَّ لَعَجَبًا
 لِّقَوْلِهِمْ اِذَا كُنَّا تُرَابًا ۗ اِنَّا لَنَفِيْ خَلْقٍ جَدِيْدٍ ۝
 اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِرَبِّهِمْ ۗ وَاُولٰٓئِكَ اَلْعٰكِلُ فِيْ اَعْنَاقِهِمْ
 وَاُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ النَّارِ ۗ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ۝ صدق اللہ العظیم
 میرے بزرگوں اور مجھ سے پہلے اللہ تعالیٰ کا کلام سننے اور
 سننے کے لئے اکٹھے ہیں اللہ تعالیٰ مجھے بھی اور آپ کو بھی عمل کی توفیق
 عطا فرمائے۔

تلاوت کردہ آیت گرامیہ میں رب العالمین نے اپنی وحدانیت کے کچھ
دلائل بیان فرمائے اور ان دلائل کے ساتھ ساتھ آج کچھ دلیلیں اور بھی بیان
ہو رہی ہیں اور ان میں چند مسائل دیگر بھی ہیں۔ یہ دلائل آفاقی ہیں اور آفاقی
دلائل اللہ تعالیٰ کی توحید پر شہادت دیتے ہیں جیسا کہ انسان کا اپنا وجود
اور کائنات کا ذرہ ذرہ اس بات پر گواہ ہے کہ ان ساری مصنوعات کا
صانع موجود ہے اور وہ رب العالمین ہے۔ مگر موٹی موٹی باتوں کو اور موٹی
موٹی مصنوعات کو ذکر کے خدائے دلیل دمی تاکہ انسان زیادہ گہری سوچ میں
نہ پڑے ورنہ وہ سمجھنا چاہے تو معمولی سی توجیہ کے ساتھ معمولی سے غور و
فکر کے ساتھ بات کو سمجھ لے جیسے اپنے گورہ سمجھ لیتا ہے۔ اور نہ سمجھنا چاہے
تو اسے قرآن حکیم کی اصطلاح میں ملحد کہتے ہیں، جاہل کہتے ہیں، منکر کہتے
ہیں۔ اس کے لئے تو بڑے سے بڑے دلائل بھی بیکار ہیں۔ جو سمجھنے کی کوشش
کرے، **إِلَّا مَنْ آتَى اللَّهَ بِقَلْبٍ سَلِيمٍ** (الشعراء ۸۹) جو صحیح دل کے
ساتھ رب العالمین کی طرف رجوع کرے، وہ کائنات کی کسی چیز کو بھی نہیں
اگر کائنات کی چیزوں کو نہیں دیکھ سکتا تو اپنے وجود ہی کیسے لیں، **وَفِي
أَنْفُسِكُمْ أَفَلَا تُبْصِرُونَ** (الذاریات ۱۷) وہ رب العالمین کو یقیناً پاگا
لیکن خدا کی طرف رجوع سے انکار کرنے والے کے سامنے آپ ہزار دلائل
پیش کر دیں، کسی بھی طریقے پر آپ اس کو سمجھائیں، محنت کریں، مشقت کریں
اس کو منانے کے لئے آپ کتنا بھی زور لگائیں جب اس نے ماننا ہی نہیں
ہے، **الْكَارِهُنَّ كُنَّ يَأْتِيهِمْ سَوَآءٌ عَلَيْهِمْ ءَأَنذَرْتَهُمْ أَمْ لَمْ**

تُنذِرُهُمْ لَا يُؤْمِنُونَ ۝ (البقرہ ص ۷۱) کا مصداق ہو، وہ اللہ تعالیٰ کے دین
کی بات کیسے سمجھ سکتا ہے؟

آج کی آیت گرامریہ میں سب العالمین نے جو دلائل بیان فرمائے ان میں
اللہ تعالیٰ کے وجود کی دلیل، اللہ تعالیٰ کی وحدانیت کی دلیل، اللہ تعالیٰ کے
مقصد ہونے کی دلیل اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات کے جامع ہونے
کی دلیل اور انسانی کائنات کے مختلف اقسام کی تقسیم بیان فرمائی۔ شروع میں
فرمایا کہ آپ زمین میں دیکھ لیں قطعاً متجاوِزات زمین میں ملے جلے ٹکڑے
ہیں اور وہ ملے جلے ٹکڑے ایک ہی زمین کا حصہ ہیں، ایک ہی پانی سے ان سب
کو پانی بنایا جاتا ہے، ایک ہی کاشتکار، ایک ہی زمیندار زمیندار ہی کرتا ہے
نگہبانی کرتا ہے لیکن آپ دیکھتے ہیں کہ انہی ٹکڑوں میں کوئی ٹکڑے بہتر ہیں
کوئی ٹکڑے کمزور ہیں کوئی ٹکڑے بالکل رومی ہیں حالانکہ پانی سب پر متواتر
ایک ہی طریقے پر آتا ہے، محنت کر لے، واسلے لے تینوں میں ایک ہی طریقے پر محنت
کی اور بیج بھی تینوں میں ایک ہی قسم کا ڈالا گیا لیکن نتیجے کے اعتبار سے کچھ
بہتر نکلے، کچھ رومی نکلے اور کچھ متوسلہ نکلے، اسی کی تشریح نبی کریم صلی اللہ
علیہ وسلم نے اپنی کلام اقدس میں یوں فرمائی۔ آپ فرماتے ہیں کہ میری مثال اللہ تعالیٰ
کی طرف سے آنے والی ہدایت کی مثال اور انسانوں کی مثال آپ یوں سمجھ لیں
کہ جب آسمان سے بارش برسی ہے تو زمین کے تین حصے ہو جاتے ہیں۔ کچھ
حصہ زمین کا ایسا ہوتا ہے کہ جس میں بارش کا آنا اس کے لئے باعث برکت
وہ زمین کا حصہ اس پانی کو قبول کرتا ہے اور اس سے پھل اور پھول نکلتے ہیں،

وہ خود بھی تروتازہ ہو جاتا ہے، دیکھنے والے اس کو اچھا منظر سمجھتے ہیں اور دوسروں کے لئے دوسرے فوائد بھی پہنچاتا ہے۔ اور زمین کے کچھ حصے ایسے بھی ہیں جن کو ہماری اصطلاح میں گڑھے کہتے ہیں۔ پانی برس اور ان گڑھوں میں آکر جمع ہو گیا لیکن گڑھے چارے اس سے کوئی فائدہ حاصل نہ کر سکے، دوسرے لوگوں نے ان سے فائدہ حاصل کیا، کسی نے چار پائیوں کو پانی پلایا، کسی نے کپڑے دھوئے، کسی نے دیگر مفید ضروریات کے لئے اس پانی کو استعمال کیا۔ تیسری قسم وہ ہوتی ہے کہ آسمان سے بارش برسی اور برستی ہی بہتی ہوئی نکل گئی، زمین اس پانی کو قبول نہا اپنے لئے کر سکی اور نہ دوسروں کے لئے کر سکی، جیسے وہ زمین کا خطہ پہلے عقاب بھیجی و لیا ہی ہے، اس بڑی موسلا دھار بارش سے وہ زمین کا خطہ محروم رہ گیا۔

سید الانبیاء و صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میری مثال، اللہ تعالیٰ کی طرف سے آنے والی ہدایت کی مثال یوں ہی سمجھ لیجئے کہ وحی کو اللہ تعالیٰ نے بعض ایکتا میں بارش کے ساتھ تشبیہ و تمثیل مجید میں آنے کے جس طرح پانی کے ساتھ مردہ زمین کو حیات ملتی ہے اسی طرح وحی کے ساتھ مردہ روحوں کو حیات ملتی ہے۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے جب وحی نازل ہوئی نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر، تو اس وقت کے انسانوں کے تین حصے بن گئے اور یہ حصے قیامت تک باقی رہیں گے۔ کچھ وہ انسان خوش بخت ہیں جنہوں نے اللہ تعالیٰ کی وحی کو قبول کیا، اللہ تعالیٰ کی تعلیمات کو قبول کیا، محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بات پر یقین لائے اور اپنے آپ کو صحیح مسلمان بنایا۔

وہ خود بھی مسلمان بنے اور دوسروں کے لئے بھی وہ نور ایمان کا باعث بنے۔
یہ وہ زمین ہے جس نے وحی کی بارش کو قبول کیا، خود بھی خوبصورت بنی
اور دوسروں کو بھی خوبصورتی بخشی، تروتازگی بخشی۔

دوسری قسم وہ انسانوں کی ہے، آسمان سے بارش وحی کی آئی، انہوں
نے اس کو قبول تو کیا لیکن ایسے بے ڈھنگے طریقے پر قبول کیا کہ خود اس سے
فائدہ نہ اٹھایا، وہ مصنف تو بن گئے، وہ محقق تو بن گئے، وہ ریسرچر تو کرتے
رہے، وہ بڑی بڑی علمی کتابیں لکھتے رہے لیکن خود گڑھے ہی رہے۔
اپنی قوم تکلی میں انہوں نے کچھ بھی حصہ حاصل نہیں کیا یہ وہ گڑھے ہیں
جن میں پانی موجود ہے لیکن دوسرے لوگ اس پانی سے فائدہ اٹھا رہے ہیں
اور یہ خود محروم گڑھوں کی شکل بھی یوں ہی ہوتی ہے پانی تو موجود ہے
وہ پانی بھی وہیں گل سڑ جاتا ہے۔

اور تیسری قسم انسانوں کی وہ ہے کہ جب وحی کی بارش کا نزول آسمان سے
ہوا تو انہوں نے اس وحی کو قبول ہی نہیں کیا۔ بڑے زور سے بارش برسی
لیکن ہتھوں نے اس وحی کو قبول نہ کیا۔ دور کے رہنے والوں نے اس کو قبول
کر لیا۔ اس وحی کی صداقت کا یقین پیش کیا اور یہ مانا کہ یہ وحی اللہ تعالیٰ
کی طرف سے ہے، لیکن اس وحی کی طرف سے دلائل پیش کرنے والے لوگ
بھی محروم رہے۔

صحیح حدیثوں میں آتا ہے، بخاری کی شرح میں بھی ہے، جب نبی کریم
صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے قیصر کے نام دعوتی خط ارسال فرمایا تو اس نے یہ کہا

کہ پتہ کیجئے اس میرے علاقے میں اگر عرب کے کوئی لوگ آئے ہوتے ہوں تو ان کو
میرے سامنے پیش کیجئے چنانچہ ابوسفیان (جو اس وقت تک مسلمان نہیں
ہوئے تھے) وہ اپنا قافلہ لے کر تجارت کے لئے پہنچ چکے تھے ان کو قیصر کے
دربار میں پیش کیا گیا کہ ان سے معلوم کیجئے کہ جس نبی نے آپ کو خط لکھا کہ یہ کیسے
ہیں؟ چنانچہ بخاری میں پوری تفصیل موجود ہے کہ قیصر نے آپ سے کہا میں
چند سوالات کروں گا آپ مجھے ان کے جواب دیں ترجمان کو لایا گیا جس نے
اس وقت کی زبان اور عربی زبان کے ماہر ہونے کی حیثیت سے دونوں میں
ترجمانی کے فرائض انجام دئے۔ تو چند سوالات کئے گئے، ان میں سے قیصر
کی طرف سے ایک سوال یہ بھی تھا کہ یہ نبی جو ہیں، (صلی اللہ علیہ وسلم) ان کو
بلانے والے امیر زیادہ ہیں یا غریب زیادہ ہیں؟ آپ نے فرمایا — غریب
لوگ ان پر ایمان زیادہ لارہے ہیں۔

دوسرا سوال اُس نے یہ کیا کہ کیا اس نبی کے خاندان میں سے کوئی بڑا پادشاہ
گزرے؟ تو انہوں نے کہا، نہیں، ان کے خاندان میں سے کوئی پادشاہ نہیں
گزرا۔

پھر اس نے یہ پوچھا کیا جب یہ وعدہ کرتے ہیں تو وعدہ خلافی کرتے ہیں؟ تو انہوں
نے کہا نہیں وعدہ خلافی نہیں کرتے۔

اس طرح کے چند سوالات کئے۔ تو اب کیجئے کہاں سے وہ قیصر اور کہاں سے
مکہ مکرمہ! — امام الانبیاء محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا نہیں ہے
وحیہ کلہی آپ کا خط لے کر گئے — تبلیغی اور دعوتی خط — حضور اکرم

صلی اللہ علیہ وسلم کی سب صفات میں کوہ حضورؐ کی تعلیمات کا ایک حصہ سن کر
 قیصر نے کیا کہا؟ وہ یہ کہتا ہے کہ اگر میں ہوتا اس بھی کے پاس (صلی اللہ علیہ وسلم)
 تو میں وہ پانی پی لیتا جس پانی کے ساتھ وہ اپنے پاؤں کو دھو تا ہے (صلی اللہ
 تعالیٰ علیہ وسلم)۔ بخاری میں موجود ہے۔۔۔ سے دنیا میں کوئی اتنا
 بڑا خراج پیش کرنے والا آدمی برحق صلی اللہ علیہ وسلم کو؟ ابھی تک وہ
 ایمان نہیں لایا اور آخر میں نہ ایمان سے محروم ہی رہا، وہ ملک جھگڑوں
 میں پڑ گیا، اپنی حکومت چھین جانے کے خوف سے وہ دولت ایمان
 سے محروم رہا لیکن جو خراج عقیدت اُس نے پیش کیا امام الاہلبیاء کو اس
 وقت وہ بہت بڑا خراج عقیدت ہے۔

آج میرے بزرگو! یہ بھی تو بہت کچھ کہا جاتا ہے تاکہ جی اسلام ان
 (UNFIT) سے، اسلام "چلتا" نہیں ہے۔ میرے دوستو! چودہ سو سال
 تک تو یہ چلتا رہا، اب آگے جا کر یہ معذور ہو گیا؟ کیا ہو گیا ہے؟ یعنی
 ۱۴۰۰ سال تک تو یہ چلتا رہا، اب تک چل رہا ہے اور انشاء اللہ آئندہ بھی
 چلے گا وَاللّٰهُ مُتِمُّ نُورِهِ وَكَوْكَرِةَ الْكَافِرُوْنَ ۝ (الصف: ۵)
 اسلام چلے گا اور اللہ نے اس کو چلانے کے لئے قرآن کریم کو بھیجا اور اللہ تعالیٰ
 نے دین اسلام کو دین حق کہا۔ هُوَ الَّذِيْ اَرْسَلَ رَسُوْلَهُ بِالْهُدٰى وَ
 دِيْنِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهُ عَلَى الدِّيْنِ كُلِّهِ وَكَوْكَرِةَ الْمُشْرِكِيْنَ ۝ (الصف: ۹)
 فرمایا میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو جو بھیجا، ایک دین دے کر بھیجا
 دِيْنِ الْحَقِّ، حق کہتے ہیں ان مرتب چیز کو، جو چیز دنیا سے نہ مٹ سکے

اسلام دنیا سے نہیں مٹ سکتا۔ اسی کے متعلق فرمایا گیا اَلْحَقُّ يَكُونُ وَلَا يُعْلَىٰ عَلَيْهِ۔ حق جو ہوتا ہے وہ خود بخود ابھرتا رہتا ہے، بلند ہوتا رہتا ہے، اس میں قوت ہوتی ہے بلند ہونے کی، اس میں طاقت ہوتی ہے قبولیت کی۔

تو حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے دعوتی خط کے جواب میں اس وقت کے عظیم بادشاہ نے یہ کہا کہ اگر میں حضور کے پاس ^{میں} تو میں اس پانی کو پی لیتا جس پانی سے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے پاؤں دھوتے ہیں۔ میرے بزرگوا دیکھئے بارش کہاں برسی، اثر کہاں پہنچا؟

یہی حال ہوا نجاشی شاہ حبشہ کا۔ ان کی خدمت میں پہنچتے ہیں جعفر ابن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ جن کا لقب ہے جعفر طیار۔ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا زاد بھائی ہیں، علی ابن ابی طالب کے بھائی ہیں۔ وہ جب پہنچتے ہیں قاصد کی شکل میں، آپ قائد ہیں لیکن نجاشی کے ساتھ جب سوال اور جواب ہوتے ہیں تو اس کے جواب میں نجاشی نے کیا کہا؟

ہمارے ملک کا ایک بہت بڑا مورخ اور محقق جو آج کل پیرس میں علامہ حمید اللہ حیدر آبادی (البترا ان کو سلامت رکھتے) ان کی اپنی تحقیق ہے اور یہ تحقیق صحیح ہے کہ نجاشی نے اسی وقت کلہ پڑھ لیا تھا لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ

تو بارش برسی تو کہاں کہاں تک قبول کرنے والوں نے اسے قبول کر لیا! لیکن جو قریب رہنے والے ہر جگہ تھے وہ گڑھے بھی بنے بلکہ چٹیل بن گئے۔ بارش برسی اور محروم رہے۔ ابو لہب کے متعلق فرمایا:۔

بَشَرًا يَدَا أَبِي لَهَبٍ وَتَبَّ (اللہب) ابولہب جہنمی ہوا، عقیقہ
 وغیرہ جہنم رسید ہوئے۔ یہاں پر قرآن کریم نے تمثیل کے طور پر فرمایا، ساتھ
 ہی دلیل بھلی بیان کی کہ تم دیکھو وہ کونسی طاقت ہے، زمین ایک ہو، پانی
 ایک ہو اور اس پانی کو پلانے والا ایک ہی آدمی ہو، کھیتی باڑی کرنے والا
 ایک ہی آدمی ہے، لیکن زمین کا کچھ حصہ بہترین گیا، کچھ حصہ کمزور بن گیا، کچھ
 حصہ رومی بن گیا۔ اور یوں بھی ہے کہ ایک ہی زمین میں آپ مختلف بیج
 بونٹے ہیں، ایک بیج بیٹھا نکلتا ہے، ایک بیج کھڑا نکلتا ہے، زمین ایک ہی
 ہے، ایک کھاری میں آپ نے گاجر لگا دی، اُس کو گاجر کی شکل میں اُس نے
 پیش کر دیا، دوسری کھاری میں آپ نے مرچ لگا دی، اُس نے وہ مرچ کی شکل
 میں آپ کے سامنے پیش کی۔

تو یہ زمین میں اتنی قوتیں پیدا کرنے والی کون سی طاقت ہے؟ زمین کے
 اندر کس نے مشین لگائی؟ کس نے کوئی مل لگائی؟ اندر کونسا کارخانہ ہے؟
 یہ مٹی کے ڈھیلے جو ہمیں نظر بھی نہیں آتا ان میں کیا ہو رہا ہے؟ ہم یہ کہتے ہیں
 یہ مٹی کے ڈھیلے ہیں ان میں جیٹا نہیں ہے۔ ارے بھائی جیات نہیں ہے، مردہ بھی کسی کو زندگی
 دے سکتا ہے؟ بھائی اگر مٹی کے ڈھیلوں میں جیات نہیں ہے، یہ مردہ
 ہیں، یہ ڈھیلے ہیں، یہ مٹی ہے، تو جو چیز ہم نے اس میں بونٹی اُس کو جیات
 کس نے بخشی؟ ع

خفتہ را خفتہ کے کسند بیدار

مردے کو تو مردہ زندہ نہیں کر سکتا۔ اگر مٹی میں زندگی نہیں، جیات

نہیں، تو اس مٹی نے بیج کو کیسے زندگی بخشی؟ اس لئے قرآن کریم نے نتیجے
 کے طور پر بیان فرمایا: **وَإِنْ تَعْجَبْ فَعَجَبٌ قَوْلُهُمْ إِذَا كُنَّا تُرَابًا
 ءَأِنَّا لَفِي خَلْقٍ جَدِيدٍ ۝**۔ قرآن نتیجہ بیان کر رہا ہے۔ اللہ تعالیٰ
 جو مثالیں بیان فرماتے ہیں میرے بھائیو! وہ حضرت کہانیاں یا مثالیں نہیں
 ہوتیں بلکہ ساتھ فرمایا: **وَتِلْكَ الْأَمْثَالُ لِقَوْمٍ أَعْلَمُ**۔ ان کے سامنے کونسی
 (الحسنات) ہم مثالیں اس لئے بیان کرتے ہیں تاکہ لوگ سوچیں۔ فرمایا سوچنے
 والو! سوچ لو تمہیں کبھی اس بات پر تعجب ہوا، اگر تمہارے سامنے کوئی
 یہ کہہ دے، میرے بھائی! اگر کسی چھوٹے بچے کے سامنے جس نے ابھی تک
 زراعت اور کاشت کاری کو نہ دیکھا ہو، یہ کہہ دیا جائے کہ بیٹا! یہ جو کھیت تم
 دیکھ رہے ہو، یہ تو صرف ڈھیلے ہی ہیں، یہ صرف ڈھیلے نہیں ہیں، ان میں
 زندگی ہے، ان میں ہم ایک دانہ رکھ دیں گے، بیج بو دیں گے، کچھ زمانے کے
 بعد اس کو یہ ڈھیلے زندہ کر دیں گے۔ آپ سوچئے میرے بھائی! وہ بیج جو ہمارے
 بویوں میں پڑا رہتا ہے وہاں پر تو وہ زندہ نہیں ہوتا لیکن جو وہی اسے
 زمین میں دفن کر دیا گیا اور اس کو خاص طریقے پر پانی پہنچایا گیا تو وہ بیج زندہ
 ہوا اور کہاں زندہ ہوا؟ اس مٹی میں زندہ ہوا جس مٹی کو ہم مردہ سمجھ رہے
 تھے۔ تو اللہ تعالیٰ نے اس تمثیل کے بعد نتیجے کے طور پر بیان فرمایا کہ اسے
 میرے حبیب! **(صَلَّى اللّٰهُ تَعَالَى عَلَيْكَ وَسَلَّمَ)** ان کی یہ بات بڑی عجیب ہے
 یہ کہتے ہیں کہ جب ہم مٹی ہو جائیں گے، **ءَاِنَّا لَفِي خَلْقٍ جَدِيدٍ ۝**
 کیا ہم پھر دوبارہ زندہ ہوں گے؟

دیکھئے میرے بھائیوں اور بزرگوں! قرآن مجید کے چار بنیادی مسائل ہیں۔ ویسے تو
 قرآن سارے کا سارا ہدایت ہے۔ اَللّٰهُمَّ سَمِّعْ لِيْ كَلِمَاتِيْ وَانصُرْ لِيْ
 اس کا ایک ایک کلمہ، اس کا ایک ایک حرف، اس کا ایک ایک نشوونما، یہ
 سارے کا سارا ہدایت ہے، ہادی ہے اور یہ منزل من اللہ ہے۔ آج کل
 جو یہ بعض طرف سے نشوونما بلند کئے جا رہے ہیں، اللہ ان کو ہدایت دے کہ
 یہ قرآن مجید کچھ حضور کا اپنا بھی کلام ہے (نعوذ باللہ من ذالک) قرآن مجید
 حضور کا کلام کیسے ہو سکتا ہے؟ قرآن پڑھنے والے نہیں جانتے؟ کیا فرمایا
 امام الانبیاء کو؟ لَا تَحْرِيْكَ بِهٖ لِسَانَكَ لِتَعْجَلَ بِهٖ ۙ اِنَّ عَلَيْنَا جَمْعَهُ
 وَ قُرْاٰنَهُ ۙ فَاِذَا قُرْاٰنُهُ فَاتَّبِعْ قُرْاٰنَهُ ۙ ثُمَّ اِنَّا عَلَيْنَا
 بَيّٰنُهُ ۙ (القیمة ۱۹ تا ۲۴) ان بدبختوں کے لئے تو قرآن نے پہلے سے مسالہ
 تیار کر رکھا ہے۔ قرآن میں ہر لفظ کا جواب موجود ہے۔ تَنْزِيْلٌ مِّنْ حَكِيْمٍ
 حَمِيْدٍ ۝ حَلَمَ السَّجْدَ ۝ (۲۲) فرمایا کہ میں اس کو اتار رہا ہوں۔ لَا يٰۤاٰتِيْهِ الْبٰطِلُ
 مِنْ اَيْمٰنٍ يَدِيْنِ وَلَا مِنْ خَلْفِهٖ ۙ تَنْزِيْلٌ مِّنْ حَكِيْمٍ حَمِيْدٍ ۝ (رحم
 السجدہ ۲۲) فرمایا کہ اس قرآن کے سامنے باطل کہاں مٹھہر سکتا ہے؟ نہ پیچھے
 سے وار کر سکتا ہے، نہ سامنے سے وار کر سکتا ہے، باطل کو منہ کی کھانی پڑے
 گی۔ قرآن میں تمام فتنوں کے جواب پہلے ہی دے دیئے ہیں جب قرآن نازل کیا۔
 یہ تو اللہ کا کلام ہے اللہ تعالیٰ تو عظیم اور خیر رکھے، اُن کو علم تھا کہ دنیا میں ایسے
 بھی بعض بدبخت پیدا ہو جائیں گے جو یہ کہہ دیں گے کہ قرآن اللہ کا کلام نہیں
 ہے بلکہ جناب محمد رسول اللہ کا کلام ہے۔ اللہ ایسے بدبختوں کو ہدایت دے

کہ وہ جنت سے اپنے آپ کو محفوظ رکھ سکیں۔ مسلمان کا بنیادی عقیدہ ہے، اسلام
 کا بنیادی عقیدہ ہے اور اس کا انکار کرنے سے انسان کافر ہو جاتا ہے کہ قرآن
 کیا ہے؟ کلام اللہ۔ اللہ کا کلام ہے۔ یہ محمد رسول اللہ کا کلام نہیں ہے۔
 حضور نے یہ تم تک پہنچایا اللہ کے کلام کو۔ نازل کرنے والے اللہ تعالیٰ، جیسے
 والے اللہ تعالیٰ، کہلو اسے، والے اللہ تعالیٰ۔ کہلو ایکس کی زبان سے، جتنا
 محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان سے۔ حضور نے اپنا قرآن نہیں بنایا نہ
 حضور نے قرآن میں دخل دیا۔ قرآن جیسے والے نے کیا فرمایا؟ لا تحركوا
 لسانك لتعجل به۔ اے میرے حبیب! جب آپ پر قرآن نازل ہوتا ہے
 چونکہ آپ قرآن کے سنتے ہیں، سنانے میں، پڑھنے میں، پڑھانے میں بڑے
 دلچسپ ہیں۔ حضور را نور صلی اللہ علیہ وسلم قرآن پر عاشق تھے، شیدا تھے، اس لئے
 جب جبریل امین قرآن آپ کے پاس لے کر آتے تو حضور را نور صلی اللہ علیہ وسلم
 فوراً ہی پڑھنا شروع کر دیتے تھے (آیت کی تکمیل سے پہلے) تو فرمایا کہ لا
 تحركوا لسانك لتعجل به۔ اے میرے حبیب! آپ قرآن
 مجید پڑھنے میں جلدی نہ کیا کریں، زبان تک نہ بلائیں۔ اِنَّا عَلَيْنَا جَمْعُهُ وَ
 قُرْآنُهُ فَادْفَعْنَاهُ فَاتَّبَعْنَا قُرْآنَهُ۔ پس جب ہم پڑھا کریں تو آپ
 بھی اس کی پیروی کیا کریں۔

یہ جو بعض روایتوں میں آتا ہے کہ حضور را نور صلی اللہ علیہ وسلم پر جب جبریل
 نازل ہوتے تھے، وحی نازل ہوتی تھی، تو اس کی آواز مختلف شکلوں میں
 تھی۔ کبھی مکھی کی جھنجھٹاہٹ تھی، وہ دوسروں کے لئے تھی۔ حضور کے

سائے تو نور ہی نازل ہو رہا تھا ذلک الکتب لاریب فیہ (بقلم)
 یہاں سب کو مخالف لگا رہے اللہ کے بندوں کو (الشران کو ہدایت ہے)
 کہ جب مکھی کی آواز تھی تو الفاظ کون بنا تھا؟ جس الفاظ وہی بناتے تھے
 جو مکھی کی آواز کی شکل میں آتے تھے۔ تو حضور خود نہیں بناتے تھے وہ سمعی
 کلام ہوتا تھا، وہ کلام الفاظ تھے اور وہ الفاظ بنا کرتے تھے جناب
 محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور سننے والے لوگ یہ سمجھتے
 تھے کہ شاید اس کی آوازیوں سے۔

اور اس کی بالکل واضح سی مثال ہے بھائی! آج کل تو ساری مثالیں
 دینے پہ پیش کر دیں اور وہ ساری کی ساری مثالیں دین اسلام کی تائید کے
 لئے ہیں۔ کچھ آپ سب دوست جانتے ہیں کہ جب ٹیلیگراف آفس میں تار دیا
 جاتا ہے تو سننے والا کیا سمجھتا ہے؟ نہیں آپ جو اس فن سے ناواقف ہیں
 ہم تو یہی سمجھتے ہیں کہ وہاں پٹن پٹن پٹن پٹن ہو رہی ہے، ٹک ٹک ہوتی ہے
 ہمیں تو یہی معلوم ہوتا ہے لیکن جو وہ وہاں پر ٹیلیگراف کا ماہر ہے، اس فن
 کا واقف ہے، کلاک یا اس ڈیوٹی پر، تو وہ اس سے کیا نکال لیتا ہے؟
 حروف وہ سمجھتا ہے کہ فلاں فلاں حروف ہیں۔ یہ میں نے ویسے تھوڑی سی
 مثال عرض کی۔ اسی طرح قرآن مجید نازل ہوا نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم
 پر۔ سننے والوں نے کہا اس کو یوں سمجھا ہو لیکن حضور نے اپنی طرف سے
 کلام نہیں بنایا۔ یاد رکھئے میری بات، اس جو میں آیتیں پڑھ رہا ہوں یہ
 وہی آیتیں ہیں جو نازل ہوئیں امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم پر، اور یہ

اسی شکل میں نازل ہوئی ہیں۔ اللہ نے یوں ہی فرمایا وَإِنْ تَحِبَّ فَتَجِبْ قَوْلُهُمْ
یہ اللہ نے یونہی فرمایا جس طرح میں پڑھا تھا ہوں۔ میں نے اپنے بزرگوں سے
پڑھا، انہوں نے اپنے بزرگوں سے پڑھا حتیٰ کہ یہ سلسلہ پہنچا کہاں تک؟ امام الانبیاء
صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تک

اس لئے ہمارے اکابر نے کہا ہے کہ قرآن کریم ناظرہ پڑھنے کے لئے بھی سند
دیکار ہے یہ مسئلہ بھی سن لیں۔ حضرت شاہ ولی اللہ دہلوی رحمۃ اللہ علیہ جو
پر صغیر کے بہت بڑے عالم دین تھے محقق تھے، اور اسرار معرفت اور شریعت سے وہ آشنا تھے
انہوں نے اپنی کتاب لکھی ہے جس طرح قرآن مجید انہوں نے ناظرہ پڑھا ہے
اپنے استاد سے، پھر انہوں نے اپنے استاد سے، انہوں نے اپنے استاد سے حتیٰ
کہ انہوں نے وہ سند کہاں تک پہنچائی؟ عبد اللہ ابن مسعود تک۔ اور عبد اللہ ابن
مسعود نے کس سے پڑھا؟ جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پڑھا۔
یعنی ہمارے ہاں تو تلاوت قرآن مجید بھی با سند موجود ہے۔ تاکہ ایسے جُتباؤ کا
قلع قلع ہو سکے کہ ہم جو پڑھتے ہیں یہ خود دیکھ کر نہیں پڑھتے بلکہ ہم نے کسی اور سے
سنا، اپنے استاد سے، اس نے اپنے استاد سے، اس نے اپنے استاد سے حتیٰ
کہ یہ سلسلہ تلاوت بھی۔ ترجمہ نہیں میرے بزرگوں! تشریح نہیں، بلکہ سلسلہ
تلاوت بھی پہنچ جاتا ہے، کہاں تک؟ جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
تک۔ تو اس لئے قرآن مجید ہمارے کا سارے اللہ کا کلام ہے تو جو مثالیں
اللہ تعالیٰ دیتے ہیں یہ مثالیں ویسے ہی نہیں ہیں۔ اور میرے بھائیو! یاد رکھئے
اللہ تعالیٰ ہم سب کو سچو نصیب فرمائے، اس زمانے میں بھی یہودیوں نے

منافقوں نے، دین کے دشمنوں نے ایسے ہی اعتراضات کئے تھے۔ قرآن مجید کے

پہلے ہی پارے میں پڑھا لیجئے، اللہ نے کیا فرمایا؟ إِنَّ اللَّهَ لَا يَسْتَحْيٰ اَنْ

يَضْرِبَ مَثَلًا مَّا بَعُوضًا فَمَا فَوْقَهَا ۗ فَاَمَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا فَيَعْلَمُوْنَ

اَنَّهٗ الْحَقُّ مِنْ رَبِّهِمْ ۗ وَاَمَّا الَّذِيْنَ كَفَرُوْا فَيَقُوْلُوْنَ مَاذَا

اَرَادَ اللّٰهُ بِهٰذَا مَثَلًا ۗ يُضِلُّ بِهٖ كَثِيْرًا ۗ وَيَهْدِيْ بِهٖ كَثِيْرًا ۗ

(البقرہ ۱۷۱) یعنی پہلے ہی پارے میں آتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نہیں شرماتے، یعنی یہودیوں

نے اور منافقوں نے یہ شوشہ بلند کیا، اعتراض کیا کہ جی یہ قرآن اللہ کا عجیب کلام

ہے! اس میں کہیں کتے کا ذکر آتا ہے، اس میں کہیں مکھی کا ذکر آتا ہے، اس میں کہیں

گدھے کا ذکر آتا ہے، قرآن میں بہت سی مثالیں ہیں، تو یہ اللہ کا کلام کیسے ہو

سکتا ہے؟ قرآن نے فرمایا کہ عالم بے عمل کی مثال اُس گدھے کی سی ہے جس پر

کتابیں لاد دی جائیں اور دنیاوی خواہشات کے پیروکار کی مثال کتے کی طرح،

معبودین دون اللہ جو بنائے جاتے ہیں ان کے متعلق قرآن نے فرمایا إِنَّ

الَّذِيْنَ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ كُنْ يَخْلُقُوْا ذُبَابًا وَّلَوْ اٰبَتُمْ حُوْلًا ۗ

(الحج ۱۷) جن کو تم معبود سمجھتے ہو اللہ کو چھوڑ کر، وہ تو مکھی بھی نہیں بنا سکتے۔

وَلَوْ اٰبَتُمْ حُوْلًا ۗ اَلَا كَرِهَ ۗ اِنَّ سَارَةَ سَارَةَ مَكْحُوْلًا ۗ بِنَانِكَ لَمَسَّ جَمْعٌ ۗ

جائیں۔

تو ایسی باتوں کو سن کر اس وقت یہودیوں نے اور منافقوں نے یہ اعتراض

کیا کہ قرآن مجید اللہ تعالیٰ کا کلام کیسے ہو سکتا ہے؟ اس میں مکھی کا اور چھپر

کا ذکر ہے۔ تو قرآن نے کیا جواب دیا؟ إِنَّ اللَّهَ لَا يَسْتَحْيٰ اَنْ يَضْرِبَ

مَثَلًا مَّا بَعُوضَةٌ فَمَا وَقَّحَهَا — کہ اللہ تعالیٰ جو مثالیں دیتے ہیں یہ دیتے ہی رہیں گے اور قرآن نازل ہوتا ہی رہے گا نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر اور یہ مثالیں بیان کرنے میں بھی ایک حکمت ہے۔

أَمَّا الَّذِينَ فِي قُلُوبِهِم مَّرَضٌ — جن کے دلوں میں نفاق کی بکفر کی بیماری ہے وہ تو کہتے ہیں مَاذَا أَرَادَ اللَّهُ بِهَذَا مَثَلًا — اللہ نے یہ مثال کیوں بیان کی؟ اسی لئے آج کل ہمارے بعض دوست کہہ دیتے ہیں کہ حدیثوں میں فلاں مسئلہ یوں آیا، فلاں یوں آیا یہ یوں نہیں ہو سکتا، یعنی محمد رسول اللہ کو رائے دیتے ہیں (تھوڑا بالٹھمن ذالک) میٹرک فیل لوگ اور بیکار قسم کے لوگ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیثوں پر اور حضورؐ کے ارشادات پر تنقید کرتے ہیں جن پر بڑے بڑے علماء بڑے بڑے فقہاء بڑے بڑے صوفیاء جن کے بارے میں دنیا متفق ہے کہ ایسے لوگ دوسری کسی امت میں پیدا نہیں ہوئے۔

تصوف کی کتابوں میں ہے کہ امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت ہوتی ہے امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ کو۔ امام غزالی اپنے مکاشفات میں لکھتے ہیں کہ میں نے دیکھا عالم کشف میں کہ امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم تشریف فرما ہیں، میں جب قریب ہوا تو میں نے دیکھا کہ آپ کے پاس حضرت موسیٰ علیہ السلام بھی تشریف فرما ہیں، تو حضورؐ نے حضرت موسیٰ سے فرمایا کہ اے موسیٰ! تیری امت میں غزالی کے پاسے کا کوئی انسان گذرا ہے، تو حضرت موسیٰ نے عرض کی کہ اے اللہ کے نبی! خاتم الانبیاء جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم! میری امت میں غزالی کے پاسے کا کوئی

انسان نہیں گذرا۔

تو جس امت میں عزالی کے پائے کا کوئی نہ گذرا ہو اس امت میں صدیقؑ کے پائے کا کوئی گذر سکتا ہے؟ اس امت میں عمرؑ کے پائے کا کوئی گذر سکتا ہے؟ اس امت میں عثمانؓ و علیؑ کے پائے کا کوئی گذر سکتا ہے؟ کاش آج مسلمان اپنے دین کی قدر کرتے میرے بھائی! آج دوسرے کے تو ہمارے دین کی روایات اور تعلیمات کو قبول کر رہے ہیں علیؑ طور پر بھی اور علیؑ طور پر بھی۔ دنیا میں زندہ رہنے والا صرف ایک ہی مذہب ہے اور وہ اسلام ہے۔ زندہ رہنے والی صرف ایک ہی کتاب ہے اور وہ قرآن مجید ہے اور اس کی تشریحیات ہیں جو محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی زبان مبارک سے ارشاد فرمائیں۔

میں اپنی پہلی کسی صحبت میں شائد عرض کر چکا ہوں آج سے کچھ زمانہ پہلے لارڈ ہیڈلے، جن کا پھر اسلامی نام فاروق رکھا گیا، وہ مسلمان ہوئے، ہندوستان تشریف لائے۔ نظام حیدرآباد کن نے ان کی تقریر کا انتظام کیا حیدرآباد میں انہوں نے تقریر کی اور اس میں یہ بتایا کہ میں نے اسلام کیوں قبول کیا ہے اور اسلام قبول کرنے کی وجہ بیان کرتے کرتے فرمایا کہ مجھے اسلام کا نظام طہارت پسند ہے۔ آج جس نظام کے ساتھ مسلمان خود مذاق کرتے ہیں، فرمایا مجھے اسلام کا نظام طہارت پسند ہے، اس لئے میں نے اسلام قبول کیا دنیا میں کوئی بھی آپ نظام لے لیں، اسلام کے نظام کا مقابلہ نہیں کر سکتا۔ کل رات شاہی ایبٹ آباد میں امام الانبیاء کی حدیث کا درس گذرا انھوں نے اللہ تعالیٰ ایسے رسول کو قائم رکھے، اللہ آپ کو اور دوسرے سب

بھائیوں کو اس سے بھی زیادہ قرآن مجید کی روشنی کو پھیلانے کی توفیق عطا
 فرمائے۔ میرے بھائیوں میں عرض کر دوں آج ہم سب رونا روتے ہیں کہ مسلمانوں
 کی حالت خراب ہے، اسلامی تعلیمات مٹتی چلی جا رہی ہیں، لیکن میرے بزرگوں
 پر تیری پڑھنے سے تو کچھ بھی نہیں بنتا۔ اس وقت عمل کیا جائے میرا
 اپنا تجربہ ہے اپنے بزرگوں کی دعاؤں کے طفیل کہ جس شہر میں جس بستی میں
 ساوہ قسم کا درس قرآن ہو، اختلافی مسائل سے بچا جائے، اللہ کے قرآن کو اللہ
 کے کلام کی شکل میں پیش کیا جائے اور درس حدیث و صحابہ محمد رسول اللہ
 صلی اللہ علیہ وسلم کا، وہ بستی انوار الہی سے یقیناً آہستہ آہستہ متاثر ہوتی
 رہتی ہے۔ جہاں حضور کا ذکر ہو، جہاں حضور کی تعلیمات بیان ہوں، جہاں
 قرآن مجید بیان ہو، کتاب مبارک کا ذکر ہو تو وہاں برکات کیوں نازل نہ
 ہوں؟ اگر آج ہماری بستیوں میں، ہمارے شہروں میں، ہمارے دیہاتوں میں
 بلکہ ہمارے گھروں میں بھی اگر ایسا انتظام ہو جائے کہ ہم قرآن مجید سنیں،
 قرآن مجید سنائیں، قرآن مجید پڑھیں، قرآن مجید پڑھائیں، امام الانبیاء کی احادیث
 مقدسہ کو ہم پڑھیں، پڑھائیں تو انشاء اللہ اس سے ہماری بڑی کافی تکالیف
 دور ہو سکتی ہیں۔ تو راستہ ہی کو میں کہہ رہا تھا اب بٹ آباد میں آج کل ہیں وہاں
 ہوں، تو میرے ساتھ یہ بھائی ابیٹ آباد سے قرآن سننے کے لئے آئے اور
 دوسرے جو بھائی جہاں کہیں سے بھی آئے ہیں، میں سنتا ہوں کہ لاہور سے
 بھی کوئی صاحب تشریح لائے ہیں، اللہ ان سب کے آئے کو دین کے لئے
 قبول فرمائے ان کا آنا قرآن کے لئے ہے، اللہ اس میں مزید برکتیں پیدا

فرمائے۔ ان قدموں میں اللہ تعالیٰ کی بھی توفیق عطا فرمائے۔ تو وہاں پراسیٹ آباد
 میں لائٹ گورنر میں حدیث ہنرہ پڑھا، اس میں ایک حدیث گزری۔ حضور رابوہ
 صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ دو باتیں فرمائیں **لَوْ لَا اَنْ اَشَقَّ عَلَيَّ
 اَمْرِي لَأَمَرْتُكُمْ بِالسُّوَالِكِ عِنْدَ كُلِّ صَلَاةٍ** فرمایا کہ اگر مجھے اپنی امت پر
 تکلیف کا خوف نہ ہوتا کہ میری امت اس بات کو ناقابل برداشت سمجھے گی،
 میری امت تکلیف میں پڑ جائے گی، مشقت میں پڑ جائے گی تو میں ان کو دو
 باتوں کا حکم ضرور دیتا۔ پہلی بات یہ کہ میں حکم دیتا کہ عشاء کی نماز ذرا دیر سے پڑھیں
 کیونکہ ہمارے ہاں لہو و لعاب کا قصہ اسلام میں نہیں ہے، اٹھا کر دیکھ لیجئے
 حدیثوں کی کتابوں کو، امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے تو **اَلشَّمْسُ بِاللَّيْلِ** کے متعلق
 مستقل باب بیان کئے ہیں اور بخاری میں بھی ہے۔ راستہ کو عشاء کی نماز پڑھ کر
 دنیاوی باتیں بالکل نہ کی جائیں بلکہ دینی بات اگر کوئی کرنی ہے، وظیفہ ہے، پورہ
 ہے، کچھ تبلیغ ہے، ہا تو پھر تو جھیک سے در نہ سو جائے تاکہ پھر رات کو سحری
 کی نماز کے لئے اٹھ سکے۔ اور اس وقت کی تلاوت میں مصروف ہو جس کے
 متعلق قرآن کریم کو اسی دیتے ہیں۔ **اِقْرَأِ الصَّلَاةَ لِنَا لَوْلَا الشَّمْسُ
 اِلَى غَسَقِ اللَّيْلِ وَ قُرْآنَ الْفَجْرِ اِنَّ قُرْآنَ الْفَجْرِ كَانَ مَشْهُودًا**
 (بنی اسرائیل) فرمایا کہ جب صبح قرآن پڑھا جاتا ہے تو میرے فرشتے اس
 کو سنتے کے لئے حاضر ہوتے ہیں (صبح کی نمازیں) اور ویسے بھی صبح کی نماز کے
 بعد جو قرآن کی تلاوت بعض دوست، بعض بچیاں، بعض بہنیں کرتی ہیں اللہ
 سب کو توفیق عطا فرمائے، تو یہ بڑی پاکیزہ مجلس ہوتی ہے، **اِنَّ قُرْآنَ**

الْفَجْرِ كَانَ صَشْهُوْدًا ۝ — صبح کے قرآن کے وقت، فرشتوں کا نزول ہوتا ہے۔ فرشتے نازل ہوتے ہیں۔ تو حضورؐ نے فرمایا، اپنی امت کو حکم دیا کہ رات کو عشاء کی نماز پڑھ کر با وضو سو جا یا کرو۔ اور بخاری میں مستقل ایک باب ہے کہ جو آدمی رات کو با وضو سو جائے (مرد یا عورت) اور اگر رات کو موت آگئی تو مَاتَ شَهِيدًا تو اس کی موت شہادت کی ہو گئی۔ پاکیزگی کی موت۔ آج ہم کس قصے میں لگے ہوئے ہیں، اللہ ہمارے سب بچوں کو، بھائیوں کو، بہنوں کو، ان بری عادات سے بچائے کہ رات کو دو دو بجے ہم فلمیں دیکھ کر آتے ہیں ہم وہ فیملی (WITH FAMILY) جاتے ہیں فلمیں دیکھنے کے لئے۔ اللہ تعالیٰ کے دین کی ہم مخالفت کرتے ہیں۔ یاد رکھئے میرے بھائیو یہ ہمارے طریقے اچھے نہیں ہیں۔ قرآن مجید میں آتا ہے کہ بہت سی قوموں پر میرا عذاب آیا، وَهُمْ يَلْعَبُونَ (الاعراف ۹۸)۔ وہ کھیل رہے تھے۔ وہ کھیل رہے تھے، میرے عذاب نے آپکڑا۔ تو فرمایا امام الانبیاء جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ میری امت کا جو فرد رات کو با وضو سو جائے گا اور با وضو تہن سو جائے کہ عشاء کی نماز پڑھی اور آکر لیٹ آگیا، تو اگر رات کو موت آجائے، اب تو مجھائی موتیں بڑی سمیٹی ہیں، فوراً آجاتی ہیں، کوئی نوٹس و نوٹس نہیں ملتا، اللہ تعالیٰ جب پکڑتے ہیں تو عجیب طریقے پر پکڑ لیتے ہیں۔ وہ پیدا کرنے میں تو کچھ ٹھوڑی سی مہلت دیتے ہیں، ہم سب ماؤں سے پیدا ہوئے ہیں، اللہ تعالیٰ ہماری ماؤں کو جنت نصیب فرمائے (اگر ہر چکی ہیں) زندہ ہیں تو اللہ ہمیں ان کی خدمت

کی توفیق عطا فرمائے۔ لیکن پیدائش سے کچھ عرصہ پہلے پتہ چل جاتا ہے کہ دنیا میں کوئی
 انسان نے والہ سے پیدائش کی خبر تو اللہ تعالیٰ سے دیتے ہیں لیکن موت کی خبر
 نہیں دیتے جب مائے ہیں تو پہلے اطلاع نہیں دیتے کہ تمہیں تیسرہ فروری کو
 ریٹائر کر دیا جائے گا، نہیں، اچانک موت آجاتی ہے۔ اَخَذْنَاهُمْ بَغْتَةً
 فَاِذَا هُمْ مُبْتَلِسُونَ (الانعام ۲۴) ہم ان کو اچانک پکڑ لیتے ہیں، پھر
 وہ نا امید ہو جاتے ہیں اپنی جیات سے۔ تو اللہ تعالیٰ موت جب چاہیں دیں۔
 بات کو اگر موت آجائے باوجود انسان کی توجہ حضور یہ فرماتے ہیں صَاتَ شَهِيدًا
 وہ شہید کی موت مرے گا۔ اس لئے حضور انور نے ارشاد فرمایا کہ عشاء
 کی نماز کے بعد قہقہے کہانیاں نہ کہئے جائیں۔ اور دوسری بات کیا فرمائی حضور
 نے لَامُوتُكُمْ بِالسُّوَاكِ عِنْدَ كُلِّ صَلَاةٍ۔ میں اپنی امت کو حکم دیتا کہ
 ہر نماز کے لئے جب وضو کریں تو مسواک کریں۔ اسی بات میں نے آپ کی
 خدمت میں عرض کر فی جا ہی تھی کہ آج دیکھیں چودہ سو سال بعد دنیا میں آپ
 کسی بھی ڈاکٹر کے پاس چلے جائیں بلکہ جہاں تک مجھے یاد ہے میں نے کسی
 رسالے میں پڑھا ہے کہ امریکہ میں تو تقریباً سارے کے سارے دانت مصنوعی
 ہوتے ہیں۔ اور ڈاکٹر لوگ ہمارے یہ کہتے ہیں کہ ساری بیماریاں کہاں سے پیدا
 ہوتی ہیں؟ دانت سے۔ ان کو تیرہ سو سال کے بعد پتہ چلا کہ دانتوں سے بیماریاں
 پیدا ہوتی ہیں اور نبی امی جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے چودہ سو
 سال پہلے فرمایا لَامُوتُكُمْ بِالسُّوَاكِ عِنْدَ كُلِّ صَلَاةٍ میں تمہیں حکم دیتا
 کہ ہر نماز کے لئے مسواک کرو، اگرچہ حکم نہیں دیا حضور نے، فرض نہیں قرار دیا

لیکن مسواک حضور کو پسند تھی۔ بعض روایتوں میں آتا ہے کہ جس نماز کے لئے مسواک کی جائے وضو کرتے وقت، اس میں سے کتنا عیس گنا ثواب ملتا ہے اس نماز سے زیادہ جو بلا مسواک کے پڑھی جائے۔ مگر آج ان باتوں کے ساتھ مسلمان مذاق کرتا ہے۔ ٹوٹھ پینٹ (TOOTH PASTES) جو ہم لیتے ہیں ان کے ساتھ تو مذاق کبھی نہیں کیا اور مسواک کے ساتھ مسلمان مذاق کرتا ہے کیونکہ پر شاہ و جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یاد رکھیں میرے بھائیوں میں ہمیشہ عرض کرتا رہتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ اس قرآن کی مجلس کو دوام عطا فرمائے ہیں ہمیشہ عرض کرتا رہتا ہوں کہ کوئی کفر کوئی سبب نہیں لگتے۔ کفر کے دو اسباب ہیں۔ انکار اور استغناء۔ اللہ کی بات کو نہ ماننا، انکار کر دینا کہ میں نہیں مانتا اللہ کی بات کو۔ کافر ہو جائے گا کہتا ہے "اللہ کی بات کو مانتا ہوں" لیکن اللہ کی بات کو بلکا سمجھتا ہے اللہ کی بات کے ساتھ مذاق کرتا ہے، دین کی بات کے ساتھ تمسخر کرتا ہے، استہزاء کرتا ہے۔ فوراً کافر ہو جائے گا۔ وہ اپنے آپ کو مسلمان سمجھتا رہے۔ اس کے مسلمان سمجھنے سے کچھ نہیں بنتا۔ فیصلہ تو خود کرتا ہے نیت بد نیتی کا سوال ہی نہیں ہے، تحقیقات کا سوال ہی نہیں ہے ہم مکلف ہیں جو امر بین جانب اللہ ہوا اس پر عمل کریں۔

تو میں عرض یہ کر رہا تھا کہ یہاں پر نتیجے کے طور پر فرمایا، قرآن مجید میں چار قسم کی تعلیمات ہیں، ہدایت یہاں سے چلی تھی، ویسے سارے کا سارا قرآن ہادی ہے، سارے کا سارا قرآن ہدایت ہے، سارے کا سارا قرآن نور اور فیاض ہے، لیکن جو بنیادی طور پر چار مسائل قرآن نے بیان فرمائے

ان کو پھر پھر کراؤسی مسئلے پر قرآن ختم کرتا ہے اپنی مختلف توضیحات میں۔
 پہلا مسئلہ ہے توحید کا۔ جناب باری تعالیٰ عز و جل کو و احد لا شریک
 ماننا۔ اللہ کی ذات میں کوئی شریک نہیں اور یہی سبقت مسلمان کو پڑھایا
 گیا۔ کہاں پڑھایا گیا؟ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ہ تمام صفتیں اللہ
 کا حق ہیں۔ یہاں پر ایمان بالصفات بیان ہوا۔ صفات ساری کی ساری
 اللہ کا حق ہیں۔ تو سارے کا سارا قرآن تقریباً توحید کی طرف پہلے بلاتا
 ہے۔ دوسرے نمبر پر جو قرآنی تعلیمات ہیں وہ رسالت ہے جناب محمد رسول اللہ
 صلی اللہ علیہ وسلم کی۔ کہ اللہ کے نبی کو رسول مانو اور رسول نے جو تعلیمات
 دی ہیں ان میں کسی قسم کی کمی بیشی نہ کرو اور یہ فکر بھی نہ پیدا کرو کہ ہم ان
 تعلیمات سے کسی طرح پیچھا چھڑائیں۔ اللہ سب کو سمجھو نصیب
 فرمائے۔ دیکھئے قرآن کے الفاظ ہیں پیش کر رہا ہوں۔ اللہ ارشاد فرماتے
 ہیں وَمَنْ يُشَاقِقِ الرَّسُولَ مِنْ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُ الْهُدٰی وَ
 يَتَّبِعْ غَيْرَ سَبِیْلِ الْمُؤْمِنِیْنَ نُوَلِّهِ مَا تَوَلٰی وَ نُصَلِّهِ بِمَا ظَنَّمَا
 وَ سَاءَتْ مَصِیْرًا (النساء ۱۱۵) میں لفظی ترجمہ کرتا ہوں تشریح آئیچہ
 سمجھ لیں۔

دیکھئے ارشاد کیا فرمایا؟ وَمَنْ يُشَاقِقِ الرَّسُولَ، جس نے دُوری
 اختیار کر لی اللہ کے رسول سے، ہٹ گیا اللہ کے رسول کی پیروی سے، رسول
 سے ہٹنے کا مطلب کیا ہے؟ رسول کے مکان کے ساتھ مکان بنائے، رسول
 کے ساتھ بیٹھ جائے؟ (صلی اللہ علیہ وسلم) یعنی جس نے امام الانبیاء کی

تعلیمات سے دوری اختیار کر لی۔ سب امام الانبیاء کی تعلیمات سے دوری اختیار کر کے
 کا تو کیوں کرے گا۔ وَمَنْ يَتَّبِعِ الرَّسُولَ مِنْ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُ الْهُدَىٰ وَ
 يَتَّبِعْ غَيْرَ سَبِيلِ الْمُؤْمِنِينَ، اور اس نے پیروی شروع کر دی اس راستے
 کی جو ایمان والوں کا راستہ نہیں ہے، کسی اور کا راستہ ہے، تو پھر ہم کیا کرتے
 ہیں؟ اس کی منتیں کرتے ہیں کہ آجا بھائی؟ — نہیں، اللہ فرماتے ہیں کہ میں اس
 سے پھر ناراض ہو جائوں گا۔ اللہ اس وقت غضب میں آجاتے ہیں۔ نُوَلِّهِ مَا تَوَلَّىٰ
 هُمْ اس کو دھکیل دیتے ہیں جدھر وہ دفع ہوا۔ اللہ پھر بلائے نہیں جس نے کہ اللہ کے
 بھیجے راستے کو چھوڑ دیا اور اللہ کے نبی کے راستے میں تنقیدیں شروع کر دیں۔
 دیکھیں قرآن نے دوسرے مقام پر فرمایا وَمَنْ يَتَّبِعْ غَيْرَ الْإِسْلَامِ
 دِينًا فَلَنْ يُقْبَلَ مِنْهُ ۖ وَهُوَ فِي الْآخِرَةِ مِنَ الْخَاسِرِينَ ۝ ر آل
 عمران ۸۵) — وَمَنْ يَتَّبِعْ، کیا معنی ہے ابتغاء کا ہ جو ڈھونڈنے
 لگے۔ ابھی بلا نہیں ہے، خیال کرتا ہے دل میں کہ یا اسلام میں جو پانچ وقت کی
 نمازیں فرض کر دی گئی ہیں کتنا ہی اچھا ہوتا کہ تین ہوتیں! — بس گیا
 کافر ہو گیا۔ اس تصور سے کافر ہو گیا۔ یعنی کفر کے ساتھ کوئی سینگ نہیں لگا
 کرتے وَمَنْ يَتَّبِعْ غَيْرَ الْإِسْلَامِ دِينًا فَلَنْ يُقْبَلَ مِنْهُ وَهُوَ فِي
 الْآخِرَةِ مِنَ الْخَاسِرِينَ ۝ جس کے تلاش بھی کیا۔ ابتغاء — تلاش کرنا،
 ڈھونڈنا۔ جس کسی نے ڈھونڈا ہے اسلام کے سوا کسی اور دین کو —
 دیکھئے یہاں پر نہ قرآن کا ذکر ہے نہ حدیث کا ذکر ہے۔ آج یہ بھی غلغلہ بند ہوتا
 ہے۔ — یہ کڑیاں ہیں، جو کھلتے کھلتے کھلتی جاتی ہیں۔

ایک بہت بڑا منکر حدیث گذرا ہے۔ جب وہ فارغ ہوا تو اس نے سب سے پہلے یہ کیا کہ ہدایہ وغیرہ کتابیں پڑھاتا تھا لہذا یورپ میں اور وہیں کہیں مردار ہوا۔ تو ایک دن اس نے یہ کیا کہ دو اینٹیں رکھ کر — سختہ اینٹیں — (ہدایہ ہمارے فقہ حنفی کی بہت بڑی کتاب ہے جس کے متعلق یورپ کے دکھار بھی یہ کہتے ہیں کہ اس شخص کو بہت بڑا بلند و داغ عطا ہوا۔ علامہ مزغینانی نے اس کتاب کو مرتب کیا جن کے مزار کی زیارت کے لئے باہر جیسے بادشاہ بھی تشریف لے گئے (رحمۃ اللہ علیہما)۔ تو اس بد بخت نے اینٹیں رکھ کر اوپر رکھا ہدایہ کو، ہدایہ بڑی موٹی کتاب ہے، وقایہ لگا ہوا تھا — پھر وہ اس کی چوکی بنا کر اوپر بیٹھ گیا اور غسل کیا ہدایہ پر — یہ بتایا اپنے شاگردوں کو، اپنے معتقدین کو کہ دیکھو! میں اس کے اوپر غسل کر رہا ہوں، میرا کیا بگڑا ہے — وہ سمجھا نہ تھا کہ اس ہدایہ میں قرآن تھا، اس ہدایہ میں حدیث تھی جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی — اور اللہ کے دین کی بے ادبی کرنے والے بڑے سخت نقصانوں میں رہتے ہیں۔

مولانا محمد ابراہیم میر سیالکوٹی گذرے ہیں۔ اہل حدیث کے صدر تھے۔ انہوں نے اپنی کتاب تذکرہ علماء حدیث کے شروع میں لکھا ہے کہ ایک دن میں باہر بیٹھا ہوا تھا اور کچھ کتابیں وغیرہ دیکھ رہا تھا — بہت بڑے مصنف بھی گذرے ہیں اور بہت بڑے اچھے عالم تھے — کہ میرے دل میں کچھ ایسی سی بات پیدا ہوئی، میں اندر گیا الماری سے ایک کتاب نکالی، اس کے لئے اتنے وقفے میں امام ابو حنیفہ کے متعلق میرے دل میں کچھ

بدگمانی سی پیدا ہوئی۔ میں اندر آیا تو میں اندھا ہو چکا تھا۔ میں نے استغفار
کی، توبہ کی، اللہ نے مجھے پھر نظر عطا کی اللہین کلہ ادبٹ۔ کیا سمجھتے
ہیں ہم ان لوگوں کو؟ امام ابو حنیفہ کی زندگی؟ امام ابو حنیفہ نے پورے سال تک
عشاء کے وضو کے ساتھ صبح کی نماز پڑھی ہے۔ تو رات کو ناچتے ہوں گے؟
کیا کرتے ہوں گے؟۔ ساری رات اللہ اللہ کرتے تھے اور آج فقہ حنفی
مذہب کے ہمارے سامنے پیش کیا جس پر ہم آٹھ سو سال تک عمل کرتے رہے
اسی کو اوزنگ زیب عالمگیر رحمۃ اللہ علیہ نے افتاویٰ عالمگیری کی شکل میں
مترجم کیا۔ فتاویٰ عالمگیری حضرت اوزنگ زیب رحمۃ اللہ علیہ کا دستور تھا
جسے عرب لوگ فتاویٰ ہندیہ کہتے ہیں۔ مصنف تک وہ مقبول تھا، مگر آج مسلمان
یہ کہتے ہیں کہ ہمارے پاس کوئی نظام حیات نہیں ہے اللہ مسلمانوں کو
سمجھ نصیب فرمائے۔ ابھی جو آیت میں نے پڑھی آپ کے سامنے مَن يُشَارِقُ

السُّؤْلِ

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے تین سو مرتبہ قرآن کریم کا مطالعہ کیا ایک مسئلہ
ڈھونڈنے کے لئے۔ کون سا مسئلہ؟ کہ اجماع امت دلیل ہے۔ ہمارا جو فقہ
حنفی ہے اس کے چار ستون ہیں (۱) کتاب اللہ (۲) کتاب الرسول (۳)
اجماع امت اور (۴) قیاس۔ تو وہ ڈھونڈتے تھے قرآن کریم کی ہدایت کو
کہ ہمیں کہیں واضح نص مل جائے کہ اجماع امت بھی دلیل ہے۔ تو اس کے
لئے آپ نے تین سو مرتبہ قرآن مجید کو پڑھا۔ آخر جا کر یہ آیت سامنے آئی
وَمَنْ يُشَارِقِ الرَّسُولَ مِنْ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُ الْهُدَىٰ وَيَتَّبِعْ غَيْرَ

سَبِيلِ الْمُؤْمِنِينَ ————— یہ سبیل المؤمنین کیا ہے؟ اجماع ہے۔
 جس راستے پر مومن چلتے ہیں (مسلمان نہیں) جس راستے پر مومن چلے، دین والے
 چلے جس راستے پر چلے ابو بکر صدیق، جس راستے پر چلے عمر فاروق، جس راستے
 پر چلے عثمان غنی، جس راستے پر چلے علی مرتضیٰ، جس راستے پر چلے امام ابوحنیفہ
 جس راستے پر چلے سیدنا عبدالقادر حیدرانی، جس راستے پر چلے خواجہ معین الدین
 اجمیری حشمتی، جس راستے پر چلے محمد قاسم نانوتوی ————— یہ سبیل المؤمنین
 ————— ان کو تو یہ باتیں سمجھو نہ آئیں جن کے علوم سے فرشتے بھی شرماتے تھے
 جن کو اللہ نے وہ علوم عطا کئے، وہ فنون عطا کئے، وہ روحانی بصیرتیں عطا کیں
 کہ جن کے سامنے بڑے بڑے علمائے زمانے ادب تہ کئے، وہ تو ایسی باتیں
 نہ سمجھ سکے۔

تو میں عرض یہ خدمت میں کر رہا تھا۔ قرآن مجید نے کیا فرمایا؟ استخفاف
 کی بات آئی تھی، کہ دیکھئے اللہ تعالیٰ کے دین کو چھوڑنے کے دو طریقے ہیں۔
 ایک ہے تکذیب اور ایک ہے استخفاف۔ تکذیب کا معنی اللہ کی بات کو
 جھوٹا کہہ دینا (ذی اللہ) اس سے بھی انسان کافر ہو جاتا ہے۔ اور
 استخفاف کا معنی، اس کو ہلکا سمجھنا،

تو یہ صہن میں بات آگئی تھی۔ قرآن کریم میں چار قسم کے بنیادی مضمون ہیں۔
 میں نے اپنی کتاب "معارف القرآن" میں اس پر پوری بحث کی ہے، پہلا مسئلہ
 کیا ہے؟ توحید — توحید ذاتی، توحید صفاتی اور توحید قاعلی۔ اور دوسرا
 بنیادی عقیدہ کیا ہے؟ رسالت ہے جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی۔

حضور کی رسالت کے بغیر بھی دین ناممکن ہے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لانا بنیادی مسئلہ ہے۔ اور حضور پر ایمان لانا خالی ایمان لانا حضور پر نہیں ہے، بلکہ تمام صفات پر ایمان لانا جیسا کہ قرآن نے فرمایا: مَا كَانَ مُحَمَّدٌ أَبَا أَحَدٍ مِّن رِّجَالِكُمْ وَلَكِن رَّسُولَ اللَّهِ وَخَاتَمَ النَّبِيِّينَ وَكَانَ اللَّهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمًا (الاحزاب: ۴) جتنی صفات حضور کی ہیں سب پر ایمان لانا ضروری ہے اور پھر تیسرا مسئلہ میرے بزرگوں قرآن کی صداقت۔ قرآن نے بار بار اپنی صداقت کو بیان کیا۔ کیونکہ قرآن کی صداقت دلیل ہے جناب محمد رسول اللہ کی صداقت کی۔ اور حضور کا ارشاد دلیل ہے الوصیۃ کے ذاتی اور صفاتی احکام کی۔ اور چوتھا مسئلہ کونسا ہے؟ قیامت کا مسئلہ یقینی ہے۔ بات یہاں سے چلی تھی: وَإِنْ تَعْجَبْ فَعَجَبٌ قَوْلُهُمْ إِذْ كُنَّا رَبَّاءً إِنْ نَأْتِيهِمْ خَلْقٌ جَدِيدٌ ۝۵ فرمایا کہ میرے حبیب! یہ اگر اس بات میں متعجب ہیں تو یہ تھوڑے تعجب کی بات ہے کہ یہ کہتے ہیں جب ہم پر جائیں گے، مٹی ہو جائیں گے، تو پھر کیا دوبارہ نہ نہ ہوں گے؟ تو قرآن مجید اپنی تعجیبات کے ساتھ ساتھ بنیادی مسائل کو بھی بیان کرتا ہے۔ یہ خالی مثالیں اور کہاوتیں نہیں ہیں۔ اس لئے چوتھی جو بات کی ایمان بالقیامت اور میرے بزرگوں کو دیکھ لیجئے ہمارے عقیدے کے مطابق سب سے جو پہلی سورت نازل ہوئی جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر وہ کونسی سورت ہے؟ سورت بلاق۔ سورت بلاق میں کیا فرمایا؟ إِنَّ إِلَى رَبِّكَ الشُّعْبُ (الطلاق: ۴) بے شک تیرے رب کی طرف سب کا لوٹنا ہے۔ یعنی پہلے دن جو آپ پر وحی آتی ہے اس میں یہ بات بتا دی گئی کہ قیامت پر ایمان لانا ضروری ہے

اور چونکہ سوریت فاتحہ ہم لوگ پڑھتے ہیں اپنی نمازوں میں جو ترتیب عثمانی جو
 مصدقہ سے جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اس ترتیب کے لحاظ سے
 اس میں ہم کیا پڑھتے ہیں؟ **مَالِكِ يَوْمَ الدِّينِ** (الفاتحہ) کہ اللہ تعالیٰ بدے
 کے دن کا بھی مالک ہے۔ یعنی بدے کے دن پر بھی ایمان لانا ضروری ہے۔
 اب میں ان آیات کا ترجمہ کرتا ہوں کیونکہ وقت قریب قریب ہو رہی چکا ہے
وَفِي الْأَرْضِ قِطْعٌ مُّتَجَوِّدَاتٌ اور زمین میں ٹکڑے ہیں ایک دوسرے کے ساتھ ملے
 ہوئے **وَجِبَالٌ كَالْحُتَاةِ** اور زمین میں باغات ہیں انگور کے، **وَزُرْعٌ**،
 اور کھیتیباں ہیں، **وَأَنْجِيلٌ** اور کھجوریں ہیں، **صِنَوَانٌ** و **غَيْرُ صِنَوَانٍ** بعض
 آپس میں ملی ہیں اور بعض ملی نہیں ہیں، **يُسْقَىٰ بِمَاءٍ وَاحِدٍ** تفسیر ان سب کو
 ایک ہی پالی دیا جاتا ہے **وَلَفْصٌ لِّبَعْضِهَا عَلَىٰ بَعْضٍ فِي الْأَكْلِ**، اور ہم
 بزرگی دیتے ہیں بعض کو بعض پر کھانے میں۔ **إِنَّ فِي ذَلِكَ لَآيَاتٍ لِّقَوْمٍ يَعْقِلُونَ**
 اس تمثیل میں اس مثال کے بیان کرنے میں بھی بہت بڑی نشانیاں ہیں عقلمند قوم
 کے لئے۔ اور اس کا نتیجہ بیان فرمایا۔ **وَإِنَّ تَعَجُّبًا**، اولاً گریہ بات عجیب
 سمجھی جانی ہے **فَعَجَبٌ قَوْلُهُمْ**، پس ان کا نزل کا یہ کہنا بھی تو بڑا عجیب
 ہے، **وَإِذَا كُنَّا تُرَابًا** کیا ہم جب مٹی ہو جائیں گے، **وَإِنَّا كَفِيٌّ نَّفَلِي جَدِيدًا**
 کیا ہم نئے سرے سے پھر بننے جائیں گے۔

ابھی میں نے مثال عرض کی کسی بچے سے آپ کہہ دیں بیابان کھیت ڈھیلے
 نہیں ہیں۔ د آہریہ ڈھیلے ہی تو ہیں، کچھ زمانے کے بعد ان میں ہل چلائیں گے،
 بیج ڈالیں گے، لو وہ بیج کہاں سے نکلے گا؟ انہی ڈھیلوں میں سے تو نکلے گا۔ اگر

ڈھیلوں میں زندگی نہیں تو بیچ میں کہاں سے زندگی آئے گی؟ فرمایا کہ یہ دوبارہ
 زندگی کا انکار کرنے والے کون سے لوگ ہیں؟ اُولَئِكَ الَّذِينَ كَفَرُوا وَإِبْرَاهِيمَ
 یہی وہ لوگ ہیں جو منکر ہو گئے اپنے رب کے۔ دیکھا؟ خالی قیامت کا انکار
 کیا، رب کے منکر بن گئے۔ یہ نہیں ہے کہ ایک مٹلے کا انکار... جیسے
 ہمارے ہاں اللہ تعالیٰ ہمیں سمجھ عطا فرمائے۔ مسلمانوں کو مختلف دینی بیماریاں
 لگ گئی ہیں۔ اوجہ اگر نہیں مانتا تو صرف ایک ہی بات کو نہیں مانتے
 کیا مضائقہ ہے؟ اوجہائی! ایک بات نہ ماننے سے خیر ہے؟ اگر
 ایک آدمی ایک بات نہیں مانتا دین کی تو کیوں نہیں مانتا؟ ایک بات کا انکار
 کرنے والا پورے اسلام کا منکر ہو جاتا ہے۔ قرآن دیکھ لیجئے۔ میں تو قرآن کی
 بات عرض کر رہا ہوں۔ یہودیوں نے کیا کہا تھا محمد رسول اللہ کی خدمت
 میں؟ (صلی اللہ علیہ وسلم) کہ اللہ کے نبی! آپ پر جبریل وحی لاتا ہے جبریل
 ہمارا پیرانا دشمن ہے، اگر امیکاٹیل وحی لائے تو ہم مان لیں گے۔ کیا قرآن نے
 کہا؟ قُلْ۔ آپ ان سے کہہ دیجئے۔ کہلو انے والا کوئی اور ہے کہ آپ
 کہہ رہے ہیں؟۔ اس اٹو کو اتنا بھی نہیں پتہ کہ کہلو انے والا کوئی اور ہے
 ۔۔۔ وہ اللہ تعالیٰ ہے۔ قُلْ۔ اے میرے حبیب! میری یہ بات
 ان سے کہہ دیجئے مَن كَانَ عَدُوًّا لِّجِبْرِيلَ فَاِنَّ نَزْلَهُ عَلٰی
 قَلْبِكَ بِاِذْنِ اللّٰهِ (البقرہ ۹۷) اور آگے چل کر فرمایا ہَمِّنْ كَا ت
 عَدُوًّا لِلّٰهِ وَمَلَائِكَتِهِ وَرُسُلِهِ وَجِبْرِيلَ وَمِيكَالَ فَاِنَّ اللّٰهَ
 عَدُوٌّ لِّلْكَافِرِيْنَ (البقرہ ۹۸) اگر تم جبریل کے دشمن ہو، تو تمہیں

میکائیل کا بھی دشمن سمجھا جائے گا۔ اور جبریل و میکائیل کے دشمن ہو تو سب فرشتوں کے دشمن ہو، اور فرشتوں کے دشمن بنے تو رسولوں کے دشمن بنے، اور رسولوں کے دشمن بنے تو اللہ کے دشمن بنے۔ اور پھر سن لو، اللہ کافروں کا دشمن ہے، ایک جبریل کے انکار کو قرآن نے کتنا توضیح کے ساتھ بیان کیا، یہ بات غلط ہے، یاد رکھیں میری بات قرآن اس نظریے کے خلاف ہے۔ دیکھئے نتیجہ کیا فرمایا؟ **أُولَٰئِكَ الَّذِينَ كَفَرُوا وَإِن لَّبِئْسَ مَا كَانُوا يَفْعَلُونَ** کے بعد دوبارہ زندگی نہیں ہے، یہ چھوٹا مسئلہ نہیں ہے، بلکہ **كُفْرُوا بِرَبِّهِمْ** یہ تو رب کے منکر بن گئے۔ رب کہتا ہے "ہے"، یہ کہتے ہیں "نہیں ہے"۔

قَالَ كَذِبًا أُولَٰئِكَ الَّذِينَ جَاءَ اللَّهُمُّ مِنْذِرًا وَمَنْ كَفَرَ بَعْدَ ذَلِكَ مِنْكُمْ قُلْ إِيَّاكُمْ أَنذَرْتُ لَوْلَا دَعْوَةَ اللَّهِ لَكُنَّ أَهْلًا عَذَابٍ أَلِيمٍ۔

ذَلِكَ رَجْعٌ بَعِيدٌ رَّجَعْنَا فِي الْأَنْفُسِ الَّذِينَ كَفَرُوا لَمَّا نَبَاؤُا بِمَا كَانُوا يَفْعَلُونَ۔

قسم ہے کہ تم مرنے کے بعد دوبارہ زندہ ہو گے اور یہ کافر کہتے ہیں **هَذَا شَيْءٌ عَجِيبٌ**۔ تو کافر بنے انکار قیامت سے۔ مرنے کے بعد زندگی کے منکر کافر ہو گئے۔

قرآن یہاں پر یہ فرماتا ہے۔

اور پھر کیا بنے گا؟ **وَأُولَٰئِكَ الْأَعْلَىٰ فِي أَعْيُنِهِمْ**، اور یہ وہ لوگ ہیں کہ طوق پڑیں گے ان کی گردنوں میں (لعنت کے طوق ہوں گے) **وَأُولَٰئِكَ أَصْحَابُ النَّارِ**، اور یہ تو آگ والے ہیں۔ **هُمْ فِيهَا خَالِدُونَ** یہ آگ میں ہمیشہ رہیں گے اللہ مجھے بھی آپ کو بھی جہنم کی آگ سے بچائے، حسن عقیدہ نصیب فرمائے، عمل کی توفیق عطا فرمائے، اپنے اعمال کی تفصیل پر اللہ تعالیٰ توبہ کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

دسوال درس قرآن مجید

منعقدہ سہ ماہی جاوی الاول ۱۳۸۸ھ - ۲۵ اگست ۱۹۶۸ء

اس درس مقدس میں مندرجہ ذیل علمی اور دینی فوائد موجود ہیں :-

- ① قرآن مجید کا سنا بھی باعث برکت اور رحمت ہے۔
- ② حدیث سے انکار سید دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے آگے بڑھنا ہے۔
- ③ پھلوں اور پھولوں کے پودے کے دلائل توحید ہیں۔
- ④ اللہ تعالیٰ سب سے روشن حقیقت ہے۔
- ⑤ حضرت لاہوری رحمۃ اللہ علیہ کا لوگوں کی ہدایت کے لئے حریص ہونا۔
- ⑥ حقیقی عزت علم دین کو حاصل ہے۔
- ⑦ امام عظیم کا ایک دوسرے سے مناظرہ۔
- ⑧ لیسے کی افادیت عامہ قرآنی تعلیم میں۔
- ⑨ انسانی فکر اس کی صحت میں نمایاں ہوتی ہے۔

واللہ الموفق

سُورَةُ الرَّعْدِ

اَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ
 وَاِنْ تَعْجَبْ فَعَجَبٌ قَوْلُهُمْ ؕ اِذَا كُنَّا تُرَابًا اِنَّا لِنَفِيْ
 نَعْلِقُ جَدِيْدًا ؕ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِرَبِّيْهِمْ ؕ وَاُولٰٓئِكَ
 الْاَعْلٰكُ فِيْ اَعْتٰقِيْهِمْ ؕ وَاُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ النَّارِ هُمْ فِيْهَا
 خٰلِدُوْنَ ؕ وَيَسْتَعْجِلُوْنَكَ بِالسَّيِّئَةِ قَبْلَ الْحَسَنَةِ وَاَقْد
 خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِمُ الْاَثَلٰتُ ؕ وَاِنَّ رَبَّكَ لَذُوْ مَغْفِرَةٍ
 لِلنَّاسِ عَلٰى ظُلُوْمِهِمْ ؕ وَاِنَّ رَبَّكَ لَشَدِيْدُ الْعِقَابِ ؕ و
 يَقُوْلُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَوْلَا اُنزِلَ عَلَيْهِ اٰيَةٌ مِّنْ رَّبِّهِ
 اِنَّمَا اَنْتَ مُنذِرٌ وَّوَيْلٌ لِّكُلِّ قَوْمٍ هٰدٍ ؕ صَدَقَ اللّٰهُ الْعَظِيْمُ
 مَن مَّ بھائیو، دوستو اور بزرگو! اللہ کے آج، اپنی زندگی میں مچھرا کھٹے
 ہو چکے ہیں تاکہ اللہ کی بات کو سنیں، اللہ کی بات کو سنائیں، اللہ کی بات کو
 سمجھیں۔ اللہ تعالیٰ مجھے بھی، آپ کو بھی عمل کی توفیق عطا فرمائے۔
 میرے بھائیو! اللہ تعالیٰ کی انسان پر بے شمار نعمتیں ہیں لیکن سب سے

بڑی نعمت ہے وہ انسان کا اللہ تعالیٰ کے ساتھ لگاؤ، اللہ تعالیٰ کے ساتھ
 ربط، اللہ تعالیٰ کے ساتھ جُڑنے کی کوشش کرنا، یہ میرے بزرگوں کو اسباب سے
 بڑی نعمت ہے جیسے کہ پچھلے درس میں عرض کر چکا ہوں کہ جب کوئی انسان
 کلام مجید پڑھتا ہے، کلام مجید سنتا ہے، کلام مجید سناتا ہے، یہ ساری کی
 ساری عبادتیں ہیں، یہ عبادتیں اللہ کی رحمت کو پیدا کرتی ہیں۔ اس لئے قرآن
 مجید نے فرمایا کہ جب قرآن مجید پڑھا جائے تو تم اس کی طرف کان لگاؤ اور
 خاموش رہو، لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُونَ (اعراف ۲۰۱) تاکہ تم پر اللہ تعالیٰ کا رحم کیا
 جائے۔ یعنی قرآن کا پڑھنا، قرآن کا سنتا، قرآن کا سنانا، یہ ساری کی ساری
 باتیں اللہ تعالیٰ کے رحم کو، اللہ تعالیٰ کی رحمت کو، اللہ تعالیٰ کی مہربانی کو قریب
 لانے والی چیزیں ہیں۔ اس لئے سب سے بڑی نعمت اور سب سے بڑا
 احسان، سب سے بڑی توفیق، سب سے بڑی عبادت میرے بھائیو! قرآن
 مجید کا پڑھنا، قرآن مجید کا پڑھنا ہے۔ توجیباً بہ نعمت کے لئے اللہ کا
 شکر ادا کیا جائے۔ تو اس لئے میں بھی ہر درس کے شروع میں یہ دو تین جملے
 کہہ دیا کرتا ہوں اور یہ جملے ہی درحقیقت ساری اس ہماری محفل کا
 مغز ہوتے ہیں۔ اگر ہم اللہ کی نعمت کا شکر نہ ادا کر سکیں، اللہ کی نعمت کا
 شکر ادا نہ کریں تو پھر ہمیں اللہ کی نعمت کی قدر کیسے آئے گی؟ شکر کرنا،
 اللہ کی حمد و ثنا کرنا، رب العالمین کا شکر یہ ادا کرنا، یہ اس عبادت پر
 خوش ہونے کی دلیل ہے۔ آپ دیکھیے کہ ہم جو کوئی نماز پڑھتے ہیں، نفل
 ہوں، فرض ہوں، واجب ہوں، قصدا ہو یا ادا ہو، ہر نماز میں ہم جو سور

پڑھتے ہیں وہ سورت فاتحہ ہے۔ حضور پاکرم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں لا صلوة
 لکن لخریقہ و بفاتحۃ الکتاب۔ جو شخص حقیقتاً یا حکماً اللہ کی
 کتاب کے جزو، فاتحہ الکتاب کو نہ پڑھے نمازیں، تو اس کی نماز ناقص ہے۔
 نماز ہوئی ہی نہیں۔ ہم ہر نماز میں حقیقتاً پڑھتے ہیں جب ہم اکیلے ہوں یا جب
 ہم امام ہوں اور حکماً پڑھتے ہیں جب ہم مقتدی ہوں۔ بہر کیف سورت
 فاتحہ تو پڑھتے ہی ہیں۔ اب ایک نمازی، مسلمان، دن میں ۲۴ رکعتیں پڑھتا
 ہے اور ہر رکعت کے شروع میں کیا پڑھتا ہے؟ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ
 الْعٰلَمِیْنَ ۝ (فاتحہ)۔ اللہ کی تعریف کرتا ہے نا؟ اُسے کونسی نعمت
 حاصل ہوئی؟ کہ اللہ نے اُسے گھر سے نکال کر مسجد پہنچا دیا۔ کتنی بڑی نعمت
 ہے اللہ تعالیٰ کی! وہ کہتا ہے "اللہ تیری بڑی مہربانی کر تو نے مجھ جیسے گنہگار
 کو اپنے گھر پہنچا دیا۔ اللہ! میری اس گندمی زبان کو، یا رب العالمین! تو نے
 قرآن پڑھنے کی توفیق عطا کر دی، اللہ! مجھے کرسی سے اٹھا کر مُصَلَّیٰ پر کھڑا دیا
 اللہ! مجھے کھیت سے نکال کر مُصَلَّیٰ پر کھڑا کر دیا، اللہ! مجھے دوکان سے
 اٹھایا اور مُصَلَّیٰ پر کھڑا کر دیا اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ۝ — یعنی میں
 ہم بتیس مرتبہ خدا کی حمد و ثنا کہتے ہیں۔ اور حمد و ثنا کیوں کہتے ہیں؟ کہ اللہ
 نے ہم پر بڑی مہربانیاں کیں۔ اس لئے میں اپنے ہر دس کے شروع میں اللہ تعالیٰ
 کا شکر یہ ادا کر دیتا ہوں۔ کرنا بھی چاہیے۔ آپ کو بھی، مجھے بھی، کہ اللہ تعالیٰ
 نے مجھے اور آپ کو ایسے دور میں اپنی بات سننے کی اور سنانے کی توفیق عطا
 فرمائی، اللہ کا یہ انتہا شکر ہے۔ ہم اللہ تعالیٰ سے دعا کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ

مجھے بھی اور آپ کو بھی عمل کی توفیق عطا فرمائے۔

یہ سورتِ رعد کے پہلے رکوع کی آخری چند آیات میں نے پڑھی ہیں۔
 کوشش یہ ہے کہ آج یہ سورتِ رعد ختم ہو جائے تاکہ آئندہ درس میں سورت
 ابراہیم شروع کی جائے۔ قرآن مجید کے معارف اور قرآن مجید کے نکات، قرآن مجید
 کی خوبیاں میرے بزرگوں کی اتنی ہیں کہ مجھ جیسا طالب علم بھی اگر یہ بیان کرتا ہے
 تو کتنے ہی درس یوں ہی گذر سکتے ہیں اور جو علماءِ حق ہیں جو علم اور عمل کی
 دونوں زندگیوں سے مشرف ہیں وہ تو میرے بزرگوں، قرآن مجید کی تفسیر
 پر کئی کئی جلدیں لکھ چکے ہیں۔ ابنِ نقیب حنفی نے چار سو جلدوں میں قرآن کی
 تفسیر لکھی ہے جو برن کے کتب خانے میں موجود ہے اور کچھ حصہ مکہ مکرمہ میں
 بھی موجود ہے۔ قلمی۔ یعنی چار سو جلدوں میں قرآن کی تفسیر لکھی اور
 آخر میں کیا لکھا؟ وَاللَّهُ أَعْلَمُ بِالشَّرِّ دَرَجَاتٍ زَيَادَةً جَانِتًا هِيَ، مجھے پتہ نہیں کہ
 اللہ تعالیٰ کیا فرمانا چاہتے تھے، آپ نے تو کتاب اللہ کی روشنی میں اور جناب
 محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات کی روشنی میں دین پر قرآن نازل
 ہوا) قرآن کو سب سے بڑے سمجھنے والے کون ہیں؟ جناب محمد رسول اللہ
 صلی اللہ علیہ وسلم۔ یا وہ ہے قرآن کی وہ تفسیر، قابل قبول نہیں ہو سکتی جو
 خود قرآن کے خلاف ہو، یا محمد رسول اللہ کی تشریح کے خلاف ہو۔ میں پہلے
 بھی عرض کر چکا ہوں حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے دو منصب ہیں۔ (۱)
 قرآن کا پہنچانا فَهَلْ عَلَى الشَّرِّ إِلَّا الْبَلَاغُ الْمُبِينُ (الشعاع ۳) ہر رسول کے
 ذمے لازم ہے کہ وہ اللہ کی بات کو پہنچا دے۔ (۲) اور دوسرا کیا کام ہے

لَتَسْبِئَنَّ لِلنَّاسِ مَا نَزَّلَ إِلَيْهِمْ (التخلی ۷۴)۔ تاکہ آپ لوگوں کے لئے بیان
 کر دیں اس بات کو جو ان کی طرف نازل کی گئی۔ تو اگر حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے
 قرآن پہنچا یا اُمت تک اور بیان نہیں کیا، تو اُمت بیان کے لئے کسی اور کی
 محتاج ہوگی۔ اور ادھر قرآن نے یہ بھی فیصلہ فرمادیا مَا كَانَ مُحَمَّدٌ أَبَا أَحَدٍ
 مِّنْ رِّجَالِكُمْ وَلٰكِنْ رَّسُولَ اللَّهِ وَخَاتَمَ النَّبِيِّينَ (احزاب ۴۰)
 اللہ کے نبی جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد نبی آنے والا کوئی نہیں
 حضور نے اپنا دین کامل طور پر پیش فرمایا اور اس لئے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم
 نے جہاں ہمیں قرآن کی دولت سے نوازا میرے بھائی ابو ہل قرآن کی تشریح
 سے بھی نہیں نوازا۔ اور وہ تشریح کیا ہے، سنت ہے اور حدیث ہے جناب
 محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی۔ ہونہارے بھائی غلطی سے حدیث کو یا سنت
 کو قابل اعتنا نہیں سمجھتے اور اپنے عقول کے زوروں پر قرآن کو سمجھنے کی کوشش
 کرتے ہیں تو وہ حضور انور سے کوئی دو قدم آگے جانا چاہتے ہیں (نور باللہ)
 اور قرآن تو یہ فرماتا ہے يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَقْدُمُوا بَيْنَ يَدَيْ
 اللَّهِ وَرَسُولِهِ وَاتَّقُوا اللَّهَ (الحجرات ۱) اے مسلمانو! اس کے ایمان والو!
 جو تم کو لالہ الا اللہ محمد رسول اللہ پر ٹھہر چکے ہو تم نے اس کلمے
 میں دو باتوں کا اقرار کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ واحد لا شریک ہے اور محمد کون ہیں؟
 اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں جو خدا سے کچھ پیغام لائے ہیں اور پیغام لانے والا
 خالی پیغام ہی نہیں دیا کرتا، پیغام کی حقیقت بھی سمجھا دیا کرتا ہے۔
 تو اللہ کا کلام کیا ہے؟ اللہ کا کلام ہے قرآن مجید، اور جناب محمد رسول اللہ

کا کلام کیا ہے؟ یہ پیش اور سنت۔ اس لئے فرمایا تَاٰیٰهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا
 اے مسلمانو! لا تُقَدِّمُوْا جِیْنَ یَدِی اللّٰهِ وَرِسْوٰلِہٖ، نہ تو اللہ سے آگے چلو
 نہ اللہ کے رسول سے آگے چلو۔ وَاتَّقُوا اللّٰہَ وَاورِکُوْا خِدا سے ڈرتے رہو
 اللہ سے آگے چلنے کا مطلب کیا ہے؟ خدا کوئی بدن سے جسم ہے؟ کہ میرے
 ساتھ چلے اور میں خدا سے آگے نکل جاؤں؟ اللہ سے آگے چلنے کا مطلب یہ ہے
 کہ قرآن سے آگے مدت قدم اٹھاؤ۔ جس بات کو قرآن نے حرام کر دیا اس کو حرام سمجھو
 جس بات کو قرآن نے حلال کر دیا اس کو تم حلال سمجھو۔ جو بات قرآن نے بتا دی،
 تمہارا قدم وہاں پر رک جانا چاہیے۔ اور اسی طرح رسول سے آگے نہ چلو۔ کیا مطلب
 ہے رسول سے آگے چلنے کا؟ کہ جو بات فرمادی جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ
 علیہ وسلم نے بس وہ بات آخری بات ہے، اس سے آگے مدت چلو۔

تو میں عرض یہ کر رہا تھا کہ قرآن مجید کی وہ تشریح جو جناب محمد رسول اللہ
 صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمائی اور اس تشریح کی روشنی میں جو علماء اسلام نے تفاسیر
 مرتب کی ہیں، ان کی چار چار سو جلدیں موجود ہیں دنیا میں۔ تو مجھ جیسا گندہ گار بھی
 اگر چاہے، وقت ہوا ایک ہی سورت کے پہلے رکوع پر، اپنے ناقص خیالات
 اور ان معایات کے مطابق جو اللہ نے مجھے بخشے ہیں، اپنے بزرگوں کی دعاؤں
 سے، میں بھی کچھ تھڑا سا وقت صرف کر سکتا ہوں، حالانکہ میرا تو کوئی مقام
 ہی نہیں۔ تو وہ علماء حق جنہوں نے اپنی زندگیاں قرآن کے سمجھنے اور سمجھانے
 میں صرف کی ہیں وہ تو کئی کئی جلدیں لکھ چکے ہیں مگر کوشش یہی ہے کہ آج
 سورت رکھ کا یہ پہلا رکوع ختم ہو جائے تاکہ آئندہ شمسیت میں سورہ ابراہیم

شرع کی جائے۔ اس لئے میں نفس موضوع کی طرف آتا ہوں۔

دیکھئے میرے بزرگوں کا گذشتہ نشست میں قرآن مجید کی جو آیات پڑھی

گئی تھیں ان میں اللہ تعالیٰ نے آفاقی دلائل میں سے ایک دلیل پیش کی تھی قرآن

کی صداقت پر، اپنی توحید پر اور جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی

نبوت پر، اور قیامت کے مسئلے پر۔ فرمایا تھا کہ دیکھئے زمین میں مختلف مکڑے

آپس میں ملے ہوئے ہیں، ایک بلبلے لیچھے، ایک باغیچے لیچھے، ایک کھیت

لے لیچھے، کسی گھر میں ایک گملا لے لیچھے، ایک گملا لے لیچھے، دو بیج بوڑا لیں

چھوٹی سی پیالی آپس لے لیں، اس پیالی میں آپ دو بیج ڈال دیں، ایک بیج ہو جو بوڑا

کا، ایک بیج ہو جو بوز کا۔ ایک بیج ہو گندم کا، ایک بیج ہو جو کا۔ ایک بیج ہو

سرسوں کا اور ایک بیج ہو تارا میرا کا۔ یہ چاروں ایک ہی فصل میں اُگتے

ہیں۔ گندم، جو، سرسوں اور تارا میرا ایک ہی وقت میں اُگتے ہیں۔ چھوٹی سی

قہوے کی پیالی میں آپ مٹی ڈالیں اور اس مٹی میں آپ چاروں بیج ڈال دیں۔

اس کو پانی دیں۔ پیالی والا مالک، ایک، پیالی ایک، مٹی ایک، پانی ڈالنے والا

ایک، بیج چار ہیں۔ تو کتنی کونپلیں نکلیں گی؟ چار۔ اس مٹی میں سے جو کا پودا بھی

نمو کرے گا، اسی مٹی میں سے گندم کی بال بھی نکلے گی، اسی مٹی میں سے تارا میرا

اور سرسوں کی بالیں بھی نکلیں گی۔ تو یہ کون سی طاقت ہے جس نے اس مٹی

میں ایسے کا رخنہ لگا دئے، جن کا رخنہ نے بلا کسی کوٹلے کے، بلا کسی سوتی

گیس کے اور بلا کسی انجینئر اور فطر کے خود بخود اندر کام کیا، آپ نے بیج بوڑا والا

وہ چاروں کے چار اپنی حقیقت کو لے کر نکالے۔ ذَلِكْ رَبُّ الْعَالَمِينَ ط

یہ وہی اللہ ہے جو ساری کائنات کا رب ہے۔ اور اسی میں سے یہ بھی ثابت ہوا
کہ بدیت اور گمراہی اللہ تعالیٰ کے اختیار میں ہے۔ بیٹا مسلمان ہے، باپ
(نعوذ باللہ) کافر ہے۔ باپ کافر ہے، بیٹا مسلمان ہے۔ کھیت ایک ہے،
اُسی میں سے کچھ کٹوا کر نکل رہا ہے، کچھ مہیٹھا نکل رہا ہے۔ کچھ مہیٹھا نکل رہا ہے،
کچھ مفید نکل رہا ہے۔ اور پھر اسی سے یہ بات بھی ثابت ہوئی کہ جو ہم بوئیں گے
وہی ہم اٹھائیں گے۔ ہم نے بیج بویا سرسوں کا تو سرسوں نکلے گی، بیج بویا جو کا
تو جو نکلے گا، بیج بوئیں گے گندم کا تو گندم نکلے گی۔ اسی طرح جب ہم دنیا سے
چلے جائیں گے، جس حال میں جائیں گے، اگر ہم مسلمان ہو کر گئے دنیا سے
(التذمیر آپ کا خاتمہ یا ایمان فرمائے) تو قیامت کے دن اپنی قبروں سے ہم
لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ مُحَمَّدٌ رَّسُولُ اللَّهِ پڑھنے والے ہو کر نکلیں گے۔ اور اگر
خدا نخواستہ کوئی انسان دنیا سے مردود ہو گیا، جیسے وہ دفن ہوا ویسے ہی وہ
نکلے گا۔ کیا بد آواز نخل نخلی نخلی نخلی نخلی نخلی نخلی نخلی نخلی نخلی نخلی
(الانبیاء ۱۰۷) بلکہ علماء کلام تو اس حد تک لکھتے ہیں کہ جس کیفیت کے انسان
مرے گا، اسی کیفیت کے ساتھ نکلے گا۔ مرتے وقت اُس کی جو آواز تھی، جو لہجہ
تھا، جو گفتار تھی، جو رفتار تھی، اُسی رفتار کے ساتھ، اُسی گفتار کے ساتھ
اسی لہجے کے ساتھ، اُسی شکل و شباہت کے ساتھ اپنی قبر سے نکلے گا۔
بالکل تیار ہو کر نکلے گا تبھی تو پہچانیں گے۔ آنا نہیں ہے قرآن میں بِتَعَارُفُونَ
بَيْنَهُمْ ط (یونس ۵۷) آپس میں ایک دوسرے کو پہچانیں گے، بھائی جوی
پہچانیں گے تو شکل سے پہچانیں گے یا کسی اور چیز سے پہچانیں گے؟ جیسے

دفن ہوئے ویسے ہی نکلیں گے۔ اور یہ بات فرمایا ذَلِكْ عَلَي اللّٰهِ كَيْسِيْرٌ ۝
 والتغابن عنك تو مجھے اپنے جیسا مت سمجھ، ذَلِكْ عَلَي اللّٰهِ كَيْسِيْرٌ ۝ یہ باتیں
 اللہ کے ہاں بڑی آسان ہیں۔ وہ چاہے کر سکتا ہے، اس کو کوئی روکنے والی
 طاقت نہیں۔ تو یہ دلیل کیا تھی؟ یہ تو آفاقی دلیل تھی۔ اور یہ ایسی دلیل تھی
 جو ہر کسی کی سمجھ میں آ سکتی ہے۔

مگر فرمایا وَإِنْ تَعْجَبْ اِنَّ مِيْرَةَ حَبِيْرٍ اِنْ كُنْتُمْ عَلَمٌ لِّدَلٰلِ كَيْسِيْرٍ ۝
 ویسے اگر یہ دلائل نہ بھی ہوں تو ہمارے مناطقہ کے ہاں یہ ایک مسئلہ ہے کہ
 وَاجِبُ الوجودِ اَجَلٌ اَلْبَدِيْهَاتِ یعنی مناطقہ جو گذرے ہیں پہلے زمانے
 کے منطقی اور فلسفی، ان میں سے علماء اسلام جو تھے، انہوں نے فلسفے کے طریقے
 پر بھی دلائل پیش کیے اور علم کلام اس لئے بنایا علماء اسلام نے تاکہ اس وقت کی جو
 سائنس تھی اور طب یونانی اور فلسفہ یونانی تھا اس کا جواب دیا جائے۔ امام
 غزالی اور امام رازی بکہ خود ابن سینا وغیرہ لوگ جو گذرے ہیں۔ انہوں نے
 اس زمانے کے فلسفہ قدیم کا ٹوڑ پھینچ کیا جیسا کہ آج ہمارے علماء اسلام اس
 نئے فلسفے کا ٹوڑ پھینچ کر رہے ہیں۔ تو بتایا کہ کچھ چیزیں ایسی ہیں جو اَجَلُ الْبَدِيْهَاتِ
 ہیں۔ اور وہ ذات کوئی ہے؟ وہ واجب الوجود کی ذات ہے۔ یعنی موجود دو
 قسم پر ہے۔

موجود منقسم بدو قسم است نزد عقل یک واجب الوجود ذکر ممکن الوجود
 جو کائنات میں چیزیں موجود ہیں یہ دو قسم پر ہیں۔ ایک واجب الوجود ہے
 جس کا وجود ہمیشہ سے ہے، ہمیشہ رہے گا۔ ایک ممکن الوجود جس کا وجود

پہلے نہیں تھا، اب ہے، پھر ختم ہو جائے گا۔ یہ ہے ممکن الوجود اور ایک واجب الوجود ہے۔ اور سارے ہی اگر ممکن الوجود ہوں، کوئی واجب الوجود نہ ہو تو ایک "مکن" دوسرے ممکن "کو پیدا نہیں کر سکتا۔ یہ ہم ویسے سمجھتے رہتے ہیں۔ ادبھائی! جس کو خود چارج شیٹ (CHARGE-SHEET) لگی ہوئی ہو آپ کے محکمے میں، فیکٹری میں ایک آدمی ملازم تھا، اس پر کسی بدعنوانی کی وجہ سے چارج شیٹ لگ گئی، اس سے جواب طلب ہو رہا ہے وہ کیا کسی دوسرے کو ملازم کر سکتا ہے؟ وہ کسی دوسرے کا کفیل ہو سکتا ہے؟ وہ کسی دوسرے کا گواہ بن سکتا ہے؟ کسی کی شہادت دے سکتا ہے؟ وہ؟ وہ تو خود چھینسا ہوا ہے۔ جو آدمی اپنے وجود پر برقرار نہیں رہ سکتا، اسے یہ نہیں پتہ کہ کچھ میرے ساتھ کیا ہونے والا ہے، کیا وہ کسی دوسرے "مکن" کو پیدا کر سکتا ہے؟ ممکنات کے لئے کسی ایسے وجود کی ضرورت ہے جو واجب الوجود ہو جس کے اندر کوئی تغیر نہ آئے۔ اور وہ تغیر نہ آنے والی ذات کس کی ہے؟ رب العالمین کی۔ اللہ تعالیٰ آجَلُ الْبَدَائِیَاتِ ہیں۔ یعنی اگر کوئی بھی دلیل نہ ہوتی، ہم اپنی جان کو دیکھ کر سوچ سکتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ہے وَفِي الْفَسَادِ أَفَلَا تُبْصِرُونَ (الذاریات ۲۱)

فرمایا کہ ان تعجب میرے حبیب! آپ کو تعجب آتا ہے کہ یہ بد بخت اتنی واضح دلائل دیکھنے کے بعد ایمان کیوں نہیں لاتے؟ تعجب کی بات یہ ہے کہ ان تعجب اگر آپ کو تعجب ہے اس بات پر — اور ہونا بھی چاہیے — کہ اتنی واضح چیز دیکھ کر ایمان نہیں لاتے! — میرے بھائی! اگر کوئی بھی دلیل نہ ہوتی

خدا کے وجود کے لئے تو میں یہ عرض کرتا ہوں کہ میرا اور آپ کا اور ساری دنیا کے
انسانوں کا یہ چہرہ جو ہے، یعنی دو بالشت، چوٹی سے لے کر ٹھوڑی تک یہ
جو حصہ ہے ہمارے چہرے کا یہ سب سے بڑی دلیل ہے کہ کوئی خالق ہے
کوئی مالک ہے۔ آپ سوچیں! ہماری چوٹی سے لے کر گے ہمارا ٹھوڑی تک یہ کتنے
بالشت بنتا ہے؟ کتنے فٹ کا ایریس ہے؟ کتنے انچ کا ایریس ہے؟ کوئی میلوں میں
سے ۹ ایکڑوں میں ہے؟ جزیرہ بولیاں ہے؟ کنالوں میں ہے؟ کس میں ہے؟
یہ تو بالکل چند انچ کا ایریس ہے۔ اس میں کتنی مشینیں ہیں؟ کتنی فیکٹریاں کام
کر رہی ہیں؟ زبان کو دیکھو، الگ فیکٹری ہے۔ دانتوں کی الگ فیکٹری ہے
کانوں کی الگ فیکٹری ہے، آنکھوں کی الگ فیکٹری ہے۔ اور دماغ کی الگ
فیکٹری ہے۔ یہ تو سوٹی سوٹی ہیں جو میں اور آپ سمجھ سکتے ہیں۔ قرآن نے اس لئے
کہا، شکوہ کیا بند کے پر۔ اَلَّذِي يَخْلُقُ مَا يَشَاءُ وَيَكْتُبُ مَا غَرَبَ لَكَ بِرَبِّكَ الْكَرِيمِ
الَّذِي خَلَقَكَ فَسَوَّاكَ فَعَدَلَ لَكَ فِي آيَاتِهِ سُورَاتٍ مَّا تَشَاءُ رُكُوعًا
(الانفطار ۱ تا ۱۷)۔ اور انسان! تجھے کس چیز نے مغرور کر ڈالا؟ تجھے کس نے
دھوکا دے دیا؟ کہ تو اپنے اس کریم رب کا منکر بن گیا کہ جس نے تجھے پیدا کیا، تجھے
برابر بنایا، اور پھر تجھے جو شکل دینی چاہی تھی وہ دے کر دنیا میں بھیج دیا۔ اُس
خدا کا تو منکر ہے؟ اور دوسرے مقام پر فرمایا اَلَمْ نَجْعَلْ لَكَ عَيْنَيْنِ وَلِسَانًا
وَشَفَتَيْنِ ۗ وَهَدَيْنَاكَ الْبَيْتَ الْحَرَامَ الَّذِي جَعَلْنَا لِلْعَالَمِينَ اَوَّلَ بَيْتٍ وَّاسْتَفْتَيْنِ
میں نے نہیں بنائیں؟ میں قوت دینا ہی کو ختم کر دوں، کوئی دے سکتا ہے قوت
دینا ہی؟ نہیں دے سکتا۔ میں اگر تمہاری زبان کو گونگا کر دوں، کوئی زبان دے

دے سکتا ہے؟ نہیں دے سکتا۔ میں ہونٹوں کو کاٹ ڈالوں، برص پیدا کروں،
 جنام کا مرض پیدا کروں (اللہ بیماریوں کو شفا عطا فرمائے) کوئی ہونٹ دے
 سکتا ہے؟ میں دانت دکھا دوں، تم دانت نکلو اگر دوسرا مصنوعی دانت تو
 لگوا سکتے ہو لیکن پہلے کوئی نہیں کر سکتے۔ بے کوئی طاقت جو پہلے کو پھر ڈیٹ کر
 دے؟ وہ نکال دو۔ ڈاکٹر کیا کہتا ہے؟ علاج دندان خارج دندان نکالو جی، دوسرا
 لگا دیں گے۔ ارے بھائی سائنسدان صاحب! اسی کو ڈیٹ کرو، جو کبیر لکھا گیا ہے
 اس کیڑے کو ذرا ہٹا دو، اور اسی کو صاف کر کے لگا دو۔ میں تمہاری سائنس کاٹش
 ہو جاؤں گا جس کو خدا ناقص کر دے، کوئی کامل نہیں کر سکتا۔ جس کو خدا کامل
 کرے اس کو کوئی ناقص نہیں کر سکتا۔ ایک دانت نہیں بنا سکتے۔ اوبیہ آج جناب
 آسمانوں پر اتر رہے ہیں اور خدا کے سامنے ذلوعوذ باللہ) مقابلہ کرتے ہیں؟ انہ
 تَجْعَلُ لَدُنَّ عَيْنَيْنِ ۝ دوا نکھیں دینے والائیں، تیری زبان دینے والائیں،
 تیرے ہونٹ بنانے والائیں، اور ظالم انسان! گویا میرے مقابلے میں آ گیا؟
 تو اس لئے میں عرض کر رہا تھا کہ یہ دلائل آفاقی دیکھنے کے بعد ہر انسان کے
 دل میں یہ جذبہ پیدا ہوتا ہے کہ اَجَلُ الْبَدَنِ سَمَاتٌ، اللہ کی ذات جو اتنا بدیہ
 ہے کہ اس بدیہ کوئی طاقت نہیں۔ بدیہ کا معنی ظاہر، بلا دلیل کے سمجھ میں آنے
 والی بات ہے۔ بھائی اس وقت آسمان پر سورج ہے کہ نہیں؟ کیا دلیل ہے
 کہ سورج ہے؟ ایک آدمی کہتا ہے میں نہیں مانتا۔ تو آپ اس کی بات کو مانیں گے؟
 آپ کہیں گے جی پوتوت ہے، پاگل ہے، اندھا ہے، اندھا بھی اپنی قوت
 احساس سے سمجھ سکتا ہے کہ مجھے جو گرمی پہنچ رہی ہے یہ کچھ آسمان پر گرمی کی

چیز ظاہر ہو چکی ہے۔ تو جیسے سورج اس وقت اَجَلُ الْبَدَنِیَّہَاتِ ہے، تو سورج کا
خالق اس سے بھی زیادہ اَجَلُ الْبَدَنِیَّہَاتِ ہے اور جیسا کہ میں اکثر کہتا رہتا ہوں
امام ابو حنیفہؒ کا شعر ہے

فَفِي كُلِّ شَيْءٍ لَّهٗ اٰیٰتٌ تَدُلُّ عَلٰۤی اٰتِہٖ وَاٰحٰدٌ

ہر چیز میں دلیل ہے اس بات کی کہ اللہ تعالیٰ موجود ہے اور ہے بھی واحد
لا شریک۔

تو قرآن مجید نے حضور کو فرمایا کہ اے میرے حبیب! اگر آپ تعجب کرتے ہیں
ان کی اس بات پر کہ یا اللہ یہ تیری ساری دلیلیں دیکھ کر مسلمان کیوں نہیں ہوتے؟
چنانچہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق قرآن نے فرمایا۔ یا در ہے یہ ہے دو گنا
النسائیت کے سب سے بڑے خیر خواہ کون ہیں؟ انبیاء علیہم السلام۔ اور پھر سب
رسولوں میں سب سے زیادہ انسانوں کے خیر خواہ کون ہیں؟ جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم۔ اس لئے قرآن مجید نے حضور کی صفات کیا بیان فرمائیں؟ لَقَدْ جَاءَكُمْ
رَسُوْلٌ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ عَزِيْزٌ عَلَيْهِ مَا عَنِتُّمْ حَرِيصٌ عَلَيْكُمْ بِالْمَوْءِنِیْنَ
رَعُوْفٌ رَّحِيْمٌ (التوبہ ۱۲۵) او انسانو! تمہارے پاس بہت بڑا رسول آیا۔
— رَسُوْلٌ — یہ تمہیں لتعظیم ہے۔ بہت بڑا رسول تمہارے پاس آیا۔ اور
اس رسول کی صفات کیا ہیں تبلیغ کے سلسلے میں؟ عَزِيْزٌ عَلَيْهِ مَا عَنِتُّمْ —
جو چیز تم کو دکھ دے، وہ اُس کو پریشان کر دیتی ہے۔ حَرِيصٌ عَلَيْكُمْ —
تمہارے ایمان لانے کے لئے بڑا حریص ہے۔ وہ طائف کے بازاروں میں پتھر
بھی کھا کر کہتا ہے۔ وہ اللہ! میری قوم کو ہدایت دے۔ وہ رات کو مصلے پر

روکر بھی یہ کہتا ہے "اللہ میری اُمت کی مغفرت فرما"۔ وہ عکاظ اور فزوان الجنتہ
 کے بازاروں میں پھرتا ہے اور کہتا ہے آیاتھا الناس قُوتوا لآلہ الا اللہ
 ففلیحوا۔ سب سے بڑے خیر خواہ انسانیت کے کون ہیں؟ انبیاء علیہم السلام
 اور سب نبیوں میں سب سے بڑے خیر خواہ جن کی زبان مقدس نے کبھی بد دعا تک
 نہیں کی وہ کون ہیں؟ وہ جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔ اور پھر
 حضور کے پیروکار ہیں۔ صحابہ، تابعین، تبع تابعین، علماء حق، یہ سارے کے سارے
 مشائخ حق، یہ سارے کے سارے میرے بزرگوا کیا ہیں؟ انسانیت کے خیر خواہ ہیں
 چاہتے ہیں کہ انسان جہنم میں نہ جائیں۔ کیا پڑھی تھی حضرت لاہوری کو کہ پینتالیس سال
 ساہلی لاہور میں بیٹھ کر قرآن کا درس دیا۔ بتا دیا جاتے ہیں آج بھی کہتا ہوں اللہ
 سارے سے کہتا ہوں، بتا دو پینتالیس سال کے عرصے میں حضرت لاہوری رحمۃ اللہ علیہ
 نے کسی سے ایک پیسہ بھی مانگا ہے تو بتا دو۔ کہ مجھے ایک پیسہ دو، ایک آکر دو
 چنے چبائے، مزدوری کی، صدقوں بنا کر بیچا، بھوکیں کھاٹیں، لیکن کیا کیا؟ قرآن مجید
 سنایا، محمد رسول اللہ کی حدیثیں سنائیں، خطبات میں تقریریں کیں، کس نے کیں؟
 کہ لاہور جہنم سے بچ جائے، مسلمان جہنم سے بچ جائیں۔ اللہ کی مخلوق خدا سے
 چائے۔ ابھی میں ایبٹ آباد سے آئے ہوئے راستے پر عرض کر رہا تھا۔ حضرت
 لاہوری رحمۃ اللہ علیہ ایک دفعہ ایبٹ آباد تشریف لائے، اور وہاں کے
 دوستوں کی بڑی خوش نصیبی ہے کہ انہوں نے حضرت لاہوری رحمۃ اللہ علیہ سے
 بڑی برکات حاصل کیں، اللہ ان برکات کو دوامی فرمائے۔ تشریف لائے تو
 چارے ہاں دو مشورے ایک قصبہ ہے پرانا، جہاں فیضی کی قبر ہے، اکبر اسی علاقے

سے گذرا تھا، فیضی وہاں صراہوا ہے۔ تو وہاں ایک جگہ سے دیکھنے کی، سیر کی،
پڑے مزیدار نظارے کی جگہ ہے۔ تو میں نے عرض کیا دو جی عصر کے بعد کچھ دوپٹوں
نے کافی موٹروں دوٹروں کا انتظام کیا ہے کہ وہاں حضرت کو لے جائیں گے، اور
وہاں سے چائے پی لیں گے، تو ہمیں بھی خوشی ہو گی۔ (کیونکہ سارا دن حضرت لوگوں
کے ساتھ بیٹھے رہے، بیعت کرتے رہے، تعلقین کرتے رہے) تو میں نے عرض
کیا کہ حضرت! اگر آپ تشریف لے جائیں تو ذرا دیر کے لئے تو ذرا دیر کی طراوت
بھی ہو جائے گی، فارغ البالی بھی ہو جائے گی اور وہ منظر آپ دیکھ لیں گے۔
تو فرمایا نہ بھائی! میں تو اللہ کا نام بتانے آیا ہوں، سیر کرنے کے لئے نہیں آیا۔
کیا سمجھتے آپ؟ میں ہوتا تو کتنا بالکل ٹھیک ہے، کچھ چائے کا بندوبست
بھی کرنا، روٹی بھی راستہ کی وہیں کھائیں گے، شام اوتھے ہی پڑھساں۔
حضرت فرماتے ہیں: ”بھائی! میں تو خدا کا نام بتانے کے لئے آیا ہوں، سیر کے لئے
نہیں آیا۔ نہیں گئے پھر انکار کر دیا، کہ جتنی دیر میں یہاں بیٹھوں گا اللہ کے بندوں
کو خدا کا نام بتاؤں گا تا کہ یہ جہنم سے بچ جائیں۔ تو کیا لیا انہوں نے؟ یاد رکھیں سیر
بزرگو! سب سے بڑے خیر خواہ امت کے علماء حق ہیں، سب سے بڑے خیر خواہ
امت کے نبیوں۔ برحق ہیں جنہوں نے اپنی زندگیوں کو ختم کیا اور اس کفرستان
ہند میں اللہ کا دین پھیلایا۔ کیا لیا علامہ ہجویری نے؟ کیا لیا خواجہ غریب الدین اجمیری
نے؟ کیا لیا دوسرے مشائخ نے؟ انہوں نے کیا لیا؟ یہی لیا کہ اس کفرستان ہند
میں لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ مُحَمَّدٌ رَّسُولُ اللَّهِ پڑھایا۔ آج بھی جو علمائے حق درپردہ
پھر رہے ہیں وہ کیا چاہتے ہیں؟ وہ یہ چاہتے ہیں کہ مجھ جیسے گنہ گار اللہ کے عذاب سے

پہنچ جائیں۔

تو اس لئے فرمایا **وَ اِنْ تَعْجَبْ**، اے میرے حبیب! اگر آپ کو تعجب ہے
 کہ یا اللہ! یہ تیری بات کیوں نہیں مانتے؟ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم تعجب
 کرتے ہیں، ہر انسان تعجب کرتا ہے، حق پرست، حق کا پیوستار، یا اللہ! یہ تیری باتوں
 کو کیوں نہیں مانتے؟ فرمایا **وَ اِنْ تَعْجَبْ**، اگر تجھ کو تعجب ہو تو تجھے ایک اور بات
 بتاؤں **فَجَبَّ قَوْلُهُمْ** ان کا یہ کہنا اور بھی عجیب ہے۔ **وَ اِذَا كُنَّا تُرَابًا**
 جب ہم مرجائیں گے اور پھر مٹی ہو جائیں گے، **وَ اِذَا آتَيْنَا بِجَدِيدٍ** کیا پھر ہم
 کو دوبارہ زندہ کیا جائے گا؟ یعنی یہ بھی تعجب ہے کیونکہ اس سے بڑے تعجب
 کی بات تو یہ ہے۔ **اَجَلُ النَّاسِ يَوْمَئِذٍ كَالنَّجْمِ الَّذِي تَهْتَكُ سَهَابًا**
 میرے حبیب! یہ بھی تعجب کی بات ہے اتنی واضح چیز کا انکار کر دینا۔
 بدیہات میں سے اللہ تعالیٰ کا وجود۔

امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ بن کا اسم گرامی نعمان ہے، ہم سب ان کے متقلد
 ہیں۔ اور میں پچھلے دس دس ہیں ان کی فقہ پر کچھ عرض کر چکا ہوں۔ امام ابو حنیفہ
 کے زمانہ میں ایک دہریے کے ساتھ آپ کا مقابلہ ہوا، مناظرہ ہوا، جو خدا کو نہیں
 مانتا تھا۔ ایک خدا نہیں مانتا تھا، سینکڑوں مانتا تھا۔ جو خدا کے منکر ہیں
 سینکڑوں مانتے ہیں وہ ہیں اتنے والے، لیکن سینکڑوں کو مانتے ہیں اور جو خدا کا بھروسہ ہے وہ خدا کو مانتا
 ہے۔ پہلی جگہ بیان فرمایا **يَوْمَئِذٍ نَسُوهُ** اللہ نے جیل خانے میں۔ **وَ اِذَا رَأَوْا**
مُتَنَفِّرِينَ قُرُونًا خیر! **اَمَرَ اللّٰهُ الْوَاحِدَ الْقَهَّارَ** (یسف ۳۹) اور
 رب الگ الگ اچھے ہیں یا ایک رب اچھا ہے؟ وہ جو رب قہار ربوب۔

قہار کا معنی؟ جو چاہے کرے، اگلا منے نہ مانے۔ رات کو چیکو سلا و پکیہ کا
 صدر سویا پڑا ہوگا اور صبح کو کیا پکھاس کے ساتھ؟ "چل بچیا! اندر چل توں"
 مانا اس نے خوشی سے؟ دیکھا ہم نے بڑے بڑے، رات کو سوئے تھے، بارہ بجے
 تک ان کا حکم چلنا تھا، ان کے دستخط چلتے تھے، جھنڈوں کی سلامی تھی، جب صبح
 نیند سے بیدار ہوئے تو معلوم ہوا کہ ہم تو قید ہیں، ہمارا تو کچھ بھی نہیں ہے، نہ گھر
 ہے، نہ در ہے، ہمارا تو سننے والا کوئی بھی نہیں ہے۔ کون ہے اللہ الواحد
 القہار؟ — وہ اللہ جو چاہے کرے، اگلا منے پانہ مانے۔ اللہ پوچھتا نہیں ہے
 کہ "مرا چاہتا ہوں کہ نہیں چاہتا ہوں؟ تیری کیہ صلاح اسے ماراں میں کہ نہ ماراں
 میں؟" — پوچھتا ہے کسی سے؟ نہیں پوچھتا۔ قہار ہے، جو چاہے کرے،
 تو اللہ تعالیٰ واحد قہار ہیں۔ تو دوسرے وہ ہیں جو اللہ تعالیٰ کے وجود کے تو منکر
 ہیں لیکن کئی خداؤں کو مانتے ہیں۔

امام ابو حنیفہؒ کے سامنے ایک دوسرے آیا، اس کا منظر ہوا امام صاحب کے
 ساتھ۔ اس نے کہا "جی مجھے تین باتوں کا جواب دیں۔ فرمایا "کیا؟" "او جی
 اللہ تعالیٰ سے پہلے کیا ہے؟ پہلے کیا تھا؟" — اور دوسری بات یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ
 اس وقت کیا کر رہے ہیں؟ — اور تیسری بات یہ ہے حضرت! کہ آپ خود یہ
 کہتے ہیں کہ یہ انسان جو ہیں، جو اللہ کے نافرمان ہیں، یہ شیطانوں کے پیروکار ہیں۔
 اور جب شیطانوں کے پیروکار ہیں تو شیطانوں اور جنات تو آگ سے پیدا ہوتے
 ہیں، ان پر جہنم کی آگ کیا اثر کرے گی؟ — آگ کو آگ کیا جلانے گی؟ —
 آپ نے فرمایا "تو اپنی کرسی سے ذرا نیچے اتر پھر باہر کرتے ہیں۔ وہ کرسی سے

نیچے اُترا۔ فرمایا ”تیرے ایک سوال (سوال غلط) کا جواب ہو گیا“ ”وہ کیسے؟“
 خدا نے یہ کیا، تجھے نیچے اتار دیا۔ خدا نے اتارا تجھے۔ اللہ نے اتار
 دیا۔ نیچے اتار دیا۔

اللہ تعالیٰ اپنے نیک بندوں کے ذہنوں میں دین کی باتیں ڈال دیتے
 ہیں، اللہ تعالیٰ نیک بندوں کی خود سہماٹی کرتے ہیں۔ مولانا شمس الحق افغانی
 فرمایا کرتے تھے۔۔۔ اب بھی سلامت ہیں، اللہ ان کو سلامت ہی رکھے،
 ۔۔۔ انہوں نے فرمایا ایک دفعہ میں نے اور نواب خلات نے قلات کی
 شناسی مسجید میں مغرب کی گانہ پڑھی۔ کیونکہ یہ وہاں پر قلات کے وزیر تعلیم تھے
 وزیر معارف تھے۔ یا نہ نکلنے لگے تو نکلنے نکلنے نواب صاحب نے میرے
 ساتھ مسجد کے طور پر کہا۔ مذاقاً کہا کہ مولانا اونیاس میں مولوی کی عزت
 کوئی نہیں رہی۔ فرماتے ہیں ابھی میں جواب دینے ہی والا تھا کہ ہم جب باہر
 نکل کر جوتیاں پہننے لگے تو شناسی خاندان کی ایک ملازمہ ایک بچے کو لے
 کر کھڑی تھی اور اس نے مجھے کہا کہ ”حضرت! اس پر دم کر دیجئے“
 میں نے جو کچھ پڑھنا تھا پڑھا، دم کر دیا، وہ ملازمہ چلی گئی، تو میں نے کہا
 ”نواب صاحب! آپ کے سوال کا جواب ہو گیا۔“ ”کیسے؟“ ”دیکھ
 لیجئے! میں مولوی، آپ کی ریاست کا ملازم، نہ کوئی جائداد، نہ کوئی جاگیر، یہ
 بچہ آپ کے خاندان کا تھا، اس ملازمہ نے مجھ سے دم کیوں ڈلوایا؟ آپ سے
 کیوں نہیں ڈلوایا؟ مولوی کی عزت ہے کہ آپ کی عزت ہے؟“
 آپ سے تو نہیں کہا کہ نواب صاحب! دم ڈالو ذرا اس پر، مجھے کہانا، تو میری

عزّت ہے کہ آپ کی عزّت ہے ————— **وَلِلّٰهِ الْعِزَّةُ وَلِلرَّسُوْلِ دَرَجَاتٌ**

(الہنافقون ۷۸) عزّت اللہ کی عزّت الہیہ کے رسول کی عزّت ان کی جو خدا پرستین
 کہتے ہیں، جن کے مرنے کے بعد بھی قبروں سے خوشبو آتی ہے، یہ ہے عزّت
 ————— یہ عزّت انہیں ہے کہ مرنے سے پہلے چلیے بغیر جاٹے (اللہ میرے آپ کے
 جلیوں کو بگڑنے سے بچائے) اسے عزّت انہیں کہتے کہ مرنے سے پہلے لوگوں
 سے دعائیں کرائی جاتی ہیں، دعا کیجئے خاتمہ بالشمیر ہو۔ یس پڑھتے ہیں روح نکلتا
 ہی نہیں (اللہ تعالیٰ ایسے بڑے خاتمے سے سب کو بچائے اللہ سب مسلمانوں
 کا خاتمہ بالشمیر کرے، اللہ جنہوں کو صلی اللہ علیہ وسلم کا کلمہ پڑھتے وقت
 مجھے بھی، آپ کو بھی نصیب فرمائے)

تو حضرت امام ابوحنیفہؒ نے فرمایا "تیرے ایک سوال کا جواب ہو گیا۔ اللہ
 نے اس وقت یہ کیا کہ تجھے کرسی سے نیچے اتار دیا ————— اور پہلے
 سوال کے جواب میں فرمایا "کچھ گنتی دنتی آتی ہے یا نہیں آتی؟"
 فرمایا "گنو"۔ "ایک، دو، تین، چار، ————— دس"۔ فرمایا "پھر گنو"۔ "دو ایک
 دو، تین، چار، —————"۔ فرمایا "بھئی ایک سے پہلے بھی تو گنو نا"۔ اس نے کہا
 "جی ایک سے پہلے تو کچھ بھی نہیں"۔ فرمایا "یوقون! پھر خدا سے پہلے کیا
 ہے؟ **هُوَ الْاَوَّلُ وَالْاٰخِرُ وَالظَّاهِرُ وَالْبَاطِنُ** (الحمدید ۳) عدد
 حقیقی تو ایک سے ناجی! آپ سب تو ریاضتی دان دوست ہیں، جانتے ہیں۔
 حقیقی عدد ایک سے، دو اصنافی عدد ہے۔ ایک نکال دو، کروڑ بھی نہیں
 بن سکتا۔ اگر ایک کو ٹھوڑی دیر کے لئے اندر باندھ دو، تو دو بنیں گے؟

نہیں بنتے جب دو نہیں بنے تو تین نہیں گے، دس اکائیاں اکٹھی ہوں گی تو
 دس نہیں گے۔ سو اکائیاں اکٹھی ہوں گی تو نو بنے گا۔ اور پھر صفر بھی
 اس وقت کام کرتا ہے جب ایک ساتھ لگے۔ آپ پھر صفر کے ڈال دیں کچھ
 بنے گا کچھ بھی نہیں۔ اور ایک ڈال دیا گیا، کیا بن گیا؟ دس ہزار۔
 ایک نہ ہو تو کچھ بھی نہیں ہے۔ ایک ہو تو سب کچھ ہے اور وہ اللہ کی ذات
 ہے۔ فرمایا ایک سے پہلے کیا ہے؟ **هُوَ الْأَوَّلُ وَالْآخِرُ وَالظَّاهِرُ
 وَالْبَاطِنُ** (الحمد لله) اول بھی وہی، آخر بھی وہی، ظاہر بھی وہی،
 باطن بھی وہی۔ تمام کائنات میں اللہ کی تجلیات ہیں۔ **يُسَبِّحُ لَهُ مَا فِي
 السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ** (الحشر ۲۷) اسی لئے صوفیائے کرام نے مسئلہ نکالا
 وحدت الشہود کا اور وحدت الوجود کا۔ وہ میرے آپ کے سمجھنے کی بات
 نہیں ہے۔ وحدۃ الشہود اور وحدۃ الوجود کے مسائل باہر ایک ہیں لیکن
 بہر کیف جن کو خدا کے ساتھ عشق ہو جاتا ہے، وہ پھر پتوں میں خدا کا جلوہ محسوس
 کرتے ہیں، وہ پھر دیواروں میں خدا کا جلوہ محسوس کرتے ہیں، وہ پھر کائنات کے
 چپے چپے میں خدا کا جلوہ محسوس کرتے ہیں۔ وہ پھر یہ سمجھتے ہیں کہ ہماری کائنات
 کا خالق کون ہے؟ اللہ کی ذات۔

تو میرے بزرگوار تیسرے سوال کا جواب فرمایا۔ جب دو باتیں ہوں گئیں
 تو امام ابوحنیفہؒ نے ایک تھپڑ مارا۔ اُس نے کہا ”جی آپ
 بڑے عجیب قسم کے آدمی ہیں، میں سمجھتا تھا آپ بہت بڑے عالم ہیں۔“
 دیکھی کبھی گھسن بھسی کام کرتا ہے۔ یہ گھسن (گھونسنہ) بڑے کام کی چیز ہے

ع۔ آسمانوں کی کتابیں چار کتابیاں تھے پنجواں کتاب ڈنڈا ڈنڈا ہو تو چار
کتابیں چلتی رہتی ہیں۔ قرآن میں آتا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں سورت حدید
میں ہم نے نبی بھیجے، لَقَدْ اَرْسَلْنَا رُسُلَنَا بِالْبَيِّنَاتِ وَاَنْزَلْنَا مَعَهُمُ
الْكِتَابَ وَالْمِيزَانَ لِيَقُومَ النَّاسُ بِالْقِسْطِ وَاَنْزَلْنَا الْحَدِيدَ فِيهِ بَأْسٌ
شَدِيدٌ وَمَنْفَعٌ لِلنَّاسِ (الحديد ۲۵)۔ ہم نے لوہا بھی اتار دیا تاکہ
لوہانہ ہو تو کام نہیں چلتا۔ یہ لوہے کا کام ہی آج زیادہ تر ہے دنیا میں لوہانہ ہو
تو سونٹی نہیں بنتی، کپڑے بچھڑ جائیں۔ قرآنی فلسفہ، قرآنی حکمت، اس کو
السان اگر سمجھنے لگے، کاش مسلمانوں کو اللہ تعالیٰ آج پھر توفیق دیں کہ وہ قرآنی
فلسفے کو دنیا میں چمکائیں نہ کہ یورپ کے فلسفے سے متاثر ہو کر قرآن کو چھوڑ بیٹھیں
۔ دیکھئے میرے بزرگو! اس ایک آیت پر میں اگر تقریر کروں تو کئی گھنٹے درکار
ہیں، امام رازی کو پڑھیں۔ وَاَنْزَلْنَا الْحَدِيدَ فِيهِ بَأْسٌ شَدِيدٌ وَمَنْفَعٌ
لِلنَّاسِ۔ اللہ فرماتے ہیں کہ ہم نے لوہا بھی نازل کیا، ہم نے لوہا پیدا کیا۔ فیہ
بَأْسٌ شَدِيدٌ، جس میں بہت زیادہ خوف ہے۔ بَأْسٌ شَدِيدٌ تو پ کس سے
بنتی ہے؟ لوہے سے، ایٹم کس سے بنتا ہے؟ تلواری کس سے بنتی ہے؟ ہسٹول
کس سے بنتا ہے؟ بندوق کس سے بنتی ہے؟ بَأْسٌ شَدِيدٌ۔ وَاَنْزَلْنَا
مَنْفَعٌ لِلنَّاسِ۔ اور لوگوں کے لئے نفع بھی لوہے میں ہے۔ یہ سونٹی کس سے
بنتی؟ لوہے سے۔ سونٹی نہ ہو تو کپڑے پہن سکتے ہیں ہم؟۔ خیر آج کل تے
لوہا ہی کوئی نہیں۔ اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو شرم و حیا نصیب فرمائے۔
مجھے اگلے روز ایک دوست نے بتایا کہ پشاور میں ایک مسلمان تھا تقسیم پہلے

اب وہ مر گیا ہے۔ وہ ہندوؤں کو قرض دیتا تھا۔ میری بچیاں اور میری بھانجیاں
 بہنیں بھی سن لیں۔ وہ ہندوؤں کو قرض دیتا تھا (مسلمانوں کو نہیں)۔
 ہندوؤں سے سو د بھی کھاتا تھا۔ اس شخص نے بتایا کہ ایک دفعہ اس سے میری
 بات ہوئی تو میں نے کہا تم اتنا روپیہ دے دیتے ہو ہندوؤں کو اور تم ان کی
 کوئی چیز گروی نہیں رکھتے، نہ کوئی زیور لیتے ہو، نہ کوئی تمسک لیتے ہو
 — (وہ اسی طرح کرتا تھا) — اس نے مجھے بتایا کہ میں ان کی رگ کو قابو
 کر لیتا ہوں، تب قرض دیتا ہوں۔ وہ کون سی رگ ہے؟ اس نے کہا
 میں ان سے یہ کہتا ہوں دیکھو! میری بات سنو! تم مجھ سے جتنا قرض چاہو
 لے جاؤ (سووی) لیکن یہ کرو کہ اپنی بیوی کا کرتہ اور پاجامہ میرے پاس
 گروی رکھ جاؤ۔ چنانچہ ہندو مجھ سے قرض لے جاتے ہیں اور اپنی بیوی
 کا کرتہ اور پاجامہ باندھ کر میرے پاس گروی رکھ دیتے ہیں۔ اور وہ اس وقت کے
 مارے کہ اگر وہ قرض ادا نہ کریں تو میں گلی میں چوک میں کھڑے ہو کر ہندو کی
 بیوی کے پاجامے کو کھڑا کر کے بتاؤں کہ یہ فلاں ہندو کی بیوی کا پاجامہ ہے
 مجھ سے قرض لے گیا ہے، وہ اس بے غیرتی سے ڈر کر قرض ادا کر دیتا ہے۔
 آج ہمارے کپڑے کہاں کہاں رکتے ہیں میری بچیتوں کے؟ ہمارا کسی سے
 پردہ نہیں رہا۔ نہ درتھی سے، نہ ڈاکٹر سے، نہ موچی سے نہ کسی اور سے۔
 اب تو حجام سے بھی پردہ نہیں رہا۔ اب تو بال کٹتے ہیں ہم، ہماری بچیاں
 ڈاکٹر شرم و حیا نصیب فرمائے اور محمد رسول اللہ کی غلامی نصیب فرمائے
 میرے بھائیو! میرے بچو! اور میری بہنو! میں درخواست کرتا ہوں کہ

اپنے آپ کو عذاب سے بچاؤ۔ یہ بچے پر دگی کا فتنہ بڑا عظیم فتنہ ہے، اللہ تعالیٰ سب کو اس سے محفوظ رکھے۔

تو امام ابو حنیفہؒ نے کیا اس سے فرمایا؛ ایک دھپڑ دیا۔ دھپڑ پر بات آگئی تھی۔ تو اس نے کہا۔ "مولوی صاحب! آپ نے یہ کیا کیا؟ مجھے دھپڑ لگا دیا؟" فرمایا "کیوں کچھ دکھ ہو یا ای؟" "میرے منہ سے سجاد تلبے"

د مولویاں دامکا و می ڈا ہڈا ہونڈا (کے)۔ "او یہ بھی چمڑا، وہ بھی چمڑا، یہ بھی ہڈی، وہ بھی ہڈی، اٹھی کے ساتھ ہڈی لگی تو درد کیا ہوا؟"

— سمجھ گئے بات؛ جہنم میں جانے والے آگ کی پیدائش اور آگ بھی آگ آگ کو آگ جلاتی ہے، آگ کو آگ دکھ پہنچاتی ہے۔ تینوں جواب ہو گئے۔

تو باتیں اس پر کر رہا تھا کہ عقل، و ان تعجب فحجب قولہ صحر
اے میرے حبیب! اگر آپ کو تعجب ہے کہ یہ بدعت ایمان کیوں نہیں لاتے،

تو اس سے زیادہ تعجب بات کیسے؟ فحجب قولہ صحر ان کا یہ کہنا تو بڑا
ہی عجیب ہے۔ کونسا؟ عاذا کنا تریا، آیا جب ہم مر کر مٹی ہو جائیں گے

عانا کنا تریا جددی کیا ہم نئی پیدائش میں بن جائیں گے؟ یہ کیسے ہو
سکتا ہے؟ حالانکہ یہ ہوتا ہے۔ ہم کس سے پیدا ہیں؟ مٹی سے۔ ہم مٹی سے

پیدا ہوئے ہیں نا بھائی! ہماری مٹی کہاں کہاں سے آئی؟ کوئی امریکہ سے
گندم آئی، کوئی آسٹریلیا سے کھجور آیا، پتہ نہیں کہاں کہاں سے آتا ہے، ہم کہاں

جائے ہیں۔ اس سے پھر ہم میں قوت آتی ہے، آگے ہماری اولادیں پیدا ہوتی
ہیں۔ تو اللہ تعالیٰ کہاں کہاں سے ڈروں کو اٹھا کر جمع کر دیتا ہے؟ مٹی سے

تو ہم بنے ہیں۔ اور پھر دوبارہ مٹی سے نہیں بن سکتے؟ جس نے مٹی سے پہلے پیدا کیا، اس وقت تو میٹرل (MATERIAL) ہی کچھ نہیں تھا۔ اب تو جناب تو کروں سے کتنی مٹی پڑی ہوگی، جتنا بڑا وجود ہوگا، بھاری بدن ہوگا، خواہ وہ کیڑے ویڑے کھا جائیں اللہ مجھے آپ کو کیڑوں کے کھانے سے تو بچائے بھائی بڑا ڈر لگتا ہے قبر سے، اللہ تعالیٰ قبر کی وحشت سے مجھے آپ کو محفوظ رکھے، اللہ قبر میں نور پان کے ساتھ مجھے آپ کو رکھے، محمد رسول اللہ کی شفاعت مجھے آپ کو نصیب فرمائے، اللہ تعالیٰ قبر کی روشنی نصیب فرمائے۔ اور جو آپ چاہتے ہیں قبر کی روشنی کو، فرمایا امام الانبیاء محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو آدمی جمعے کے دن سورت کہف کی تلاوت کرے گا اس کی قبر میں نور پیدا ہوگا۔ پڑھا کریں جمعے کے دن۔ کوئی مشکل ہے؟ پروگرام بنا لو پارہ۔ ہمارے پروگراموں میں قرآن کا حصہ نہیں ہے۔ ہمارے پروگراموں میں نماز کا دخل نہیں ہے، ہمارے پروگراموں میں درود نہیں پڑھا جاتا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے پروگراموں میں استغفار کا دخل نہیں، قبر کا خیال ہی نہیں۔ ہے کہیں قبر بھی پروگرام میں؟ کوئی نہیں۔ قبر کیا ہوتی ہے؟ دل چھوٹا ہوتا ہے۔ دل خفا ہوتا ہے۔ قبر کا نام نہ لو۔ ڈر لگتا ہے تو پھر آئن المسقرۃ (القیمۃ منہ) کہاں جاؤ گے؟ جانا پڑے گا۔ ضرور جانا پڑے گا۔ کوئی مانے یا نہ مانے قبر میں تو جانا ہی ہے ضرور۔ اور وہ خوش بخت ہے جسے بھائی اٹھا کر لے جائیں، جس کا جنازہ پڑھا جائے جس کو دفن کیا جائے، جس کی مٹی کے آثار باقی ہوں، ورنہ دنیا میں بڑے بڑے

شہر پر گزرتے ہیں، آج قبروں کے بھی نشان باقی نہیں ہیں مگر مسلمانوں کی قبروں کو منور فرمائے اور آگے چل کر فرمایا کہ یہ ایک بات ہی نہیں ہے، اُولَئِكَ الَّذِينَ كَفَرُوا بِرَبِّهِمْ ۗ بِهِ تُوهِدُهُمْ لَوْ كَانُوا يَعْلَمُونَ ۗ اُپنے رب سے اپنے پالنے والے کا انکار کر دیا۔ بھائی پالنے والے کا کوئی انکار کر سکتا ہے؟ اُسے آپ وفادار کہیں گے؟ رَبِّ اِنَّا سَأَلْنَاكَ بِالْحَقِّ اِحْسَانَ ۗ وَ نَحْنُ بِالْحَقِّ سَوِيًّا ۗ اَلَا نَحْنُ بِمَعْرِضٍ ۗ اَلَا اِحْسَانٌ ۚ (الرحمن ۶۷) آپ کسی کو دو آنے دیں، تو وہ آپ کو جناب سلام کرے گا۔ آپ کسی کی سفارش کر دیں، زندگی بھر وہ آپ کا مطیع رہے گا۔ آپ کی جی بڑی ماہر بانی، مجھے ملازم کرادیا۔ آپ کسی بیمار کو دوا دلا دیں، اُس میں اگر حیا ہے، مرتے دم تک آپ کا شکر گزار رہے گا۔ اور جس نے مجھے پیدا کیا، میرے مال یا آپ کو پیدا کیا میری بدنی صلاحیتیں مجھے عطا کیں، مجھے روزی دے رہا ہے، کیا میں اُس کی باتوں کو نہ مانوں تو میں وفادار رہ سکتا ہوں؟ اُولَئِكَ الَّذِينَ كَفَرُوا بِرَبِّهِمْ ۗ بِهِ تُوهِدُهُمْ ۗ اِیہ وہ لوگ ہیں جو اپنے رب کے منکرین گئے، جس نے ان کو پیدا کیا، جس نے ان کو پالا۔

تو رب کے منکروں کی پھر سزا کیا ہے؟ وَ اُولَئِكَ الْأَعْلَىٰ فِي ۗ اَعْنَاقِهِمْ ۗ اُور یہ وہ لوگ ہیں، قیامت کے دن لوہے کے طوق ان کے گلوں میں ڈال دئے جائیں گے وَ اُولَئِكَ اصْحَابُ النَّارِ ۗ اُور یہ آگ میں رہنے والے ہیں هُمْ فِيهَا خَالِدُونَ ۗ یہ آگ میں ہمیشہ رہیں گے۔ یعنی انکار کرنا کسی عقیدے کا کفر ہے، بات سمجھ لیجئے۔ ایک آدمی اگر

یہ نہیں ناشتا کرنے کے بعد زندگی ہے، ایک آدمی اگر یہ نہیں ناشتا کرے تو یہ
 تو میرے بھائی اور دوستوں کا کافر ہو جائے گا۔ کفر کے لئے سینکڑے نہیں
 لگا کرتے کہ سینکڑے لگ جاتے ہیں یا کوئی خاص اعلان ہوتا ہے۔ نہ —
 اللہ تعالیٰ کی باتوں کو ماننا ایمان اور انکار کرنا کفر۔ عملی کمزوری پر اللہ تعالیٰ معاف
 کر دیتے ہیں۔ ایک آدمی گنہگار ہے، خطا کار ہے، کہتا ہے رب العالمین!
 میں نے خطائیں کیں، میں نے جرم کئے، میں نے گناہ کئے، تو میں تو یہ سمجھتا ہوں
 جہان تک میں نے حدیثیں دیکھی ہیں، فرمایا حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے، کُلُّ
 بَنِي آدَمَ خَطَّاءٌ وَدُونَ خَطَّاءُونَ۔ انسان خطا کار ہے۔ نبی رحمت نے فرمایا
 (صلی اللہ علیہ وسلم) کتنی ہماری جوصلہ افزائی؟ — سارے کے سارے انسان
 خطا کار ہیں (سوائے نبیوں کے) اور صحابہ کرام محفوظ ہیں۔ معصوم نہ تھے محفوظ
 ہیں۔ باقی سارے کے سارے انسان، خَطَّاءُونَ۔ وَخَيْرُ الْخَطَّائِينَ
 النَّبِيُّونَ۔ اور بہتر خطا کار کون ہیں؟ جو توبہ کر لیں۔ اللہ مجھے آپ کو ہر
 سے پہلے توبہ نصیب فرمائے۔

صابون سے کپڑا دھلنا یہ یا نہیں دھلتا؟ میلا ہوتا رہے، ہوتا ہوا ہوتا رہے
 اوپر لگا دو صابون، کریم سوپ لگا دو، کپڑا صاف ہو جائے گا۔ صابون سے
 کپڑا صاف ہو گیا، توبہ سے ایمان کی قوت پیدا ہوئی، گناہ معاف ہو گئے۔
 اس لئے قرآن مجید نے دونوں کا اکٹھا بیان کیا۔ إِنَّ اللَّهَ يُحِبُّ التَّوَّابِينَ
 وَيُحِبُّ الْمُتَطَهِّرِينَ (البقرہ ۱۲۲) اللہ تعالیٰ پسند کرتے ہیں توبہ کرنے
 والوں کو، کہ توبہ سے باطنی صفائی ہو گئی۔ وَيُحِبُّ الْمُتَطَهِّرِينَ۔ اللہ پسند کرتے

کرتے ہیں پاکیزہ رہنے والوں کو، کہ پاکیزگی سے ظاہری بدن صاف ہوا اور توبہ سے باطنی بدن صاف ہوا۔

یہ ہمارے دوست ہیں "فیروز سنز" والے عبدالجمید صاحب۔ ہمارا تعلق تو انہی کے ساتھ ہے۔ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے وہ خادموں میں سے ہیں۔ حضرت کے پاس ہمیشہ مجلس ذکر میں آیا کرتے تھے۔ ان کا صابون نکلتا ہے "خانم" واٹم بہت سے صابون ہیں، شبنم بھی ہے، پتہ نہیں کیا کیا نام ہیں۔ پچھلے دنوں میں نے ایک کیلنڈر پڑھا ان کا۔ میں نے دیکھ کر کہا واہ واہ، قرآن پینچا۔ امام الانبیاء کی تعلیم نے کیا کر آیا عبدالجمید سے؟ عبدالجمید نے اپنے کیلنڈر پر کیا لکھا؟ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الشّٰوَابِیْنَ وَ يُحِبُّ اَطٰطَہٗمُ حٰرِیْنَ۔ یہ کیلنڈر پر آیت لکھ دی۔ اشتہار ہے صابون کا۔ ٹھیک ہے، لیکن اس میں کیا لکھا؟ کسی فلم ایکریس کی تصویر نہیں دی۔ یہ کو کا کول وغیرہ کے تم اشتہار دیکھتے رہتے ہو کہ نہیں؟ شرم آنی جا بیٹے مسلمان کو۔ ہم اتنے بے جیا بن گئے ہیں کہ ہمارے شہرتوں کے اشتہاروں پر بھی مرد عورت کا اختلاط موجود ہے، ہم پانی پی لیتے ہیں۔ بچوں کو ننگا کر دیا ہم نے اور بچیاں اس پر فخر کرتی ہیں، کوئی اخبار دیکھو، کوئی رسالہ دیکھو، سگریٹ کی ڈبیہ پر بھی لڑکی کی تصویر، پالش کی ڈبیہ پر بھی لڑکی کی تصویر۔ میں اپنی بہنوں سے درخواست کروں گا کہ اپنا تحفظ خود تو کرو۔ تمہیں کہاں کہاں لے گئے یہ اللہ کے بندے؟ تو وہاں انہوں نے کیا کیلنڈر پر لکھا؟ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الشّٰوَابِیْنَ وَ يُحِبُّ اَطٰطَہٗمُ حٰرِیْنَ۔ نیچے اشتہار ہے صابون کا۔ چلو صابون ہی بکے۔ لیکن قرآن کی آیت تو پیش کر دی۔ فکر نہیں بتا رہا ہوں۔ اس کیلنڈر کو دیکھنے والا کیا

سمجھتا ہے، کہ جس کمپنی کا یہ اشتہار ہے، اس کمپنی کا منیجر کسی قرآن کے عاشق کا
غلام ہے۔ اور جس اشتہار پر لڑکی کا فوٹو ہو، پتہ چلتا ہے کہ اس کمپنی کا
منیجر کسی بدعاش کا غلام ہے۔ فرق آیا کہ نہ آیا؟
تو یہاں بھی کیا فرمایا؟ کُلُّ بَنِي آدَمَ فَطَاءٌ وَوَدَّ - سارے انسان خطا کار
ہیں۔ - وَخَيْرُ الْفَطَاءِ عَيْنُ التَّوَابُونَ - اور بہتر خطا کار کون ہیں؟ جو
اللہ تعالیٰ سے معافی مانگیں۔ تو کفر کا منشا انکار۔ انکار کیا تو کافر ہو گیا۔
غلطی کی توبہ کر لی، مسلمان ہے۔ یہاں پر انکار کی بحث چل رہی ہے۔
آگے فرمایا وَبَسْتَعْمَلُونَكَ بِالسَّبِيحَةِ قَبْلَ الْحَسَنَةِ - اور میرے
جدید یہ آپ سے برائی چاہتے ہیں نیکی مانگنے سے پہلے۔ کیا مطلب؟ ایمان
لے آتے تو نیکی بن جاتی۔ یہ کہتے ہیں، قرآن میں آئے سے دوسری جگہ پر۔ یہ کہتے ہیں
کہ اے محمد! (صلی اللہ علیک وسلم) اگر تو خدا کا سچا رسول ہے تو ہم پر
غراب نازل کرے۔ فرمایا بڑے بے وقوف ہیں، یہ نیکی چاہنے کی بجائے برائی
چاہتے ہیں جیسے کوئی مریض ڈاکٹر سے کہہ دے۔ "ڈاکٹر صاحب! آپ مجھے
ایسی دوائی نہ دیں جس سے میں تندرست ہو جاؤں، ایسی گولیاں ٹکرا دیں کہ میں
ختم ہو جاؤں"۔ بڑا بے وقوف ہے۔ ڈاکٹر سے صحت کیوں نہیں مانگتا؟
اور فرمایا اگر تم پھر یہ چاہتے ہی ہو، وَقَدْ خَلَقْتُ مِنْ قَبْلِهِمْ الْمِثْلَ
اور گدڑ چکیں ان سے پہلے بڑی کہاؤں۔ دیکھ لیجئے۔ قوم عادت باہ ہوئی، قوم
ثم و تباہ ہوئی، قوم صالح تباہ ہوئی۔ قومیں تباہ ہوئیں، اور میں وہی اللہ ہوں
جس نے ان قوموں کو تباہ کیا۔ ان کو بھی تباہ کر سکتا ہوں لیکن آج میری رحمت

کا پرتو زیادہ ہے تو میں نے آخری نبی جو بھیجا (جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم) اس کو میں نے رحمتِ دو عالم بنا کر بھیجا۔ قرآن مجید نے کیا تعارف کرایا حضورؐ کا؟ وَمَا أَرْسَلْنَاكَ إِلَّا رَحْمَةً لِّلْعَالَمِينَ ۝ (الانبیاء)

فرمایا میں پامبار تمہیں بلاتا ہوں، میری تم سے کوئی غرض نہیں ہے۔

وَإِنَّ رَبَّكَ لَذُو مَغْفِرَةٍ لِّلنَّاسِ عَلَىٰ ظُلْمِهِمْ ۚ اور بیشک تیرا رب بخشش والا ہے لوگوں کے لئے، ان کی نافرمانی کے باوجود۔ اگر وہ نافرمان ہیں، تو یہ کہیں، میں بخش دوں گا۔ اگر اڑتے ہی ہیں، نہیں تو یہ کرتے، وَاِنَّ رَبَّكَ لَشَدِيدُ الْعِقَابِ ۝ اور بیشک تیرا رب دنیا میں بھی سخت سزا دینے والا ہے۔ عقاب مشتق ہے عقاب سے، عقاب کہتے ہیں ایڑھی کو۔ جو سزا ایڑھی کے ساتھ لگی ہو، یعنی فوراً سزا مل جائے۔ عقاب سے متبادر دنیا کا عذاب ہے۔ فرمایا میں بخشنا بھی ہوں اور میں دنیا میں سزا بھی دے سکتا ہوں اس لئے ان کو اس بات سے انکار نہیں کرنا چاہیے، میری ڈھیل سے یہ غلط نتیجہ نہ نکالیں۔

۲ گے ارشاد فرمایا وَيَقُولُ الَّذِينَ كَفَرُوا اور یہ جحش بازمی کرتے ہیں کافر لوگ، تُوَلَّآ اَنْزَلَ عَلَيْنَا آيَاتٍ مِّنْ سَمَاءٍ كِیوں نہیں محمد رسول اللہ پر اتاری گئی کوئی نشانی۔ ان کے رب کی طرف سے؛ یعنی جو نشانی ہم مانگتے ہیں وہ آ جاتے ہیں ان کو وہ نشانیوں بھی آئیں۔ کافروں نے کہا، ابو جہل وغیرہ نے کہا کہ ”میرے ہاتھ میں کیا ہے؟“ فرمایا حضورؐ نے ”میں بتا دوں کہ یہ خود بول پڑیں؟“ کہنے لگا ”خود بولیں تو بہت بڑی بات ہے۔“ پس نہ کہہ کر تھے

ہاتھ میں ان کنکروں نے پڑھا لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ مُحَمَّدٌ رَسُولُ اللَّهِ طس۔
 پڑا ستر بچتا ہے کہ نہیں بچتا؛ ٹرانسٹر بچتا ہے نا؛ یہ پلاسٹک کے
 پیرے بچتے ہیں کہ نہیں بچتے؛ بچتے ہیں نا جی؟ تو کنکر بھی بچتے ہیں۔ کنکروں
 نے پڑھا لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ مُحَمَّدٌ رَسُولُ اللَّهِ طس یہ دنیا کی ساری سائنس کی ترقیات
 تصدیق کرتی ہیں محمد رسول اللہ کی۔ یہ ساری کی ساری باتیں تصدیق کرتی
 ہیں قرآن مجید کی کہ چودہ سو سال پہلے فرمایا امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم نے وہ
 بالکل صحیح تھا۔ کنکروں نے پڑھا لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ مُحَمَّدٌ رَسُولُ اللَّهِ طس اب وہیں نے
 زمین پر سے مارے اور کہنے لگا "تجھ جیسا جادوگر میں نے کوئی نہیں دیکھا"
 کافروں نے کہا "اللہ کے نبی! یہ چاند کے دو ٹکڑے کرو بیٹھے۔ اِقْتَرَبَتِ
 السَّاعَةُ وَالنَّشَقِ الْقَوْمِ" (القمر) لیکن کہنے لگے سِحْرٌ مُّسْتَبِرٌ
 (القمر)۔ یہ تو پرانا جادوگر ہے، یا بڑا جادوگر ہے۔ چاند کے بھی دو ٹکڑے
 کر دئے۔

اس لئے فرمایا یہ جو آیتیں آپ سے مانگتے ہیں (نشانیوں) اگر میں
 بھیج بھی دوں، تو آیتوں پر یہ ایمان نہیں لاتے۔ جو لوگ معجزے دیکھتے ہیں
 وہ ایمان نہیں لایا کرتے۔ ایمان وہی لاتے ہیں جو بلا معجزے کے مانیں۔ اور
 میں یہاں تک سمجھتا ہوں، قرآنی آیات کا مطالعہ نہیں کیا طالب علم کی حیثیت
 سے ہیں نے یہ دیکھا ہے کہ کسی صحابی نے حضور کا معجزہ دیکھ کر ایمان قبول
 نہیں کیا۔ ویسے قبول کیا حضور کی صداقت کو دیکھا۔ چہرہ مبارک کو دیکھا۔
 حضور کے اخلاق کو سنا، حضور سے کلام مجید کو سنا، مسلمان ہو گیا۔ معجزے

کا طالب نہیں بنا، کہ پہلے کوئی معجزہ دکھاؤ، معجزے کا ظہور نوا ہے حضور سے،
لیکن وہ تصدیق کے لئے سوا حجب کسی نے معجزہ مانگا ہے تو اس میں سے کم ہی
لوگ ہیں جنہوں نے ایمان قبول کیا ہو۔

اس لئے آخر فیصلہ کیا قرآن مجید نے کہ میرے حبیب اتیری نبوت ان کے
دوٹوں پر موقوف نہیں ہے، اِنَّمَا اَنْتَ مُنذِرٌ لِّمَنْ شَاءَ اِنَّمَا اس کے
سوا کچھ نہیں کہ ان کو میرے عذاب سے ڈرانے والے ہیں، ان کو آپ ڈرائیں
مانتے ہیں تو بایں، نہیں مانتے تو جہنم میں جائیں۔ وَ لِكُلِّ قَوْمٍ هَادٍ اور ہم نے
ہر قوم میں ہادی بھیجا ہے۔ اس کے دو ترجمے ہیں: یا تو یہ ہے کہ جیسے آپ ان
کے ہادی ہیں اس طرح پہلی قوموں میں بھی ہادی آئے ہیں، انبیاء علیہم السلام نے اللہ
کی باتیں پہنچائی ہیں، جیسے آپ پہنچا رہے ہیں۔ اور دوسرا ترجمہ زیادہ صحیح ہے
اِنَّمَا اَنْتَ مُنذِرٌ، آپ ڈرانے والے ہیں ان کو، اس وقت جو آپ کے مخاطب ہیں
وَ لِكُلِّ قَوْمٍ هَادٍ اور آپ دنیا کی ساری قوموں کو ہدایت دینے والے ہیں، آپ
خاتم النبیین ہیں۔ اور یہی ترجمہ زیادہ مناسب ہے، کیونکہ قرآن مجید نے دوسرے
مقام پر فرمایا وَمَا اَرْسَلْنَاكَ اِلَّا كَاٰفَّةً لِّلنَّاسِ بَشِيْرًا وَّ نَذِيْرًا (اسماعیل)
اسے میرے حبیب! آپ کی نبوت اباری ہے، عالمگیر ہے، دوامی ہے، آپ کے
بعد کوئی اور نبی نہیں اس لئے آپ کو ہر قوم کے لئے ہادی بنا کر بھیجا گیا ہے،
وَمَا لِي اَلْمَلِئِكَةُ عَلٰی فِئْرٍ فَلَقِيْهُ مُّحَمَّدٌ وَرِاٰهُ وَ اَصْحٰبِيْهِ اَجْمَعِيْنَ

گیارہ حوالوں والے درس قرآن مجید

منعقدہ ۶ رجب المرجب ۱۳۶۸ھ مطابق ۲۹ ستمبر ۱۹۴۸ء

اس درس مقدس میں مندرجہ ذیل دینی اور روحانی فوائد آتے ہیں

- ① تلاوت قرآن مجید سب سے بہتر عبادت ہے۔
- ② سید دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کائنات کا شوق و محبت
- ③ انسانوں کا بنایا ہوا نظام اصلاح ناکام رہا۔
- ④ انبیاء کلام اور ان کے نائب ہدایت سے بے نیاز تھے۔
- ⑤ سرافقہ کا وعدہ نبوت پر یقین اور اس کا ظہور
- ⑥ کتب حدیث کی برکات ظاہر یہ
- ⑦ عابد حق عاشقان رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم میں
- ⑧ قرآن روشنی ہی روشنی ہے۔
- ⑨ صحابہ کرام کا شوق شہادت

واللہ الموفق

سورۃ ابراہیم

أعوذ بالله من الشيطان الرجيم

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

الرَّقَدَ كَتَبْنَا أَنْزَلْنَاهُ إِلَيْكَ لِتُخْرِجَ النَّاسَ مِنَ الظُّلُمَاتِ إِلَى

النُّورِ يَا ذُنُوبَهُمْ إِلَى صِرَاطٍ الْعَزِيزِ الْحَمِيدِ ۝ اللَّهُ الَّذِي

لَهُ مَا فِي السَّمَاوَاتِ وَمَا فِي الْأَرْضِ ۚ وَوَيْلٌ لِلْكَافِرِينَ مِنْ عَذَابٍ

شَدِيدٍ ۝ صدق الله العلي العظيم

پیر کے محترم بھائیو، بہنو، عزیزو اور بزرگو! اللہ تعالیٰ کا بے انتہا شکر ہے

کہ آج ہم جیسے گنہگار پھر اس کا کلام سننے اور سنانے کے لئے اکٹھے ہیں۔

اللہ مجھے بھی اور آپ کو اور دوسرے بھائی بہنوں کو قرآن مجید پر عمل کی

توفیق عطا فرمائے۔

صحیح حدیث میں آتا ہے، رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا گیا "اے

اللہ کے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیک وسلم آی الأفعال أفضل سب عملوں میں

سے کونسا عمل بہتر ہے؟ یعنی "سب عملوں" سے مراد یہاں پر زندگی کے

طور اور طریقے ہیں۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا گیا کہ مسلمان کی زندگی
 کا کونسا طریقہ، کونسا طرزِ عمل، کونسی مصروفیت زیادہ بہتر ہے؟ — افضل
 زیادہ بہتر ہے۔ فضیلت تو دوسرے اعمال میں بھی ہے، لیکن افضل
 زیادہ بہتر کونسا عمل ہے؟ تو حضور نے فرمایا "الْحَالُّ وَالْمُرْتَحِلُ" —
 "کتاب المزید" میں ابن مبارک رحمۃ اللہ علیہ نے، جو دوسری صدی ہجری کے
 بہت بڑے محدث گذرے ہیں، انہوں نے اس حدیث کو نقل فرمایا ہے
 کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا گیا کہ اے اللہ کے نبی صلی اللہ
 تعالیٰ علیک وسلم! انسانی زندگی کے مسلمان کی زندگی کے کون سے عمل اعمال
 میں سے بہتر ہیں؟ افضل ہیں؟ تو حضور نے فرمایا "الْحَالُّ وَالْمُرْتَحِلُ"
 اترنے والا، منزل کرنے والا اور پھر کوچ کرنے والا۔ یعنی جو انسان منزل
 کرے اور منزل کو پہنچتے ہی پھر سفر کی تیاری کرے، یہ فقل اور عمل مسلمان
 کے دوسرے اعمال سے زیادہ فضیلت رکھتا ہے۔ اس کی شرح میں فرمایا
 علامہ محدثین نے کہ اس سے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی مراد یہ ہے، آنحضرت
 وہ آدمی، وہ خوش بخت، وہ خوش نصیب، جس نے قرآن مجید کی تلاوت کو
 ختم کیا، وَالْمُرْتَحِلُ اور ختم کرنے کے بعد شروع کر دیا اس کو۔ اس کا یہ حال
 اللہ تعالیٰ کے نزدیک تمام عبادتوں سے زیادہ فضیلت والا ہے۔ اور اس لئے
 میرا خیال ہے کہ جس آلے پر ہم قرآن مجید کو رکھتے ہیں، ہماری بولی میں اس کو
 رحل کہا جاتا ہے، یہ عربی کا لفظ ہے۔ یعنی وہ آلہ، وہ ٹکڑی کا آلہ، وہ چوکی
 سی، جس پر قرآن مجید کو رکھ کر قرآن پڑھنے والا جنت کی طرف سفر کرتا ہے۔

اس لئے علامہ سید احمد صاوی رحمۃ اللہ علیہ نے جو مالکی مذہب کے ہیں اور بہت بڑے محدث ہیں، جلالین کی شرح آپ نے لکھی ہے۔ وہ لکھتے ہیں کہ قاری، قرآن مجید کی تلاوت کرنے والا، بطور و روکے، تلاوت کے جب پورا قرآن مجید ختم ہو چکے تو قرآن کریم کے خاتمے پر جو دعا کرے تو وہ کھڑے ہو کر بکری، آداب ختم قرآن میں سے ایک ادب یہ بھی انہوں نے لکھا ہے کہ اس قرآن مجید کی تلاوت میں پانچ بارے پڑھ لینے کے بعد جب دعا اللہ تعالیٰ کے حضور کرے قاری، تالی، تو وہ کیا کرے؟ کھڑے ہو کر اللہ تعالیٰ سے دعا کرے، عذرا یہ بتا دے کہ اے رب العالمین! میں قرآن پڑھنے سے تھکا نہیں ہوں، پھر میں شروع کرنے والا ہوں۔ اور آداب تلاوت میں سے یہ بھی ہے کہ جب قرآن مجید آپ ختم کر لیں اللہ مجھے آپ کو تلاوت کی توفیق عطا فرمائے (قرآن جب ختم کر لیں وَالنَّاسُ بِحَمْدِ اللَّهِ رَبِّكَ الْحَمْدُ شَرِيفٌ دُوبَارَهُ اسی وقت پڑھ لیں تاکہ یہ پایا جائے کہ ہمیں قرآن مجید کے ساتھ کس اور محبت ہے۔

تو میرے بزرگو! اللہ تعالیٰ کا بے انتہا شکر ہے کہ اس نے میرے اور آپ کے دل اور دماغ میں آخری اتوار کو رکھ دیا ہے۔ یہ جو تیس، اسیس دن یا کم و بیش گزر جاتے ہیں تو ہم اس انتظار میں رہتے ہیں کہ ابھی آخری اتوار آئے گا اور واہ کینٹ کا وہ قرآن ہوگا۔ یہ جتنا وقت گزرتا ہے عبادت کے انتظار میں، میرے بزرگو! یہ بھی عبادت کا ثواب ہے۔ آپ میرے دوست اپنا کام چھوڑ کر تشریف لاتے ہیں، مجھ جیسا بدکار بھی یہاں حاضر ہو جاتا ہے، یہ اللہ کا فضل و کرم ہے اور قرآن مجید کا اعجاز اور قرآن مجید کی برکات ہیں کہ اس

گذرے زمانے میں بھی اللہ تعالیٰ کے بندوں کے دلوں میں رب العالمین کے کلام کا یہ انتہا شوق موجود ہے۔ آج ہمارے اس درس میں سندھ سے، میرپور خاص سے ایک بزرگ تشریف لائے ہیں جن کو ہمارے اکابر کے ساتھ بہت بڑی عقیدت ہے، وہ آج صبح گاڑی سے اترے اور اب آپ کے درس میں بیٹھے ہوئے ہیں۔ میں چاہتا تھا کہ میرے پاس وہ بیٹھیں مگر انہوں نے اپنے آپ کو اتنا چھپائے رکھا ہے کہ وہ سامنے آنا بھی پسند نہیں کرتے۔ تو وہ صرف قرآن کو سننے کے لئے میرپور خاص (سندھ) سے چلے اور واہ کینٹ میں پہنچے اللہ ان برکات کو اب بھی فرمائے۔ اللہ مجھے آپ کو سب کو ریا سے محفوظ رکھے۔ اور قرآن پر عمل کی بھی توفیق عطا فرمائے۔

آج جو آیات پڑھی گئی ہیں یہ سورت ابراہیم کی ابتدائی آیات ہیں۔ سورت رعد ختم ہو چکی تھی۔ اس کا ابتدائی ترجمہ ہمارے ضابطے کے اعتبار سے ختم ہو چکا ہے۔ سورت رعد کے آخر میں اللہ تعالیٰ عزوجل نے کافروں کا ایک قول نقل فرمایا وَ يَقُولُ الَّذِينَ كَفَرُوا لَسْتَ مُرْسَلًا (الاعراف ۳۴) کافر یہ کہتے ہیں کہ اسے محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) لَسْتَ مُرْسَلًا آپ کو اللہ نے رسول نہیں بنا کر بھیجا، آپ اللہ کے رسول نہیں ہیں۔ اس کے جواب میں فرمایا قُلْ كَفَىٰ بِاللَّهِ شَهِيدًا بَيْنِي وَبَيْنَكُمْ دَلِيلًا مِّنْ عِنْدِ عَالِمِ الْكِتَابِ (الرعد ۱۸) فرمایا ان سے آپ کو کہہ دیجئے، اگر تم نہیں مانتے، مجھے تمہاری شہادت کی ضرورت نہیں ہے، میری شہادت تو سامعی کائنات دیتی ہے اللہ تعالیٰ خود میری بیعت پر گواہ ہے اور مَن عِنْدَ كَٰ

عِلْمُ الْكِتَابِ ہ جس کے پاس کتاب کا علم ہے اس سے مراد یا جبریل امین ہیں
یا اہل کتاب ہیں، یا خود رب العالمین ہیں۔ تو میری نبوت پر تو ساری کائنات
گواہ ہے۔

جیسا کہ کنز العمال کی حدیث ہے، جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے
فرمایا کہ ہر شجر و حجر مجھے پہچانتا ہے، کائنات کا ہر حصہ مجھے پہچانتا ہے۔
لَقَدْ كُنْتُمْ شَيْءٌ مِّنَ الشَّيْءِ وَالْأَرْضِ إِلَّا يَسْلَمُ إِلَيَّ وَرَسُولُ اللَّهِ...
اَلَا... تَا... وَالْإِنْسِ (کنز العمال) نافرمان انسان اور نافرمان جن۔ یہ مجھے
نہیں پہچانتے، باقی کائنات کی ہر چیز مجھے پہچانتی ہے کہ میں اللہ کا رسول
ہوں۔

آپ نے پڑھا ہوگا جس رات حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو نافرمان
انسانوں نے مکہ مکرمہ سے نکالا، حضور نے ہجرت فرمائی، تو لوگوں نے تو کہتے
ہیں آپ کو نہیں ٹھہرنے دیا، لیکن حدیثوں میں موجود ہے، روایات میں اور
سیرت کی کتابوں میں موجود ہے، حضور خود فرماتے ہیں کہ مجھے ہر چیز نے
دعوت دی "ہمارے ہاں حضور تشریف لائیں، ہمارے ہاں حضور تشریف
لائیں" ساری کائنات نے مجھے دعوت دی۔ آخر نصیب جاگتا تو غار ثور کا
جاگا جس میں جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جا کر آرام فرمایا۔
تو قرآن مجید کی اس آیت کریمہ میں جو سورت رعد کی آیت ہے
اللہ تعالیٰ نے فرمایا قُلْ كَفَىٰ بِاللَّهِ شَهِيدًا بَيْنِي وَبَيْنَكُمْ ۗ وَ مَن
عِنْدَ الْعِلْمِ الْكِتَابِ میری نبوت اور رسالت پر اللہ گواہ ہے، میری

نبوت اور رسالت پر علم الکتاب والے گواہ ہیں۔

سورۃ ابراہیم میں اس بات کو واضح طور پر بیان فرمایا اور یہ فرمایا کہ
 ہم نے آپ پر جو کتاب نازل کی، یہ کتاب پڑھنے کے بعد ہی انسان ظلمات
 سے نکل کر نور کی طرف جاسکتا ہے۔ اس سورۃ کا نام ہے سورۃ ابراہیم
 ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے نبی ہیں اور جناب رسول کریم صلی اللہ
 علیہ وسلم کے جدِ اعلیٰ ہیں۔ آپ کی نسل سے نبوت کے بہت سے خاندان
 پھوٹے۔ بنی اسرائیل کا سارا سلسلہ جو ہے وہ آپ ہی کی ذات سے
 قائم ہے۔ حضرت اسحاق کی اولاد سے بنو اسرائیل کے سارے نبی ہوئے
 اور حضرت اسمعیل کی اولاد سے سید الانبیاء جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ
 علیہ وسلم تشریف لائے۔

میرے بزرگوار دوستو! قرآن مجید میں بہت سی سورتیں ہیں جو نبیوں کے
 نام پر آتی ہیں۔ سورۃ ابراہیم ہے، سورۃ یونس ہے، سورۃ نوح ہے،
 سورۃ یوسف ہے، سورۃ مریم ہے۔ لیکن اگر اللہ تعالیٰ توفیق عطا فرمائے
 قرآن سمجھنے کی، تو آپ ملاحظہ فرمائیں گے کہ یہ ساری کی ساری سورتیں جو دوسرے
 نبیوں کے نام پر آتی ہیں، یہ ساری کی ساری مکی سورتیں ہیں، اور مدنی سورت
 صرف ایک ہے جو کسی نبی کے نام پر آئی۔ وہ نبی کون ہیں؟ جناب محمد رسول اللہ
 صلی اللہ علیہ وسلم۔ اس سورۃ کا نام ہے سورۃ محمد۔ یہ مدنی ہے اور باقی
 ساری سورتیں جو نبیوں کے نام پر آئی ہیں (علیہم الصلوٰۃ والسلام) یہ ساری
 کی ساری سورتیں مکی ہیں۔ گویا اس میں یہ اشارہ کر دیا جاسکتا ہے (یہ ہیں تاویل

کے طور پر عرض کر رہے ہوں) کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے جننے انبیاء علیہم السلام تشریف لائے، گویا وہ مکی زندگی کے آئے، تکمیل نبوت تکمیل ہدایت آپ ہی پر ہوئی اور نبوت کاملہ جن کو عطا ہوئی وہ کون ہیں؟ جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جس طرح حضور کی مکی زندگی میں احکام مقہور کے نازل ہوئے تھے، عقائد زیادہ تھے اور پھر احکام کاملہ مجموعہ اور آیات قرآنیہ اُکملت لکم دینکم و اتممت علیکم نعمتی و رضیت لکم الاسلام دیناً (المائدہ ۳) یہ کہاں نازل ہوئی؟ مدینہ منورہ میں، سورت مائدہ میں اسی طرح سورت محمد جو حضور انور کے اسم گرامی سے منسوب ہے جیسا کہ سورت محمد میں خود آتا ہے اَمْشَرَبِ مِمَّا نَزَّلَ عَلٰی مُحَمَّدٍ (محمد ۲۰) وہ سورت تو مدنی ہے اور باقی ساری وہ سورتیں جن میں کسی نبی کا واقعہ ذکر ہے اور اس نبی کے نام کے ساتھ ان سورتوں کو منسوب کیا ہے جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے، وہ ساری کی ساری سورتیں مکی ہیں۔ گویا پہلے انبیاء علیہم السلام کی جو زندگی تھی یا تعلیمات تھیں، وہ مکی طرز کی تھیں اور حضور انور کی جو تعلیمات ہیں، حضور انور کے جو ارشادات ہیں وہ مدنی طرز کے ہیں۔ اسی مناسبت سے سورت ابراہیم کا نام سورت ابراہیم رکھا گیا۔

تو سورت ابراہیم میں میرے بزرگوار جو مضامین ہیں ان مضامین کا خلاصہ یوں سمجھ لیجئے کہ اللہ تعالیٰ عزوجل نے ان کافروں کے کفر کی وجہ کو بیان فرمایا کہ یہ کافر کیوں کہتے ہیں کُفْرٌ مُّؤَسَّلًا — اے اللہ کے نبی! آپ رسول نہیں ہیں۔ یہ رسالت کا انکار کیوں کرتے ہیں، بات سمجھ میں

نہیں آتی؛ دلیل نہیں سمجھ سکتے؛ حضورِ انور صلی اللہ علیہ وسلم کے جسدا طہر سے
 کوئی دلیل سمجھ نہیں آتی؛ حضور کا کلام کوئی ایسا ہے؛ حضور کے معجزات کوئی
 ایسے ہیں؛ حضور کی تعلیمات کوئی ایسی ہیں؛ حالانکہ امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم
 جو ذرا بھی اعتماد رکھتے تو وہ بات کو مان لیتے۔ حضورِ انور کی تعلیمات بالکل
 سنبھلی اور واضح ہیں۔ جس نے ذرا بھی میرے بزرگوں اور توجہ کی تو حضور
 انور صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف وہ مائل ہوا۔ اس سورت میں یہ بتایا جاتا ہے
 کہ جو لوگ دنیاوی زندگی کو ترجیح دیتے ہیں آخری زندگی پر، تو وہ ان بند شمول
 کو ٹوڑتے ہیں جو دنیاوی زندگی کو تجارت پر ترجیح دینے کے لئے پیدا کی گئی ہیں
 وہ پھر قیامت کی زندگی کو ترجیح نہیں دیتے دنیاوی زندگی پر۔ اور یہ دو
 بڑی طاقتیں گذری ہیں حضورِ انور سے پہلے۔ ایک کو کہا جاتا ہے فرعون اور
 ایک کو کہا جاتا ہے فرعون۔ فرعون کا مقابلہ ہوا حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ
 والسلام کے ساتھ جیسا کہ تیسرے پارے میں گذر چکا ہے اَلَّذِي تَرَى
 الَّذِي تَحَاجُّ اِبْرَاهِيْمَ فِي رَبِّهِ اِنَّ اَتَاكَ اللهُ الْمُلْكَ مَرَادًا قَالِ
 اِبْرَاهِيْمُ رَبِّي الَّذِي يُبْحِي وَيُنِمْ اَنَا اَحْيٍ وَاَمِيْتُ
 (البقرہ ۲۵۸) تو فرعون نے حضرت ابراہیم کے ساتھ مقابلہ کیا اور فرعون نے
 موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ مقابلہ کیا۔ دونوں کے مقابلے قرآن مجید میں موجود ہیں
 تو اس سورت مقدمہ میں اللہ تعالیٰ نے ان کے انکار کی وجہ بیان فرمائی۔ کہ جب
 انسان دنیاوی زندگی کے مقابلے میں آخری زندگی کو ترجیح دیتا ہے تو وہ تو
 پھر اللہ تعالیٰ کی طرف مائل ہو جاتا ہے۔ وہ تو پھر نور کو حاصل کر لیتا ہے، وہ

ہدایت کو اپنالیتا ہے۔ لیکن جو دنیاوی زندگی کو اخروی زندگی پر ترجیح دیتا ہے
یا اخروی زندگی کا وہ قائل ہی نہیں رہتا، تو پھر اسے کیا پڑی ہے کہ وہ قرآن
کی طرف آئے؟ قرآن مجید نے اسی لئے دوسرے مقام پر فرمایا کہ تَوَثِّرُونَ
الْحَيَاةَ الدُّنْيَا ۗ وَالْآخِرَةَ خَيْرٌ ۗ وَأَبْقَىٰ ۗ إِنَّ هَذَا لَفِي الصُّحُفِ
الْأُولَىٰ ۗ صَحَّفَ إِبْرَاهِيمَ ۗ وَمُوسَىٰ ۗ رَافِعًا ۗ

اب انشاء اللہ آپ ربط سمجھ گئے ہوں گے کہ حضرت موسیٰ اور ابراہیم علیہ السلام
کا ساتھ ساتھ ذکر آتا ہے۔ اللہ فرماتے ہیں کہ تمہارے انکار کی وجہ کیا ہے اسے
منکر و بائع اسلام کے مخالفوں اور جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے معاندوں
تمہارے انکار کی وجہ کیا ہے؟ بِن تَوَثِّرُونَ الْحَيَاةَ الدُّنْيَا ۗ تم تو
دنیاوی زندگی کو ترجیح دیتے ہو، حالانکہ وَالْآخِرَةُ خَيْرٌ ۗ وَأَبْقَىٰ ۗ اخروی
زندگی بہتر بھی ہے اور ہمیشہ رہنے والی ہے۔ تم فانی زندگی کو پانچ منٹ
کی زندگی کو، چوبیس گھنٹے کے مقابلے میں ترجیح دیتے ہو، حالانکہ یہ بات
میں نے پہلے سب نبیوں سے کہی اور جو اپنے اولوالعزم نبی گزرے ہیں
إِنَّ هَذَا لَفِي الصُّحُفِ الْأُولَىٰ ۗ صَحَّفَ إِبْرَاهِيمَ ۗ وَمُوسَىٰ ۗ

حضرت ابراہیم سے بھی یہی کہہ کر حضرت موسیٰ سے بھی یہی کہہ کر اپنے وقت کے ان کافروں کو ان معاندوں کو، ان اللہ کے دشمنوں کو یہ
بات بتا دو کہ جس زندگی کے لئے تم اپنے خالق کو چھوڑ رہے ہو، جس زندگی کے
لئے تم اپنے مالک کو چھوڑ رہے ہو، جس زندگی کے لئے تم اللہ کی مخالفت کر رہے
ہو، یہ تو انہی معمولی سے کہ اس کا تو اس زندگی کے مقابلے میں کوئی تناسب ہی

نہیں ہے۔ سید الانبیاء و جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، مسلم
 کی حدیث ہے، آپ فرماتے ہیں کہ دنیاوی زندگی، اس کا یہ طول و عرض، اس کی
 یہ اتنا لمبا بن جانا، یہ صدیاں، یہ زمانے، یہ سارے کے سارے قیامت کے
 مقابلے میں یوں سمجھ لیجئے جیسا کہ دریا میں، سمندر میں کوئی آدمی اپنی انگلی ڈبو کر
 نکالے، تو اس کی انگلی کے ساتھ جو پانی لگ جاتا ہے، اس پانی کی کیا نسبت
 ہے سمندر کے پانی کے ساتھ؟ (یہ مسلم کی حدیث ہے جس کو "کتاب المرید"
 میں نقل کیا عبداللہ ابن مبارک متوفی ۱۸۱ھ نے) کہ انسان کی یہ زندگی
 جس زندگی میں میرے بھائی ہم گزر رہے ہیں، یہ زندگی قیامت کے مقابلے
 میں اتنا بھی تناسب نہیں رکھتی جتنا کہ آپ کسی دریا میں، کسی سمندر میں اپنی
 انگلی ڈالیں تو انگلی کے ساتھ جو پانی لگ جاتا ہے اس پانی کی نسبت سمندر
 یا دریا کے پانی کے ساتھ کیا ہے؟ کچھ بھی نہیں ہے۔ تو یہ زندگی پچاس سال
 کی یا ساٹھ سال کی یا سو سال کی یا دو سو سال کی، بلکہ قرآن مجید میں آتا ہے
 وَمَا هُوَ بِمُرْسِيٍّ ۙ مِنَ الْعَذَابِ اِنَّ يَوْمَئِذٍ الْعَذَابُ مُرْسِيٌّ ۙ ہزارہ
 سال کی زندگی بھی اگر ہو تو بھائی یہ قیامت کے مقابلے میں کیا مقام رکھتی ہے؟
 تو حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے بات سمجھائی کہ جس زندگی کو تم ترجیح دیتے
 ہو اللہ کی مرضی پر جس زندگی کے تقاضوں کو تم کرتے ہو اللہ کے حکموں کے
 مقابلے پر، جس زندگی کو تم بہتر سمجھتے ہو قیامت کی زندگی سے، یہ زندگی تو
 کچھ بھی نہیں ہے قیامت کی زندگی کے مقابلے میں۔ اور میرے بزرگو اور
 دوستو! یہی بات ہے اگر سرتی ہے جب انسان کے سامنے اللہ کا حکم آجائے

دنیاوی زندگی کا تقاضا آجائے تو پھر اس وقت پتہ چل جاتا ہے کہ ایمان ہے یا نہیں۔ لہذا سب آپ کو ایسے امتحانوں میں کامیاب ہونے کی توفیق عطا فرمائے۔ جب ہمارے سامنے دو باتیں آجائیں۔ ایک ہماری دنیاوی زندگی کا تقاضا اور ایک ہماری آخری زندگی کا تقاضا۔ اسلام دنیاوی زندگی کے خلاف نہیں ہے۔ اسلام تو صرف یہ چاہتا ہے کہ دنیاوی زندگی کو آخری زندگی پر ترجیح نہ دی جائے۔ یعنی جب تکراؤ پیدا ہو دنیاوی زندگی میں اور آخری زندگی میں تو دنیاوی زندگی کو بہتر سمجھو بلکہ آخری زندگی کو بہتر سمجھو۔ اگر دنیاوی زندگی کے مقابلے میں آخری زندگی کو بہتر سمجھا گیا تو پھر تو یہ کامیابی ہے۔ اور اگر دنیاوی زندگی کو آخری زندگی کے مقابلے میں بہتر سمجھا گیا تو پھر **ذَلِكَ هُوَ الْخُسْرَانُ الْمُبِينُ** (البقرہ ۱۷۷) آخری زندگی کی ترجیح دنیاوی زندگی کی ترجیح پر یہ ناکامی ہے۔ اس سورت ابراہیم میں رب العالمین نے اسی کو بیان فرمایا۔ اگرچہ اس سلسلے میں باتیں اور بھی بہت سی عرض کر سکتا ہوں، مگر چونکہ ہمارے محترم بھائی حاجی عثمان غنی صاحب کا یہ حکم ہے اور یہ بات بھی ٹھیک ہے، کہ ہر سورت کم از کم دو نشستوں میں ختم ہو جانی چاہیے۔ بات کو لمبا زیادہ نہ کیا جائے۔ ویسے تو بھائی قرآن مجید کے معارف اور اس کے نکات، قرآن مجید کے برکات اگر بیان کئے جائیں تو مجھ جیسا گنہگار طالب علم بھی کافی وقت لے سکتا ہے، لیکن ان کا یہ مشورہ صاحب سے ہے کہ ہم چاہتے ہیں اللہ تعالیٰ اپنا فضل و کرم کرے تاکہ اس طریقے پر یہ پورا قرآن مجید واہ کینٹ میں ہو جائے۔ تو امید ہے کہ اللہ تعالیٰ ہمیں اس کی برکات سے مزید

بھی نوازتے رہیں گے، تو اس لئے میں اب ضروری آیات کا ترجمہ پیش کرتا ہوں
ساتھ ساتھ تفسیر بھی کرتا جاؤں گا۔

ارشاد فرمایا اسراف۔ یہ بھی حروف مقطعات ہیں جن کے متعلق سورہ

بقرہ اور دوسری سورتوں کے شروع میں عرض کر چکا ہوں کہ بعض سورتوں
کے شروع میں حروف مقطعات آتے ہیں۔ اور ان حروف مقطعات کا مطلب
یہ ہوتا ہے کہ سورت میں جو آنے والا مضمون ہے، اس مضمون کو تم معمولی نہ
سمجھو، اس پر یقین رکھو، یہ بات ہو کر رہے گی، جس طرح تمہیں اللہ پر یقین ہے
کہ یہ اللہ کا کلام ہے، باوجود اس کے کہ تم سمجھ نہیں سکتے کہ ترجمہ اس کا کیا
ہے، حروف مقطعات کے متعلق یہی فیصلہ ہے کہ اللہ اعلم بمرادہ
بِذَٰلِكَ ط (اللہ تعالیٰ اپنی مراد کو خوب جانتا ہے کہ ان کلمات سے کیا ہے) تو فرمایا
جس طرح تم اللہ کی مراد اور معنی نہ سمجھنے کے باوجود مسلمان ہونے کے اعتبار
سے یہ مانتے ہو کہ یہ اللہ کا کلام ہے، اسی طرح اس سورت میں جو مضمون آگے
آ رہے ہیں، ان مضمونوں کی صداقت میں، ان کے وقوع کے اندر کسی قسم کا شک
نہ کہ وہ ان کو مجھی مانو کہ وہ بھی جن جانب اللہ میں۔ مثلاً جس نبی (صلی اللہ علیہ وسلم)
کے متعلق تم آج یہ کہتے ہو کہے والو کہ کشت ضریراً (تو رسول نہیں ہے)
اور تم یہ کہتے ہو کہ تھوڑے زمانے کے بعد (نعوذ باللہ) یہ کھیل ختم ہو جائے
گا، تم کیا جانتے ہو؟ یہ تو قیامت تک باقی رہے گی، یہ زندگی، اور یہ نبوت اور یہ
رسالت تو قیامت تک باقی رہے گی۔ بے شک دنیا میں تشریف لائے، ابراہیم
بڑے مصلح آئے، انبیاء بھی تشریف لائے، غیر انبیاء بھی آئے، ارسطو آیا،

بُقرات آیا، مُسقراط آیا اور دوسرے لوگ فارابی وغیرہ آئے، دنیا میں انہوں نے اپنے اپنے نظریے کے مطابق اصلاح کرنے کی کوشش کی، وہ خیر آسانی تھے، وہ تو ناکام ہونا ہی تھا انہوں نے جو آسانی ہدایت کے کر بھی آئے، حضرت آدم سے لے کر جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تک آسانی ہدایت لے کر آئے، وہ بھی اپنے اپنے زمانے میں تعلیمات دے گئے لیکن وہ تعلیمات آگے نہ بڑھ سکیں جو بڑھیں تعلیمات تو کس کی بڑھیں؟ جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی، اور قیامت تک بڑھتی ہی چلی جائیں گی۔

سیدنا شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے

أَخَلَّتْ نُوْمُوْسُ الْأَوَّلِيْنَ وَشَمْسُنَا
أَبْدًا عَلَى أَسْفَلِ السَّمَاءِ لَا تَعْرُوبُ
فرمایا پہلوں کے سورج تو اپنی روشنی دکھا کر ڈوب گئے۔ لیکن ہمارا سورج
قیامت تک چمکتا رہے گا۔ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے جو امام الانبیاء
کی شان میں فرمایا، اُس کا ترجمہ یہ ہے کہ دنیا کا سورج تو دن کو چمکتا ہے،
دن کو روشنی پہنچاتا ہے، لیکن میرا سورج رات کو چمکتا ہے، صلی اللہ تعالیٰ
علیہ وسلم۔

تو حضور کی ہدایات تو میرے بھائی قیامت تک رہنے والی ہیں، تو یہ فرمایا
کہ اے مکہ والو! تم جو یہ کہتے ہو کہ کشتِ مُوسٰیٰ تمہارے اس کہنے کا کیا اعتبار
ہے؟ یہ تو نبی ہے، اور قیامت تک نبوت چمکے گی، اور چمکتی چلی جائے گی۔ اور
آج تک چمک رہی ہے، چودہ سو سال ہو گئے ہیں، اور ہمیں یقین ہے کہ قیامت
تک چمکتی چلی جائے گی۔ حضور کا اپنا ارشاد گرامی ہے کہ دنیا میں کوئی ایسی

بھونپڑی باقی نہ رہے گی۔ کوئی کچا مکان باقی نہ رہے گا، کوئی خیمہ باقی نہ رہے گا، جہاں
پر کَلَّا، اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ نہ پہنچے گا۔ اللہ تعالیٰ کے فضل سے پہنچ
رہا ہے باوجودیکہ مختلف طریقوں سے رکاوٹیں ڈالی جاتی ہیں، لیکن اللہ کا دین
وَاللّٰهُ صَبِيْحٌ نُّوْرٌ وَّ لَوْ كَسِرَہُ الْكٰفِرُوْنَ ۝ (الصّٰفّٰت) مسلمانوں کو اللہ نے
وہ عزم عطا کیا ہے کہ وہ اللہ کے دین کی اشاعت میں سرگرم عمل ہیں، اللہ تعالیٰ
ان لوگوں کی محنتوں میں برکت پیدا فرمائے۔

تو ارشاد فرمایا کہ تم جس چیز کو آج ناممکن سمجھتے ہو اور پھر حضورؐ کی دیر کے لئے
کہتے ہو کہ اللہ تعالیٰ سمجھ جاؤ، یہ محمد رسول اللہ جو کہتے ہیں وہ ہو کر رہے گا جب
حضورؐ نے ہجرت کی کہ مکہ سے اور غار ثور میں پہنچے تو مکے والوں نے رسول کریم
صلی اللہ علیہ وسلم کے تعاقب میں اپنے دو آدمی جیسے جن میں سراقہ بھی تھا۔ سراقہ
گھوڑے پر سوار تھا، حضورؐ انور کو پایا، قریب ہی تھا کہ حضورؐ کو پالے لیکن
گھوڑا زمین میں دھنس گیا۔ سیرت کی کتابوں میں موجود ہے۔ سراقہ کا گھوڑا دھنس
گیا زمین میں۔ پھر حضورؐ کی دعا سے نکلا۔ پھر چند قدم آگے بڑھا، پھر دھنس گیا
آخر اس بچارے کو سوائے اس کے کوئی بات نہ سمجھا آئی کہ اس نے امام الانبیاء سے
امان لی اور اس نے کہا کہ "اللہ کے نبی! آپ مجھے امان لکھ دیں" حضورؐ نے اپنی طرف
سے امان لکھ کر دے دی کہ سراقہ کے لئے امان ہے۔ اور ساتھ ہی رحمتِ دو عالم نے
کیا فرمایا۔۔۔ بہت سہڑی دلیل ہے۔ کاش مسلمانوں کو بھی آج اعتماد ہوتا
اپنے نبی کی کلام پر۔ (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کیا کیا جلتے ہ آج ہم خود اپنے
نبیؐ کی ہدایات ہوتے ہوئے دوسروں کی طرف جارہے ہیں نبی کریمؐ جو کچھ فرمائے

میرے بھائی! اس میں ہمایات ہمارے لئے نہیں ہیں؟ یہ تو وہی راہ ہدایت ہے جس کو اپنا کر صحابہ کرام ساری دنیا میں چکے، دنیا میں بھی وہ کامیاب ہوئے، ان کو سلطنتیں ملیں، حکومتیں ملیں، سب کچھ علامہ محمد رسول اللہ کی غلامی میں۔ حضور نے سراقہ سے کیا کہا؟ فرمایا "اوسراقہ! تجھے میں ایک بشارت دیتا ہوں" عرض کیا "اللہ کے نبی! فرمائیے" فرمایا "سراقہ! ایک وقت آئے گا، کسریٰ کا تاج تو پہنے گا، اس کا کمر بند تیری کمری ہوگا" سراقہ نے کہا "اے اللہ کے نبی! وہ کسریٰ جو فارس کا بادشاہ ہے؟" فرمایا "ہاں، وہی کسریٰ جو فارس کا بادشاہ ہے، محمد پیشین گوئی کرتا ہے دصلی اللہ علیہ وسلم ایک وقت آئے گا کہ تیرے سر پر کسریٰ کا تاج ہوگا اور تیری کمری کسریٰ کا کمر بند ہوگا" پھر عرض کرتا ہے "اللہ کے نبی! یہ کیسے ہوگا؟" فرمایا "ہو کر ہوگا"۔ اپنی حالت کیا ہے؟ تاریخ یہ کہتی ہے کہ امام الانبیاء حسن او نثنی پر سوار تھے وہ بھی کرائے کی بھتی۔ اللہ کا وہ نبی (صلی اللہ علیہ وسلم) جس کی اونٹنی بھی کرائے کی ہے سراقہ جیسے کو یہ بشارت دیتا ہے کہ اوسراقہ ایک وقت آئے گا کہ تیرے سر پر کسریٰ کا تاج ہوگا، اسلام کی بوقت سے۔ چنانچہ حضور دنیا سے تشریف لے جاتے ہیں ابو بکر صدیق بھی تشریف لے جاتے ہیں، عمر فاروق کا زمانہ ہے۔ سراقہ مسجد نبوی میں موجود ہے اور خسرو پرویز کا بیٹا، ولیعہد ایران گرفتار ہو کر حضرت عمر کے سامنے پیش ہوتا ہے، سر پر کسریٰ کا تاج اور اس کی کمری وہی کمر بند ہے ہوا ہے۔ مرصع، لعل و جوہر کا، بڑا وزنی۔ حضرت عمر فاروق نے پوچھا "کیوں ولیعہد ایران! کیا بات ہے؟" ہم کبھی تمہیں باج دیتے تھے، جزیرہ اور ٹیکس دیتے تھے آج تم میرے سامنے گرفتار ہو کر آگئے ہو، کیا بات ہے؟" سر کا ملک

بٹا ہوا تھا، کچھ جلسہ کے حوالے تھا، کچھ ایران کے حوالے تھا، کچھ یمن کے
 حوالے تھا، کیونکہ عربوں کی تو اپنی کوئی حیثیت ہی نہیں تھی۔ حیثیت دی آ
 کر جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے۔ اللہ مسلمانوں کو پھر وہ مقام
 وہ غیرت نصیب فرمائے جو حضورؐ کے زمانے میں تھی کہ آج وہ اوتھانٹ وغیرہ
 کے سامنے درخواسنیں لے کر پھرتے ہیں کہ ہمیں یہودیوں کے مظالم سے بچاؤ
 اللہ کے سامنے کیوں نہیں گڑ گڑاتے؟ جو اللہ قُلِ اللَّهُمَّ مَلِكُ الْمَلِكِ
 مُنْتَوِي الْمَلِكِ مَنْ تَشَاءُ وَتَنْزِيحُ الْمَلِكِ مَنْ تَشَاءُ وَتُصَوِّدُ مَنْ
 تَشَاءُ وَتَنْزِلُ مَنْ تَشَاءُ (آل عمران ۶۶) مسلمان نے خدا کا دروازہ چھوڑ دیا
 اس لئے آج ٹھکرائے جا رہے ہیں۔ اللہ کے دروازے کو بکھولیں پھر وہی
 عروج نصیب ہوگا۔ حضرت عمر فاروقؓ نے پوچھا: لیعہد ایران سے
 "بتنا، ایک وہ وقت تھا کہ ہم عرب تھے باج دیتے تھے، آج تو میرے سامنے؟
 اور عمر فاروقؓ کی ظاہری شکل کیسا ہے؟ کھڑکے کپڑے ہیں، ریت
 پر بیٹھا ہوا ہے۔ اللہ کا ولی، جس کے متعلق امام الانبیاء فرماتے ہیں لَوْ
 كَانَ بَعْدِي نَبِيًّا لَكَانَ عَمْرِيًّا۔ اور ایران جیسی مملکت کا ولی عہد عمرؓ کے
 سامنے کھڑا ہے، زنجیروں میں جکڑا ہوا ہے۔ لیکن سر پرتاج اور کمر میں
 کمر بند۔ آخر شہزادہ تھا، اسی حیثیت سے پیش کیا گیا۔ حضرت عمرؓ نے
 سوال کیا کہ "بتاؤ ولی عہد! کیا بات ہے؟ کیا انقلاب آیا کہ آج تم میرے
 سامنے موجود ہو اور پہلے ہم تمہیں باج دیتے تھے؟" آخر ولیعہد
 تھا، بادشاہوں کے جواب بھی شاہی ہوتے ہیں کہنے لگا "اے خلیفۃ المسلمین

بات اصل میں یہ تھی کہ جب تک ساتھ خدا کی مدد نہیں تھی، تم ہمارے غلام تھے
 آج تمہارے ساتھ خدا کی مدد ہے، ہم تمہارے غلام ہیں۔ چنانچہ
 سراقہ بیٹھا ہوا تھا، عمر فاروقؓ نے فرمایا: "سراقہ! یہ تاج آمارا اپنے سر پر
 پہن۔ یہ کمر بند کھول، اپنے ساتھ باندھ، سراقہ نے وہ تاج اپنے سر پر پہنا
 جس کی بشارت امام الانبیاءؑ تھے غار ثور میں۔ وہ بشارت آج
 پوری ہوئی ہے۔ محمد رسولؐ نے جو فرمایا وہ پورا ہوا کہ نہ ہوا، سراقہ اپنے
 سر پر تاج پہنتا ہے مسلمان کی حالت میں اور وہ زین اور مرصع کمر بند اپنی
 کمر کے ساتھ باندھتا ہے۔ لیکن پھر وہاں یہ کیا تھا، عجز و نیاز۔

مسلمان کی نشان کجا ہے؟ اللہ کی رحمتیں آئیں، اور خدا کی طرف جھکے۔
 عمر فاروقؓ کہتے ہیں کہ اسے سراقہ، تو بھی ہاتھ دکھڑے کر، میں بھی ہاتھ دکھڑے
 کرتا ہوں۔ تو بھی خدا کی عظمت کا نعرہ بلند کر، میں بھی خدا کی عظمت کا نعرہ
 بلند کرتا ہوں۔ کہ سب نعرے ہیں اس خدا کے لئے ہیں جس نے ہم جیسے بندوں کو
 کو آج ایران جیسی ممالک کا تاجدار بنایا اور بھروسے بنا کر کو کسریٰ کا تاج
 پہنایا، محمد رسول اللہؐ کی غلامی کی برکت سے۔

تومیرے بھائیوں! اسراف میں اشارے کئے گئے ہیں، حروف مقطعات
 میں اشارے کئے گئے ہیں کہ اسے مسلمانوں! تم حروف مقطعات پر یقین رکھتے
 ہو، رکھنا چاہیے، جس طرح تم ان کا معنی نہ سمجھنے کے باوجود حروف مقطعات
 پر یقین رکھتے ہو، اسی طرح تم یقین رکھو کہ ان سورتوں میں جو آنے والے
 مضمون ہیں وہ اپنی جگہ پر بالکل صحیح ہیں۔

ارشاد فرمایا کہ کتاب ہے۔ قرآن مجید ایک کتاب ہے۔ یہ جو کہتے ہیں
 نہ قلم تھی نہ دوات تھی۔ عجمی تصورات ہیں۔ لَاحِزُونَ وَاَلْقُوۡةَ الْاِیۡلَہِ
 من از بیگانگان نہ گزرنہ نام کہ با من ہر چہ کرواں آشنا کرو
 اللہ ہمارے بھائی ہے۔ بھائیوں کو نور ہدایت نصیب فرمائے۔ اللہ انھیں
 یہ توفیق دے کہ وہ اپنے غلط نظریات سے توبہ کریں۔ قرآن تو کہتا ہے کہ کتاب میں
 کتاب ہوں۔ اللہ فرماتا ہے قرآن کتاب ہے۔ تو کتاب لکھی ہوتی ہے یا غیر لکھی ہوتی
 ہے بھائی؟۔ ابھی میں نے آپ کے سامنے سراقہ کا ذکر کیا ہے۔ اس زمانے میں
 نہ فونٹین پن ہیں، نہ وہاں پڑھائی موجود ہے، نہ کوئی پیسلین ہیں۔ وہ نبی صلی اللہ
 علیہ وسلم جو ہجرت کے وقت بھی اپنے پاس قلم اور دوات رکھتا ہے، تو اس نے
 قرآن نہیں لکھا یا ہو گا؟ (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) انہوں نے حدیث نہ مرتب
 کرائی ہوگی؟ (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) تو قرآن نے کیا فرمایا؟ کتاب۔ یہ قرآن
 ایک کتاب ہے تنوین بل تعظیم۔ یہ ایک بہت بڑی کتاب ہے۔ کیوں؟
 کتاب مصحف کی وجہ سے عظمت اور غیر عظمت کی طرف جاتی ہے۔ مجھ
 جیسا گنہگار کوئی کتاب لکھے، اس کی کیا وقعت ہے؟ اور امام الاولیاء لاہور
 جیسے کتاب لکھیں، سبحان اللہ۔ اور بڑے بزرگ کوئی اور کتاب لکھیں
 بارک اللہ۔

امام مالک نے موطا امام مالک جمع کیا (حدیثیں ہیں حضور انور کی) وہ
 برکات اس میں پیدا ہو گئیں۔ محسوس برکات۔ مولانا اثر علی نقانوی
 رحمۃ اللہ علیہ اس کے متعلق فرماتے ہیں کہ سب سے بڑی بیماری، سب سے

بڑی تکلیف جس کا مقابلہ دنیا کی کوئی تکلیف نہیں کر سکتی۔ ہم سب ماؤں سے پیدا ہوئے ہیں۔ وہ وقت ہوتا ہے کہ جب کوئی ماں، بہن، بچی، کوئی بچہ جنم دیتا ہے جسے ہماری بولی میں دروزہ کہا جاتا ہے۔ یہ سب سیرت بڑی تکلیف کا وقت ہے کہ ایک انسان خود موت کے دروازے پر پہنچ کر دوسرے انسان کو جنم دیتا ہے۔ اس لئے ماؤں کے حقوق اسلام میں بہت زیادہ ہیں۔ ماں خود موت کی تلخ پیر پہنچتی ہے اور بیٹے بیٹی کو جنم دیتی ہے اس لئے ماؤں کا حق بہت زیادہ ہے۔ سب سے بڑا حق کس کا ہے؟ ماؤں کا حق ہے۔ حضور نے تین مرتبہ فرمایا "اپنی ماں کے ساتھ اچھا سلوک کر، اپنی ماں کے ساتھ اچھا سلوک کر، اپنی ماں کے ساتھ اچھا سلوک کر" اور پھر آگے چل کر حضور نے فرمایا چوتھی مرتبہ "ابا جی کے ساتھ بھی اچھا سلوک کر" کہ ماں نے بڑی تکلیفیں برداشت کی ہیں۔ تو حضرت حکیم الامت، محققانوی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ ایسی حالت میں، جب کوئی تجویز کا رگڑ ہو، تو ایسی بچی کو کپڑے میں لپیٹ کر "موٹا امام مانک" اس کے سامنے رکھو۔ بچی کتاب پر ہاتھ رکھے، اللہ تعالیٰ اس تکلیف سے نجات دے دے گا۔

کیا سمجھتے ہیں محمد رسول اللہ کے اقوال کو؟ حضرت تھانویؒ نے خود لکھا کہ جس وقت علامہ مظفر نگر میں طاعون پھیلا ہوا تھا اس وقت "نشر الطیب فی ذکر النبی الحبیب" چھپی ہوئی کتاب ہے۔ "نشر الطیب فی ذکر النبی الحبیب" امام الانبیاء کی سیرت جو لکھی ہے حضرت تھانویؒ نے، اس کا نام ہے "نشر الطیب فی ذکر النبی الحبیب" اس سیرت کی کتابت کی یہ برکات تھیں۔

کہ سارے ضلع مظفرنگر میں طاعون پھیلنا لوگ مرے، تمھانہ بھون میں ایک موت
 بھی واقع نہیں ہوئی۔ وَمَا أَرْسَلْنَاكَ إِلَّا رَحْمَةً لِّلْعَالَمِينَ (الانبیاء ۱۰۷)
 حضورؐ تو رحمتِ دو عالم ہیں (صلی اللہ علیہ وسلم) جہاں حضورؐ کا ذکر ہو،
 جہاں امام الانبیاءؑ پر درود پڑھا جاتا ہو، جہاں سیرت کی کتابیں مدون ہوں،
 وہاں اللہ کی رحمتیں نازل ہوتی ہیں۔

علامہ قاضی عیاض نے لکھی ہے۔ "کِتَابُ الشِّفَاءِ فِي حَقْوِقِ الْمُصْطَفَى"

جس کی شرح لکھی ہے علامہ شہاب خفاجی نے، مصر کا بہت بڑا مفسر
 محدث گذرا ہے، جس نے بیضاوی کا حاشیہ لکھا ہے "الشہاب"
 چھپا ہوا ملتا ہے بڑا مفصل حاشیہ ہے۔ اسی مفسر نے کتاب الشفاء کی
 شرح لکھی ہے "نسیم الریاض" چھپی ہوئی ہے وہ بھی چار جلدوں میں ملتی ہے
 "نسیم الریاض" کے مقدمے میں وہ لکھتے ہیں کہ "کتاب الشفاء" کی یہ برکات
 ہیں کہ جس گھر میں "کتاب الشفاء" ہوگی وہ آگ جلنے سے محفوظ ہوگا۔ جس
 کشتی میں "کتاب الشفاء" ہوگی وہ ڈوبنے سے محفوظ ہوگی۔ جہاں محمد رسول اللہ
 کا نام آجائے، بشرطیکہ نام پڑھنے والا احترام بھی کرے، وہاں برکات ہی
 برکات ہوتی ہیں۔

آج ہمارے ہاں تو احترام ہی نہیں ہے محمد رسول اللہ کا۔ ورنہ حضورؐ
 کے ناموں میں بھی وہ برکت ہے میرے بھائی! کہ جو کسی کے نام میں نہیں ہے
 محمد رسول اللہ کا نام بھی بڑا بابرکت ہے (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم)
 تو بات دوز نکل گئی۔ میں عرض کر رہا تھا کہ قرآن مجید نے کیا فرمایا؟

کتاب۔ یہ قرآن مجید ایک کتاب ہے اور کتاب کی شناخت کس سے ہوتی ہے؟
مصنف سے مصنف عظیم، کتاب عظیم، مصنف حقیر، کتاب حقیر۔ کتاب
پہنچنے والا کون ہے؟ رب العالمین۔ اس لئے فرمایا کتب انزلناہ۔
میرے حبیب! قرآن وہ کتاب ہے انزلناہ جس کو ہم نے اتارا ہے جسے
ہم اتاریں وہ پھر کتاب کریم بنے گی کہ نہ بنے گی؟ بل هو قرآن مجید
(السدوج عا) بڑی عزت والا قرآن، بڑی عزت والی کتاب، اس سے
بڑھ کر کسی اور کتاب کو اتنی عزت حاصل نہیں ہے جتنی عزت قرآن مجید کو
حاصل ہے، کتب قرآن مجید کتاب ہے عظیم کتاب ہے، لاناہ کتاب ہے
بینظیر کتاب ہے، انزلناہ الیک، جس کو ہم نے اتارا اور اتارا بھی آپ
کی طرف۔

یہاں ایک اور شے کا مبالغہ بھی دُر کیا قرآن مجید نے۔ عالم الغیب کا
کلام ہے نا، یہ جو بعض طرفوں سے کہا جاتا ہے۔ ہم سب کے لئے دعا کرتے
ہیں، اللہ ہمارے ان بھائیوں کو یہ بات نصیب کرے۔ یہ
کہہ دیتے ہیں کہ "قرآن مجید میں کچھ باتیں اللہ تعالیٰ کی ہیں اور کچھ باتیں محمد رسول اللہ
نے اپنی بھی ملا دی ہیں" (نعوذ باللہ من ذالک)۔ اس عقیدے سے انسان
کافر ہو جاتا ہے۔

قرآن تو یہ کہتا ہے کتب۔ یہ قرآن کتب ہے۔ انزلناہ، جس کو ہم
نے اتارا۔ یہ نہیں فرمایا "اُدھی اسان اتاری تے اُدھی کولوں پائی اس"
(نعوذ باللہ من ذالک) کیا مسلمان بنا رہے ہیں؟ اللہ تعالیٰ ان کو ہدایت دے

اس عقیدے سے کفر لازم آتا ہے۔ یہ تو کافروں نے کہا تھا ان ہذا الّا
 اَفَلَنْ اَسْتَوٰی وَاَعَانَہٗ عَلَیْہِ فُؤْمٌ اَشْرُوْنَ (الفرقان)
 دوسری جگہ فرمایا اِکْتَتَبَهَا فَہِیَ تُمَلِّیْ عَلَیْہِ بَکْرَةٌ وَاَصِیْلًاہ (الفرقان)
 یہ تو کافر کہتے تھے کہ محمد رسول اللہ نے اپنی طرف سے گھر لیا ہے اور کہتا ہے
 یہ قرآن اللہ نے نازل کیا۔ یہ تو کافروں کا عقیدہ ہے۔ مسلمان کہیں اس بات کو مان
 سکتا ہے؟ قرآن سارے کا سارا اللہ کا کلام ہے۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ سِوَاہُ
 اَلصُّمْدِ کِ الْفِی سِوَاہِ الْوَالِیِّیْنَ ہ کے سینے تک یہ سارا قرآن میں
 جانب اللہ ہے، مسلمان کا یہ عقیدہ ہے جو اس عقیدے کے خلاف ہو
 وہ مسلمان باقی نہیں رہ سکتا۔

اس لئے قرآن نے کیا فرمایا؟ کتب، یہ بڑی عظیم کتاب ہے۔ اور کیوں
 عظیم ہے؟ اَنْزَلْنٰہُ اِسْکُوْمَ لَیْلَہٗ اِنَّا نَزَّلْنٰہُ اِسْکُوْمَ لَیْلَہٗ اِنَّا نَزَّلْنٰہُ اِسْکُوْمَ لَیْلَہٗ
 کہ نہیں؟ کَلَامُ الْمَلُوْکِ مَلُوْکِ الْکَلَامِ بِاَوْشَاہُوْنَ کَلَامِ الْمَلُوْکِ
 بادشاہ ہوتا ہے۔ مگر بیڑی بادشاہ سے کہ نہیں؟ ”لہٰذا کانسی جماعت
 میں پڑھتا ہے؟“ ”جی بی اس میں ہے“ کبھی پوچھا ہے ”قرآن کتنا
 پڑھتا ہے؟“ ”سچ بتاؤ۔ جب ہم آپس میں دو آدمی ملتے ہیں، مولوی، پیر، سیٹھ
 دنیا دار جو ملتا ہے مسلمان آپس میں، بلکہ اب تو نہیں بھی جب آپس میں ملتی
 ہیں دو سہیلیاں پوچھتی ہیں ”گڑھی کیہڑھی کلاس و پوچھ اس کے؟“ ”فسط
 ایروچ“ ”قرآن پڑھتی ہے؟“ کبھی نہیں پوچھا۔ مجھے بتاؤ اگر کبھی
 کسی نے پوچھا ہو تو۔ ہم آپس میں ملتے ہیں تو بچوں کے متعلق پوچھتے ہیں

”کتے بیٹے ہیں، آج یہ بھی پوچھنا پڑتا ہے کتے بیٹے ہیں؟“ ”وہ اُمّ اللہ بڑی کلامی طرح لے“ ”جی ہنسٹ
 اُپر وچ اسے“۔ بس۔ ”اچھا! اللہ کا میاں کرے“۔ کبھی یہ کہا کہ ”قرآن
 پڑھتا ہے کہ نہیں؟“ ”محمد رسول اللہ کی حدیث پڑھتا ہے کہ نہیں؟“ ”درو پڑھتا
 ہے کہ نہیں؟“ ”نماز پڑھتا ہے کہ نہیں؟“۔

اس لئے فرمایا کتب اُنزَلَتْ۔ یہ کتاب میں نے اتاری ہے اس کی بڑی عزت
 ہے دوسری کتابوں پر کیونکہ یہ میرا کلام ہے۔ کلام اللہ اسی طرح عظیم ہے جس
 طرح اللہ کی ذات عظیم ہے، اللہ کا کلام اللہ کی صفت ہے۔ تو جس طرح اللہ
 کی ذات عظیم ہے، اللہ کی صفات بھی عظیم ہیں جس طرح اللہ قدیم ہے، اللہ کی
 صفات بھی قدیم ہے۔

اُنزَلَتْ۔ ہم نے اس کو اتارا۔ اور اتارا کس کی طرف؟ اَلَيْتَ۔ آپ کی
 طرف اتارا۔ میرے حبیب! آپ کی طرف اتارا سبحان اللہ۔ بڑا اونچا مقام ہے
 محمد رسول اللہ کا۔

مولانا محمد ابراہیم سیرسیا لکھنوی رحمۃ اللہ علیہ اپنی تفسیر ”تفسیر السراجین“
 کے مقدمے میں لکھتے ہیں صفحہ ۳۴ پر، جو ”مسلمان کہنی“ سو بدرہ نے شائع کی ہے
 اس کے صفحہ چونتیس پر لکھتے ہیں کہ میں تفسیر لکھتے لکھتے... ز آخر میں وہ پورے
 بھی تھے، کمزور بھی تھے... ”نقاہت کی وجہ سے قرآن کا مٹا لہ لہ لپٹ کر کر
 رہا تھا لپٹے ہوئے مجھے کچھ اونگھ سی آئی۔ تو میں نے دیکھا کہ میں قرآن پڑھ رہا
 ہوں۔ اور اس قرآن کا ترجمہ اور تفسیر من جانب اللہ ہو رہی ہے۔ اور اللہ یہ فرماتے
 ہیں کہ اے میرے پیارے نبی! اے میرے حبیب! تو وہ لکھتے ہیں کہ اس بات

کو سننے کے بعد میں نے یہ فیصلہ کر لیا کہ جہاں اللہ کے نبی کی طرف خطاب ہو، تو میں بھی
اپنی تفسیر میں کیا لکھتا ہوں؟ "اے میرے پیارے نبی! اے میرے محبوب! (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم)

تو کیا فرمایا؟ کتب انزلت الیک۔ یہ قرآن مجید بہت بڑی کتاب ہے
سب سے بڑی کتاب ہے۔ اور کیوں بڑی کتاب ہے؟ انزلت الیک ہم نے اس
کو اتارا۔ جسے ہم اتاریں وہ بڑی ہوگی کہ چھوٹی ہوگی، ہمارا کلام ہے۔ ہم بڑے
ہمارا کلام بڑا۔ انزلت الیک۔ پھر اتارا بھی آپ کی طرف۔ آپ کے بغیر
کون اسے اٹھا سکتا تھا؟ قرآن مجید محمد رسول اللہ پر نازل ہوا جس ذات پر
قرآن نازل ہوا، اس کی پھر عظمت کے کیا کہنے!

صحابہ فرماتے ہیں کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر جب قرآن نازل ہوا
تھا تو وہ کھم اظہر سے پسینہ پڑتا تھا۔ سردی کے موسم میں کھلی پسینہ آتا تھا۔ انہی
عظیم کتاب آپ پر نازل ہوتی تھی جس کو سنبھالا جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ
علیہ وسلم نے صحابی فرماتے ہیں کہ میں حضور کی اونٹنی کی مہار پکڑ کے جا رہا تھا،
حضور اپنی ناقہ مبارکہ پر سوار تھے۔ قرآن مجید نازل ہوا تھا اور اس کے
بوجھ سے میں دبا جا رہا تھا۔ حضور سوار تھے اپنی ناقہ مبارکہ پر حضور پر
قرآن نازل ہوا ہے۔ اور جس کے ماتھے میں مہار ہے اونٹنی کی، کریشٹ وہاں
یکساں رہتی ہے۔ وہ کہتا ہے اس بوجھ سے میں دبا جا رہا تھا جو نازل ہوا
رہا تھا محمد رسول پر۔ تو کتنی عظمت ہے محمد رسول اللہ کی۔
انزلت الیک۔ اس کتاب کو ہم نے اتارا آپ کی طرف۔ اور اتارا کیوں؟

لِتُخْرِجَ النَّاسَ مِنَ الظُّلُمَاتِ إِلَى النُّورِ ۗ تَاكُوهُ نُوْنُكَالِ مِیْرِ عِبِیْطِ
لوگوں کو۔۔۔ مِنَ الظُّلُمَاتِ، اندھیروں سے۔ اِی النُّورِ ۗ، روشنی کی طرف۔
کتاب کیوں نازل کی؟ تاکہ تو نکالے۔۔۔ لِتُخْرِجَ۔۔۔ خطاب کا صیغہ ہے۔
تاکہ تو نکالے۔۔۔ سمجھیں بات کو (اللہ مجھے آپ کو سمجھنے کی توفیق عطا فرمائے)
ہم ایک آیت بھی سمجھ گئے تو انشاء اللہ بیڑا بہا رہا پار ہے۔۔۔ لِتُخْرِجَ۔۔۔ کون
نکالے؟ تاکہ تو نکالے نکالنے والا ظلمتوں سے کون ہے؟ قرآن کہ محمد رسول اللہ
۔۔۔ محمد رسول اللہ۔۔۔ قرآن سمجھ نہیں آتا جب تک محمد رسول اللہ کے ساتھ عقیدت
پیدا نہ ہو۔ قرآن سمجھ نہیں آتا جب تک حدیث مصطفیٰ کے ساتھ عشق پیدا نہ
ہو، قرآن سمجھ نہیں آتا جب تک کہ پیروی نہ کرے محمد رسول اللہ کی سنت کی۔
اس لئے فرمایا کہ کتاب تو میں نے نازل کی، لیکن کتاب اُس وقت تک کام نہیں کر
سکتی جب تک تیرے منہ سے نہ نکلے تیری تشہیر کے ساتھ دنیا کے سامنے نہ
آئے۔۔۔ لِتُخْرِجَ النَّاسَ، تاکہ تو نکالے لوگوں کو، مِنَ الظُّلُمَاتِ إِلَى النُّورِ ۗ
اندھیروں سے نور کی طرف۔ جو اندھیروں میں بھٹکے ہوئے لوگ ہیں، ان کو نور
کی طرف کون نکالے گا؟ تاکہ تو نکالے گا، اے میرے نبی! (صلی اللہ تعالیٰ علیک
وسلم)۔ اور نکالے کس کے ساتھ؟ قرآن کی برکت سے، قرآن کی تعلیمات سے
نکالا کہ نہیں مگر فاروق کو، نکالا کہ نہیں عبد اللہ ابن مسعود کو، نکالا کہ نہیں
خالد کو؟ (رضی اللہ تعالیٰ عنہم)۔ وہ خالد جو غزوہ اُحد میں آتا ہے تلوار
لے کر امام الانبیاء کے خلاف۔ لیکن وہی خالد اندھیرے سے نکلتا ہے، پھر
اس نور کا پرچار کرتا ہے اور مرتے وقت حضرت خالد ابن ولید کے جسم پر

تو سے زیادہ زخم تھے۔ شام میں آپ کی وفات ہوئی ہے۔ وہ خالد بن ولید سے
 کفر کے حق میں تلوار اٹھائی تھی، اتنے اندھیرے میں تھا لیکن جب نور میں آیا
 تو کیسا پھر چمکا؟ جب دنیا سے جاتا ہے تو اسسوس کرتا ہے کاش! آج میں
 اپنے بستر پر مر رہا ہوں جس طرح اونٹ اپنی تھکان پر ترستا ہے۔ میں نے کتنی
 جنگوں میں شرکت کی، کہ کسی جنگ میں مجھے شہادت نصیب ہو جائے۔ کفر
 کی حالت میں وہ حالت تھی اور ایمان کی حالت میں یہ کیفیات اور تماشیاں ہیں۔
 تو فرمایا تاکہ تو نکالے لوگوں کو ظلمات سے نور کی طرف۔ اور اگر قرآن
 مجید یاد ہو، اللہ تعالیٰ مجھے آپ کو قرآن سمجھنے کی توفیق عطا فرمائے، تو حضرت
 ابراہیمؑ کا جو مقابلہ ہوا ہے کہ نہیں، آتا ہے تائیسیرے پارے ہیں، آیت
 الْكُرْسِيِّ كَيْفَ يَطْرُقُونَ؟ اللَّهُ وَلِيُّ الَّذِينَ آمَنُوا يُخْرِجُهُم مِّنَ
 الظُّلُمَاتِ إِلَى النُّورِ وَالَّذِينَ كَفَرُوا أُولَئِكَ أَصْحَابُ الظُّلُمَاتِ يُخْرِجُهُم
 مِنَ النُّورِ إِلَى الظُّلُمَاتِ أُولَئِكَ أَصْحَابُ النَّارِ هُمْ فِيهَا مُغْلَقُونَ
 (البقرہ ۲۵۷)۔ آگے کیا چلتا ہے قصہ؟ اَلَّذِينَ آمَنُوا سَأَجِبُ اِبْرَاهِيمَ
 فِي رَبِّهِ (البقرہ ۲۵۸) یعنی فرود اندھیرے میں تھا، فرعون اندھیرے
 میں تھا، دو لٹیں روشنی نہیں دیتیں، روپے روشنی نہیں دیتے، محلات
 روشنی نہیں دیتے۔ روشنی کب آتی ہے؟ جب تعلق پیدا ہو جائے جناب
 محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ۔

تو فرمایا تاکہ تو لوگوں کو نکالے اندھیروں سے۔ ظلمات کی بہت سی
 قسمیں ہیں۔ اندھیرے بہت ہیں۔ علامہ رازوی اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں

کہ قرآن مجید نے ظلمت کے لئے تو ظلمات کا لفظ اور شامی کہا۔ کہ اندھیرے بہت ہیں، کفر کا اندھیرا، شرک کا اندھیرا، مال کی محبت کا اندھیرا، اولاد کی محبت کا اندھیرا، کاروبار کا اندھیرا، عہدے کا اندھیرا، یہ سب اندھیرے ہیں جو یادِ خدا سے غافل کر دے وہ اندھیرا ہی ہے، کہ انسان کو بچھرا اور کچھ نظر نہیں آتا۔ ایک اپنی ہی چیز نظر آتی ہے۔ جو اپنا مدعا ہے۔ روپیہ مدعا ہے تو روپیہ نظر آتا ہے، اگر دولت مدعا ہے تو دولت نظر آتی ہے، اگر اور کوئی چیز مدعا ہے تو وہ چیز نظر آتی ہے۔

تو فرمایا کہ کسی قسم کے اندھیرے میں ہو۔ ظلمات بہت ہیں۔ عقیدے کا اندھیرا ہے، عمل کا اندھیرا ہے، خواہشات کا اندھیرا ہے اور بھی اندھیرے بہت سے ہیں، فرمایا کتاب مجید نکالتی ہے لوگوں کو ظلمات سے اِنی النور طرہ روشنی کی طرف۔ اور روشنی صرف ایک ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ظلمات کو جمع کیا کیا اور نور کو مفرد بیان کیا۔ ان سارے اندھیروں کا حل کیا ہے؟ صرف ایک نور ہے۔ وہ کیا ہے؟ قرآن مجید میں تو عرض کرتا ہوں ہمارے معاشی اندھیرے ہمارے اقتصادی اندھیرے ہمارے تعلیمی اندھیرے ہمارے گھریلو اندھیرے، ہمارے ذاتی اندھیرے، ہمارے عقیدے کے اندھیرے، یہ جتنے اندھیرے ہیں، سب کا حل کہاں موجود ہے؟ قرآن مجید میں موجود ہے قرآن تو یہ کہتا ہے لَمَّا خَرَجَ النَّاسُ تَاكُفُّوا لِمَا لَمْ يَكُنْ لَكُمْ مِنْ الظُّلُمَاتِ، اندھیروں سے، کہاں نکالے، رآئِ الشُّورَةَ۔ نور کی طرف۔ جیسے صحابہ کرام ظلمات سے نکلے، نور کی طرف آئے۔

لیکن یہ بھی کب ہوگا؟ بِاِذْنِ رَبِّهِمْ۔ اِذْنِ كَامَعْنٰی تَوْفِیْقٌ۔ اُنْ كے رب
 كی تَوْفِیْقِ كے ساتھ۔ اِمَامِ الْاَنْبِیَاءِ عَلٰی الْاَلْبَابِ عَلَیْهِمُ السَّلَامُ ہادی ہیں، رستہ دکھانے والے
 ہیں۔ لیکن رستے پر چلانے والا کون ہے؟ اللہ تعالیٰ۔ بِاِذْنِ رَبِّهِمْ
 یعنی بِاِذْنِ تَوْفِیْقِ رَبِّهِمْ۔

اِلٰی صِرَاطِ الْفَرِیْقِ الْاَلْحَسَنِ ۝ اور جب انسان اندھیرے سے نکل کر
 روشنی کی طرف آئے گا تو پھر راستہ نظر آجائے گا۔ جیسے کہ پہلے ہی پارے
 میں تمثیل وہی کہ اندھیرے میں ایک انسان ہو، جیسے کہ منافق اعتقاد ہی جو تھے
 ان کی دو قسمیں آتی ہیں سورت بقرہ میں۔ ایک وہ منافق اعتقاد ہی ہیں جن
 کی اصلاح ناممکن ہے۔ ایک وہ منافق اعتقاد ہی ہیں جن کی اصلاح ممکن تھی۔
 اور جن کی ممکن تھی ان کی مثال کیا دی؟ كَلِمًا اَضَاءَ لَكُمْ مَشْوٰفِیۡہٗ ۝
 وَاِذَا اَظْلَمَ عَلَیْہِمْ قَامُوۡا ۝ وَتَوَشَّآءُ اللّٰہُ لَدَّ هَبٍ بِسَنۡحِہِمْ
 ۝ اَبۡصَارِہِمْ ۝ اِنَّ اللّٰہَ عَلٰی كُلِّ شَیْءٍ قَدِیۡرٌ ۝ (البقرہ ۱۷۷) تو
 جب کبھی ان کو نور ملتا ہے قرآنی ہدایت کا، مَشْوٰفِیۡہٗ، دو تین قدم چل
 جاتے ہیں۔ وَاِذَا اَظْلَمَ، جب اندھیرا چھا جاتا ہے، قَامُوۡا۔ وہیں
 کھڑے رہ جاتے ہیں جس طرح ہمارا حال ہے۔ اللہ مجھے آپ کو نفاق سے تو
 بچائے، لیکن حال ہمارا کچھ ایسا ہی ہے۔ کسی مولوی صاحب کے پاس کسی
 پیر صاحب کے پاس، کسی اللہ کے بندے کے پاس بیٹھتے ہیں، دو تین باتیں
 سن لیں، دل میں شوق پیدا ہو گیا، ایک دن نماز پڑھ لیتے ہیں، پھر ٹھپ۔
 چلو قصہ ختم۔ ایک نماز پڑھ لی، کسی جلسے میں چلے گئے کوئی ماہو دیکھ لی تو

ایک نماز پڑھ لی۔ اور اس کے بعد پھر چھٹی۔ **وَلَمَّا آتَيْنَاهُمْ مَسْأَلَتَهُمْ**
دو چار قسم اٹھاتے ہیں، **وَإِذَا أَظْلَمَ عَلَيْهِمْ**۔ **قَامُوا**۔ اب **رَحْمَانُ**
آئے والا ہے۔ اللہ تعالیٰ سب کو صحت دے عافیت دے۔ اللہ ایمان
کی بھی صحت دے، اللہ رُوح کی بھی صحت دے، بیماریوں سے اللہ تعالیٰ
بچائے۔ اور اللہ تعالیٰ ان بزرگیوں سے بھی بچائے۔ یہ بڑی بزرگی ہے
شیطان نے کہا۔ "روزہ نہ رکھو"۔ بالکل تیری گل ٹھیک اے نہیں کھدا
شیطان کے آگے گر گیا۔ شیطان نے کہا "نماز نہ پڑھ"۔ ٹھیک ہے، نہیں
پڑھوں گا۔ تو شیطان کے آگے گر گیا۔ اور جو کہے، "بے ایمان ہو جاؤ"۔
نماز پڑھوں گا۔ میرا خالق مجھے بلائے اور میں نہ جاؤں گا۔ وہ کیا آواز
آتی ہے؟ **حَتَّىٰ عَلَى الصَّلَاةِ**۔ **حَتَّىٰ عَلَى الْفَلَاحِ**۔ میرا رب مجھے بلاتا ہے
میں نماز پڑھوں گا۔ شیطان شکست کھا جاتا ہے۔ اس لئے حضور فرماتے
ہیں (صلی اللہ علیہ وسلم) کہ جب اذان ہوتی ہے، شیطان بھاگتا ہے،
وَلَمَّا صُرِّطَ إِلَىٰ۔ اس کی ہوا خارج ہوتی ہے۔ بھاگتا ہے شیطان کہ اُتو! میں نے چاہا
تھا کہ یہاں قابو پاؤں گا لیکن ہر پارک میں مسجد بنا دی، لاؤ سپیکر لگ گئے،
افاں ہوتی ہیں، **حَتَّىٰ عَلَى الصَّلَاةِ**۔ **حَتَّىٰ عَلَى الْفَلَاحِ**۔ شیطان تو بھاگتا ہے پھر
اب جو مسجد میں نہ آئے، وہ کدھر گیا جی؟۔ میں تو کچھ نہیں کہتا، بات کہ
رہا ہوں۔ جو مسجد میں آ گیا، شیطان کو اکیلا چھوڑ دیا۔ اور جو ادھر ہی چلا گیا
تو پھر کس کی طرف و وٹ زیادہ ہوئے؟ شیطان کے کہ رحمان کے؟ **وَلَمَّا**
آتَيْنَاهُمْ مَسْأَلَتَهُمْ جب روشنی ہوتی ہے، چلتے ہیں، **وَإِذَا أَظْلَمَ**،

جب اندھیرا ہوا تو وہیں کھڑے رہ جاتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ مجھے آپ کو چلنے ہی والی
 بنائے۔ اور چلیں بھی ہم جنت کی طرف۔ اللہ ہمیں کھڑے ہونے کی توفیق دے
 ہم چلتے ہی رہیں حتیٰ کہ بہارا منتهی کیا ہو، آخر کلامنا لا الہ الا اللہ
 مُحَمَّدًا وَكَسُوْلَ اللّٰهِ بہارا خاتمہ پھر ایمان کے ساتھ ہو۔ ہم پھر قبر میں بھی
 اللہ تعالیٰ کی نعمتوں سے مشرف ہوں۔

تو میرے بھائیو! قرآن نے کیا فرمایا ہے کہ جب ان کو نور ملے گا تو وہ چل
 پڑیں گے۔ اور کہاں چلیں گے؟ اِلٰی صَوَابِ الْعَرْشِ الْعَظِيْمِ اِسْمَ اللّٰهِ
 کی راہ پر جو غالب ہے، عزیز ہے، جو چاہے کر سکتا ہے۔ حمید ہے۔
 تمام صفات کے ساتھ موصوف ہے۔ ساری کائنات خدا کی تعریفیں کرتی ہے
 اللّٰهُ الَّذِي - وَهُوَ اللّٰهُ، لَمْ يَكُنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَءَاخِرِ الْاَرْضِ طَبَسْ كَمَا
 قبضے میں ہے، جس کی ہلک ہے، جس کے اختیار میں ہے وہ سب کچھ جو آسمانوں
 میں ہے اور وہ سب کچھ جو زمین میں ہے۔

تو نیک بندے تو وہ ہیں جو اللہ تعالیٰ کی ہدایت سے روشنی حاصل کرتے
 ہیں۔ وہ قدم اٹھاتے ہیں، وہ صراطِ عزیز پر چلتے ہیں۔ اور فرمایا جو لوگ اندھیرے
 میں رہتے ہیں، نور کے آنے کے بعد بھی آنکھیں بند کر لیتے ہیں، ان پر بڑا افسوس
 ہے۔ وَوَيْلٌ لِّلْكَافِرِيْنَ مِنْ عَذَابٍ شَدِيْدٍ ۗ اُوْتِيَا هٰٓؤُلَاءِ اَنْفُسِ
 ہے، ہلاکت ہے کافروں کے لئے، وہ عذابِ شدید ہے، اس عذاب سے جو
 بڑا شدید عذاب ہوگا۔ وہ سخت عذاب جو ان پر آئے گا، اللہ فرماتے ہیں
 کہ میں اس عذاب کی کیفیت کو جانتا ہوں کیونکہ میں اس عذاب کو سمجھنے والا

ہوں۔ وہ بڑے بد نصیب ہیں جو ایسے عذاب کا اپنے آپ کو شکار کر رہے ہیں اور اس فترت سے فائدہ حاصل نہیں کرتے۔

ابھی باتیں اور بہت سی باقی تھیں، کوشش تو میں نے کی، مگر پونے گیارہ ہو گئے ہیں، اب ہمیشہ کے درس کا وقت ہے، اللہ تعالیٰ مجھے آپ کو عمل کی توفیق عطا فرمائے۔ انشاء اللہ باقی آئندہ نشست میں عرض کروں گا۔

دعا

یہ چروہن کی خالصتاً کو نبی اللہ محنت ہو رہی ہے اللہ اس کو قبول فرمائے جو ہمارے بھائی دین سے برگشتہ ہیں، اللہ ان کو بھی دین کی طرف مائل فرمائے دنیا سے چلنے مسلمان جا چکے ہیں اللہ سب کو جنت نصیب فرمائے۔ ہمارے سہ ماہی دامت برکاتہم مولانا عبید اللہ انور کے پر اور نسبتی تھے کہ نل عبد الحیٰ لڑکھان ان کا پورستمبر ۶۸ء بروز جمعہ انتقال ہو گیا ہے ان کی مغفرت کی بھی دعا کیجئے، اس زمانے میں کسی بھی نوجوی جوان کا دنیا سے چلے جانا ہمارے دفاع کے لئے ایک شہم کا سدھ ہے، اللہ تعالیٰ دوسرے مسلمانوں کو بھی جو دنیا سے جا چکے ہیں، جنت نصیب فرمائے، اللہ ان کو بھی اپنی رحمتوں میں جگہ دے۔ آمین

پارہ ہواں دریں قرآن مجید

منعقدہ ۲۷ شعبان الحظیم ۱۳۸۴ھ - ۲۶ اکتوبر ۱۹۶۴ء

اس وکس مقدس میں مندرجہ ذیل علمی اور دینی فوائد آگئے ہیں۔

قرآنی ہدایت کی نظیر نہیں ہو سکتی۔

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی رحمت کی جھلک

صرف قرآن کریم کی زبان ہی معجزہ ہے

آپ خاتم النبیین میں صلی اللہ علیہ وسلم

عربی زبان کی افضلیت

تفسیر مولانا آزاد کا انتخاب

سید دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے سفر کرام کا دوسری زبانیں اعجازی

طور پر جان لینا

ذکر کی برکات

واللہ الموفق

سُورَةُ اِبْرٰهٖمَ

اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ بِسْمِ اللّٰهِ الْمَرْكُومِ الرَّحِيْمِ
 الَّذِيْنَ يَسْتَحِبُّوْنَ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا عَلٰى الْآخِرَةِ وَ يَصُدُّوْنَ
 عَنِ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَ يَبْغُوْنَهَا عِوَجًا اُوَّلٰئِكَ فِيْ مَلٰئِكِ بَعِيْدِهٖ
 وَ مَا اَرْسَلْنَا مِنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا بِلِسٰنٍ قَوْمِهٖ لِيُبَيِّنَ لَهُمْ
 فَيُضِلُّ اللّٰهُ مَنْ يَشَآءُ وَ يَهْدِيْ مَنْ يَشَآءُ وَ هُوَ الْعَزِيْزُ
 الْقٰدِرُ وَ لَقَدْ اَرْسَلْنَا مُوْسٰى بِآيٰتِنَا اَنْ اَخْرِجْ
 قَوْمَكَ مِنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ لَ وَ ذَكَرْنَاكُمْ بِآيٰتِنَا
 اللّٰهِ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَآيٰتٍ لِّكُلِّ صَبّٰرٍ شٰكُوْرٍ وَ اِذْ قَالَ
 مُوْسٰى لِقَوْمِهٖ اذْكُرُوْا نِعْمَةَ اللّٰهِ عَلَيْنٰكُمْ اِذْ اَنْجٰكُمْ
 مِنْ اِلِ فِرْعَوْنَ يَسُوْمُوْنَكُمْ سُوْءَ الْعَذَابِ وَ يَذِيْمُوْنَ
 اَبْنَآءَكُمْ وَ يَسْتَحْيُوْنَ نِسَآءَكُمْ وَ فِيْ ذٰلِكُمْ لَبَآءٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ
 عَظِيْمٌ ۝ صدق الله العلي العظيم ۝

میرے بے بند گواہ اور میرے بھائیو! الحمد للہ آج پھر ہم اللہ تعالیٰ کی بات
سننے اور سنانے کے لئے اکٹھے ہیں، اللہ مجھے، آپ کو اور سب بھائیوں کو
عمل کی توفیق عطا فرمائے اور یہ جو تھوڑی سی محنت ہم کر رہے ہیں اللہ اس کو
اپنی رحمت کے ساتھ قبول فرمائے۔

میرے بھائیو! ہمیشہ قرآن مجید کے درس سے پہلے قرآنی برکات، قرآنی
فضائل اور قرآنی تعلیمات کے نتائج پر کچھ نہ کچھ عرض ہوتا رہتا ہے۔ تاکہ ہمارے
دل میں اللہ تعالیٰ نے جو تھوڑی سی محبت قرآن مجید کی پیدا فرمائی ہے، اللہ اس میں
اور زیادتی پیدا فرماوے۔

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کے نبی ہیں اور نبی جو تعلیم لے کر آتا
ہے وہ تعلیم یقیناً کامیاب، کامل اور سہرا اعتبار سے نہایت عالی مقام کی مالک
ہوتی ہے۔ پھر سید الانبیاء جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جو اللہ تعالیٰ
کے آخری نبی ہیں، آخری پیغام ہدایت لے کر آئے ہیں، میرے بھائیو! ہماری ساری
امراض کی شفا، اسی کلام مجید میں ہے۔ وَ نَزَّلْنَا مِنَ الْقُرْآنِ مَا هُوَ
شِفَاءٌ وَ رَحْمَةٌ لِّلْمُؤْمِنِينَ (بنی اسرائیل ۸۲)۔ شفا ظاہری بھی ہے
شفا و باطنی بھی ہے، سیاسی بھی ہے، اقتصادی بھی ہے، معاشی بھی ہے۔
ہمارے تمام دکھوں کا واحد علاج قرآنی تعلیمات کا سمجھنا اور قرآنی تعلیمات
پر عمل کرنا ہے۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ اقدس میں، آپ نے دیکھا کہ عمر
فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس تورات ہے۔ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم

نے اس تورات کے نسخے کو دیکھتے ہی، حدیثوں میں آتا ہے وَوَجَّهَ رَسُولُ اللَّهِ
 صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَتَغَيَّرُ أَلْوَانُ الْأَنْبِيَاءِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَمَا تَغَيَّرُ
 مَبَارِكُ بَدَلِ كَتَمِيٍّ صَحَابَةُ كَرَامٍ مَزَاجِ شَسَّاسٍ تَحْتَهُ نَبِيٌّ كَرِيمٌ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَيْسَ - تو
 دوسرے صحابہ کرام نے دیکھا کہ فاروق نے ٹخنوں پر بھی ملاحظہ فرمایا، کہ رحمتِ دو عالم
 صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ کے چہرہ مقدس کی رنگت بدل گئی ہے، اور رنگت یوں بدلا کرتی
 تھی، حدیثوں میں آتا ہے کہ جب امام الانبیاء صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ کسی بات پر ناخوش
 ہوا کرتے تھے تو آپ کے رخسار مبارک یوں لال ہو جاتے تھے گویا کہ آپ کے
 رخسار دل میں انار کا پانی پھوڑ دیا گیا ہے۔ وہ انار کی طرح لال ہو جاتا تھا چہرہ
 مقدس۔ تو کہ فاروق نے دیکھا کہ نبی کریم صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مجھ سے کچھ ایسے
 رنجیدہ معلوم ہوتے ہیں کہ چہرہ مبارک کی رنگت بدل گئی ہے۔ تو آپ نے فوراً
 فرمایا رَضِينَا بِاللَّهِ رَبًّا، وَبِالْإِسْلَامِ دِينًا وَبِحَمْدِكَ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
 وَسَلَّمَ نَبِيًّا - اے اللہ کے نبی! میرے پاس تورات تو ہے، میں نے ہاتھ میں
 رکھی ہے، لیکن تم نے فیصلہ کیا ہے کہ ہم اللہ کو اپنا رب ماننے پر راضی ہو
 چکے ہیں۔ اور قرآن مجید کو اپنی کتاب ہدایت ماننے پر راضی ہو چکے ہیں۔ اسلام
 کو اپنا دین قبول کرنے پر راضی ہو چکے ہیں۔ اور آنحضرت صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ کو
 اپنا مادی اور مہنہ ماننے پر راضی ہو چکے ہیں۔ اس پر امام الانبیاء فرماتے ہیں
 "اِنَّ عَمْرًا لَوْ كَانَ مُوسَىٰ حَيًّا وَاذْكَ نَبِيًّا لَّا تَبَخَّيْنِي - اگر میرے
 اس دور میں موسیٰ بھی آجاتے، بخسب عنصری اس دنیا میں تشریف لے آتے
 تو انہوں نے اپنے زمانے میں پڑھایا تھا لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ مُحَمَّدٌ رَسُوْلُهُ صَلَّى اللَّهُ

لیکن آج موسیٰ کو یہ پڑھنا ہوتا کہ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ اور
قرآن کے آنے کے ساتھ پھرے ہاتھ میں توراہ ہو، یہ تو مزاح نہیں دینا۔

تومیرے بھائیو! آپ اندازہ فرمائیں عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ، جن
کے متعلق حضور کا ارشاد ہے: لَوْ كَانَ بَعْدِي نَبِيًّا لَكَانَ عَمْرًا أَوْ مِيرًا
بعد کسی کو نبوت ملتی تو عمر فاروق کو ملتی، اُس عمر فاروق کے ہاتھ میں تورات کو
دیکھ کر حضور کے چہرہ انور کی رنگت بدل گئی۔ حالانکہ حدیثوں میں آتا ہے کہ
عمر فاروق نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا جب حضور نے قیامت
کی ہولناکی کو بیان کیا، کہ قیامت کے دن یوں تکلیف ہوگی، قبر میں اس طرح
شدت ہوتی ہے، سوال اور جواب ہوتا ہے، تو عمر فاروق پوچھتے ہیں: "اللہ
کے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم! جب انسان دنیا سے چلا جاتا ہے تو اُس
کی عقل بزدخ میں ساکت رہتی ہے؟" تو فرمایا حضور نے: "ہاں ہوتی ہے"
تو آپ عرض کیے ہیں: "اللہ کے نبی! پھر ہم انشاء اللہ جو آپ دے دیں گے"
یعنی وہ عمر فاروق جو عالم بزدخ میں بھی عقل سلیم کے ساتھ موصوفے
اسی عمر فاروق کے ہاتھ میں اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے توراہ کا نسخہ
دیکھا۔ اس زمانے کا۔ آج سے چودہ سو سال پہلے کا، جس تورات کے
متعلق قرآن مجید میں آیا کہ اس میں ہدایت اور نور تھا اپنے زمانے میں، پھر بھی
حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے رنجیدگی کا اظہار فرمایا تو میرے بھائیو!
آج قرآن کے ہوتے ہوئے جب ہم کسی الہامی کتاب کی طرف، جو کسی زمانے
میں الہامی تھی، نظر نہیں اٹھا سکتے تو غیر الہامی باتوں کو ہم اپنا ہادی اور

رہنا کس طرح سمجھ سکتے ہیں؟ اس لئے یاد رہے کہ ہمارے لئے ہدایت قرآن مجید میں ہے۔ اور قرآن مجید کی وہ تشریح جو جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمائی، جس کو ہم حدیث کہتے ہیں، وہ ہمارے لئے ہادی ہے پھر حدیث اور قرآن کے مجموعہ مرکب سے ہمارے فقہاء ائمہ مجتہدین رحمۃ اللہ علیہم نے ہمارے سامنے بالکل تیار کھانا روحانی پیش کر دیا، ہمارے لئے اب اس کے بغیر کوئی راہ نجات نہیں ہے۔ اسی لئے علامہ شامی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

حَسْبِي مِنَ الْخَيْرَاتِ مَا أَعَدَّ اللَّهُ
 يَوْمَ الْقِيَامَةِ فِي رِضَى الرَّحْمَنِ
 دِينِ النَّبِيِّ مُحَمَّدٍ خَيْرِ الْوَرَثَةِ
 لَكُمْ اَعْتَقَادِي مَنْ هَبَ النِّعَمَانَ
 فرمایا قیامت کے دن میرے پاس جو نیکیوں کا مجموعہ ہوگا وہ یہ ہوگا۔

اور میرے لئے یہ کافی ہے ع

دِينِ النَّبِيِّ مُحَمَّدٍ خَيْرِ الْوَرَثَةِ

میرے پاس سب سے بڑا ذخیرہ اور ذریعہ نجات کیا ہے؟ جناب محمد رسول اللہ کا دین۔ اور ع لَكُمْ اَعْتَقَادِي مَنْ هَبَ النِّعَمَانَ۔ نیکان ابن ثابت جن کی کیفیت ابو حنیفہ ہے۔ ہم سب حنفی لوگ ہیں۔ انہوں نے جو میرے سامنے مشعلی راہ رکھ دی ہے میرے لئے بس وہ کافی ہے اور میں اس کو دین کی نجات کا ذریعہ سمجھتا ہوں۔

تو میرے بھائیوں! قرآن مجید اللہ کی طرف سے رحمت کی کتاب ہے، ہدایت کی کتاب ہے، میں بھی اللہ کا شکر ادا کرتا ہوں، آپ بھی اللہ کا شکر ادا کریں کہ اللہ تعالیٰ نے اس دور میں ہم جیسے گنہگاروں کو قرآن مجید سننے اور سنانے کی توفیق عطا فرمائی

اللہ میں عمل کی بھی توفیق عطا فرمائے۔

ابھی جو میں نے حدیث میں عرض کیا ایک لفظ، اس کی تشریح بھی سن لیجئے
یہ جو آتا ہے کہ سید الانبیاء صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا چہرہ مقدس متغیر ہو جانا
تھا جو بے حضور یا نور صلی اللہ علیہ وسلم کسی بات پر ناپسندیدگی کا اظہار فرماتے، اور
اس کی تشریح صحابہ یوں فرماتے ہیں کہ یوں معلوم ہوتا تھا جیسا کہ آپ کے چہرے
میں کسی نے انار پھوڑ دیا ہو۔ تو یہاں ایک چھوٹی سی بات لطیفہ الحدیث کے
طور پر عرض کر دوں کہ امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرہ مبارک کی حالت
ناپسندیدگی صحابہ کرام نے انار کے پانی میں رنگ ہوتا ہوا بتایا، حالانکہ عام محاورہ
یہ ہے کہ فلاں آدمی جو تھا وہ غصے میں لال ہو گیا، آگ ہو گیا، جیسے اس کے
چہرے میں انکار بے جمع ہو گئے۔ لیکن چونکہ امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کی
ناراضگی بھی رحمت کے لئے تھی اس لئے تشبیہ دی گئی آپ کو انار کے پانی
کے ساتھ کہ رنگ میں تو وہ لال ہے لیکن تاثیر میں وہ ٹھنڈا ہے۔ حضور اکرم صلی
علیہ وسلم جب کسی پر غصے ہوتے تھے تو وہ بھی اس لئے نہیں کہ ان کو انتقام لینا
ہو تا تھا بلکہ اس میں بھی رحمت تھی۔ لَقَدْ جَاءَكُمْ رَسُولٌ مِّنْ أَنْفُسِكُمْ
عَزِيزٌ عَلَيْهِ مَا عَنِتُّمْ حَرِيصٌ عَلَيْكُمْ بِالْمُؤْمِنِينَ رَءُوفٌ رَّحِيمٌ
(التوبہ ص ۱۲۸) حضور تو حریص تھے کہ دنیا کا کوئی بھی متنفس، کوئی بھی
انسان جہنم میں نہ جائے۔ اس لئے اگر حضور نے کسی پر ناپسندیدگی کا اظہار
بھی فرمایا تو آپ کے چہرہ مبارک کی رنگت کو صحابہ کرام نے تشبیہ دی انار کے
پانی کے ساتھ کہ رنگت تو لال ہوئی لیکن تاثیر پھر بھی ٹھنڈی تھی۔ اندر رحمت کے

جذبات تھے۔

اس تمہید کے بعد آج جو قرآن مجید کی آیات پڑھی گئی ہیں میں ان کا ترجمہ جلد ہی کرنا چاہتا ہوں تاکہ چونکہ اگلے مہینے میں انشاء اللہ قرآن مجید کے اس درس کی چوتھی سالگرہ ہے، اللہ کے فضل و کرم سے ان بھائیوں کی محنت سے، آپ دوستوں کی دعاؤں اور بہت افزائی سے ہم انشاء اللہ نومبر ۱۹۶۸ء کی سترہ تاریخ کو درس قرآن کے پانچویں سال میں قدم رکھیں گے، اللہ ہمارے منزل کو قیامت کی منزلوں کو طے کرنے کا ذریعہ فرمائے۔ (آمین) تو آج میں چاہتا ہوں کہ یہ جو سورت ابراہیم کی چند آیتیں پڑھی ہیں، یہ جلد ہی جلد ہی ختم کر لیں تاکہ یہ سورت ختم ہو جائے۔ اور آئندہ اگلی سورت کو شروع کیا جائے میرے بزرگو! پہلی آیت میں ارشاد فرمایا گیا تھا کہ وہ لوگ جو دنیاوی زندگی کو قیامت کی زندگی پر ترجیح دیتے ہیں وہ اس وقت توحید سے سکتے ہیں جب کہ لوگوں کو اللہ کی راہ سے روکیں۔ اور اللہ کی راہ سے انسان رک نہیں سکتا جب تک یَبْخُونَهَا عِوَجًا ۗ وَاللَّهُ كَيْدًا عَظِيمًا یعنی یہ بہت ہی خطرناک سی بات ہے۔ ایک ہونے لگا ہے کافر۔ کافر تو عافیت کھلے دشمن ہوتے ہیں اسلام کے ان کی بات پر کوئی کان نہیں دھرتا، لیکن جو قرآن کا لیل لگا کر اپنے ہوں یا پرانے قرآن کے خلاف تعلیمات کو نشہ کریں، قرآن کے خلاف تعلیمات کو پیش کریں، میرے بزرگو! وہ بہت ہی خطرناک ہوتے ہیں۔ آپ نے کل ہی اخبار میں پڑھا ہوگا، شاہد میں نے "کوہستان" مورخہ ۲۶ اکتوبر ۱۹۶۸ء میں پڑھا ہے کہ جامعہ ازہر میں جو عالم اسلام کی ایک بہت بڑی علمی کانفرنس ہو رہی ہے، اس میں تمام علماء نے

دنیا کے مسلمانوں کو اور دنیا کے مسلمان سربراہوں کو متنبہ کیا ہے کہ او مسلمان
 سربراہوں! تمہیں جو اللہ تعالیٰ نے حکومت دی ہے تو اس کا ایک نشانہ یہ بھی ہے
 اس کی حکمت ہے الَّذِينَ إِنْ مَكَرْتُمْ فِي الْأَرْضِ آخِذُوا بِسُلُوكِ وَ
 اتُوا الزُّكُوتَ (الحج ۴۱) کہ جب ہم ان کو حکومت دیں، سلطنت دیں تو وہ نماز
 کو قائم کرتے ہیں۔ اور نماز کے قیام کا مطلب یہ ہے؟ اللہ کے دین کے محافظ ہوتے
 ہیں۔ تو آج دنیا میں نہایت ہی خطرناکی کے ساتھ، نہایت ہی تیزی کے ساتھ نہایت
 ہی عجیب قسم کی پالیسیوں کے ساتھ قرآن مجید کی غلط "تفسیریں" ہو رہی ہیں۔
 کل اجبار میں آپ نے بھی پڑھ لیا ہوگا۔ اس لئے انہوں نے با اقتدار بزرگوں کو
 متنبہ کیا ہے کہ آپ پر یہ فریضہ ہے کہ آپ ایسی غلط "تفسیریں" کو روکیں جو
 قرآن کریم کے لیبل میں بے دینی پھیلا رہے ہیں۔

تو یہاں پر بھی اس خطرے کی نشاندہی فرمائی وَيَصْدُوقُ عَنْ سَبِيلِ
 اللَّهِ وَيَنْقُوتَهَا عَوَجًا ط کہ وہ قرآن مجید کی راہ ہدایت کو ٹیڑھا بنا سنے کی
 کوشش کرتے ہیں۔ الفاظ وہی رہیں، معافی کچھ اور ہو جائیں۔ لیبل وہی ہو، اندر
 کچھ اور ہو جائے۔ اس لئے فرمایا أُولَٰئِكَ فِي ضَلَالٍ بَعِيدٍ ۝ ایسے لوگ بڑی
 دور کی گمراہی میں ہو جاتے ہیں، وہ پھر انہیں سکتے راہ راست پر۔ ضَلَالٍ
 بَعِيدٍ ۝۔ بڑی دور کی گمراہی میں۔ گناہ اور چیز ہے اور گناہ کو دین سمجھ کر
 کرنا یہ اور چیز ہے۔ اس لئے بڑے بڑے مجرم، بڑے بڑے خطاکار، بڑے
 بڑے گناہ گار، رات دن گناہوں میں ڈوبنے والے، آخر میں کبھی کبھی کلمہ پڑھ
 لیتے ہیں، خدا کے محبوب بندے بن جاتے ہیں۔ ہمارے پاس تاریخ کی کافی مثالیں ہیں

بشرِ حانی رحمتہ اللہ علیہ وغیرہ کی جن کی پہلی زندگیوں اللہ کی نافرمانی میں گزریں،
 لیکن جب گناہ کا احساس ہوا، شرمسار محض نصیب ہوئی تو اس وقت اللہ کے
 حضور توبہ کی، اللہ نے توبہ قبول کی اور نہ صرف گناہ معاف کئے بلکہ اپنے ہاں
 قرب اور ملائمت سے بھی نوازا۔ لیکن حسب عقیدہ غلط ہو جائے۔ ایک آدمی
 شراب پیائے، کہتا ہے میں پیتا ہوں میں مجرم ہوں، خطا کار ہوں، اس سے امید
 ہو سکتی ہے کہ کسی وقت وہ پیالے کو توڑ دے اور اللہ کے سامنے سر بسجود
 ہو جائے ہم دیکھتے ہیں بڑے بڑے گنہگار ہمارے، پھر آخر میں توبہ کر جاتے ہیں
 لیکن ایک آدمی اگر شراب نہیں پیتا مگر عقیدہ یہ رکھتا ہے کہ شراب حلال ہے، وہ
 دین کے لئے شرابی سے زیادہ خطرناک ہے اور اس کو توبہ بھی شاید نصیب نہیں
 ہوگی کیونکہ وہ دُٹے گیا اس بات پر کہ قرآن میں جو یہ فرماتے ہیں رَحِيسُ الْمَائِدَةِ
 (۵) یہ قرآن (نعوذ باللہ) کچھ لیسے ہی کہہ رہا ہے، اس کی تاویل میں کی جائیں،
 اللہ کی جو بات کو اپنے پیچھے لگانے کی کوشش کرے، فرمایا اُولَئِكَ فِي عَذَابٍ
 مُّبِينٍ ۵ یہ جہنم کی گمراہی میں ہیں۔

اب وہ جو قرآن کریم کی ہدایت کو میرے بزرگ ٹھہرا بنانے کی کوشش کی
 جاتی ہے، حضور کے زمانے میں بھی کی گئی۔ کتے کے کانوں نے کہا کہ قرآن کیسا
 اللہ کا کلام ہے؟ کہیں بکھی کا ذکر، کہیں کتے کا ذکر نہیں گدھے کا ذکر، کہیں مچھر کا
 ذکر، یہ کیسا قرآن ہے؟ تو قرآن مجید نے جواب دیا رَبَّنَا اللَّهُ لَا يَلْسَنُكَ
 يَضْرِبُ مَثَلًا مَّا بَعُوضَةٌ فَمَا عَوْفَاءُ ۗ اَبَقْرَةَ ۗ کہ اللہ یہی مثالیں
 دینے سے نہیں کتے کہ یہ مثالیں دینا بھی ایک معیار ہے ایمان کی صداقت کا اور

ویسے فقط ایمان کا۔ اسی طرح ایک اور الکار بھی کرتے تھے وہ مکے والے کہ دیکھو
 جی محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) عرب میں، قرآن کا جو مفہوم ہے یہ کسی سے
 بنا لیتے ہیں اور پھر ہمارے سامنے آکر پیش کر دیتے ہیں کہ یہ اللہ کا کلام ہے
 جگہ جگہ آتا ہے۔ اِشْتَرَىٰ عَلَى اللَّهِ كَيْدًا بِأَفْتَرَىٰ عَلَى اللَّهِ كَيْدًا نَعُوذُ
 بِاللَّهِ۔ ان کا یہ الزام تھا کہ یہ جو کچھ فرماتے ہیں یہ اپنی طرف سے بنا کر لاتے
 ہیں، پھر کہتے ہیں یہ اللہ نے نازل کیا۔ تو پھر قرآن نے اس اعتراض کا جو وہ
 لوگ کرتے تھے، جواب دیا اور فرمایا وَمَا أَرْسَلْنَا مِنْ رَّسُولٍ إِلَّا بِلِسَانِ
 قَوْمِهِمْ لَعَلَّكُمْ تَهْتَكُونَ۔ یعنی کسی رسول کو بھیجا حضور سے پہلے بھی۔ ماضی کا صیغہ
 ہے وَمَا أَرْسَلْنَا مِنْ رَّسُولٍ إِلَّا بِلِسَانِ قَوْمِهِمْ لَعَلَّكُمْ تَهْتَكُونَ۔ عربی کے
 بغیر کیا قرآن سمجھے گا؟ وَمَا أَرْسَلْنَا مِنْ رَّسُولٍ إِلَّا بِلِسَانِ قَوْمِهِمْ
 تیس پارے قرآن کے ہیں، پڑھ لیں آپ کسی سے پڑھو لیں، کہیں نہیں آتا
 وَمَا أَرْسَلْنَا مِنْ رَّسُولٍ إِلَّا بِلِسَانِ قَوْمِهِمْ لَعَلَّكُمْ تَهْتَكُونَ۔ کیونکہ وَمَا أَرْسَلْنَا
 یہ تو ماضی کا صیغہ ہے، ماضی کا حال کے لئے بھی آتا ہے، استقبال کے
 لئے بھی آتا ہے، یعنی آئندہ بھی جب کسی کو بھیجیں گے تو اس کی قوم کی
 زبان سے کہیں گے۔ یہاں فرمایا وَمَا أَرْسَلْنَا لَكَ مِنْ رَّسُولٍ حَتَّىٰ
 آیت سے پہلے۔ یہ ماضی کا صیغہ ہے۔ آپ سے پہلے میں رَّسُولٍ حَتَّىٰ
 بھی ہم نے رسول بھیجے، إِلَّا بِلِسَانِ قَوْمِهِمْ لَعَلَّكُمْ تَهْتَكُونَ۔ ان کو وہی بولی دے کر بھیجا
 جو ان کی قوم کی بولی تھی۔ تو آپ کی پہلی قوم جو مخاطب ہے آپ کی وہ کون ہیں
 عرب ہیں۔ اس لئے آپ عربی ان کے ساتھ بولتے ہیں، آپ عربی ہیں ان کو

سمجھاتے ہیں اور قرآن مجید عربی میں ہی ہے، عربی ہی میں نازل ہوا۔

یہاں چھوٹی سی ایک بات عرض کر دوں میرے بزرگو! قرآن مجید کہا بولتا

میں اور باقی بولیوں میں فرق ہے۔ ہمارا یہ عقیدہ ہے کہ قرآن مجید کی جو زبان ہے

یہ اللہ کی زبان ہے۔ اِنَّا أَنْزَلْنَاهُ قُرْآنًا عَرَبِيًّا لَعَلَّكُمْ تَعْقِلُونَ

(یوسف ۱) ہم نے یہ قرآن مجید جو نازل کیا ہے، یہ عربی زبان میں نازل کیا ہے

یعنی قرآن منزل من اللہ عربی میں ہے۔ یہ الفاظ اللہ تعالیٰ کے ہیں، معانی اللہ تعالیٰ

کے ہیں۔ نہیں سمجھے وہ لوگ جو قرآن کے نزول کا مفہوم نہیں سمجھتے۔ وہ

ڈھل کر جس طرح بھی آئے الفاظ اللہ تعالیٰ کے ہیں، معانی اللہ تعالیٰ کے ہیں

یہ جو فرمایا حضور کو قُلْ يَا أَيُّهَا النَّاسُ إِنِّي رَسُولُ اللَّهِ إِلَيْكُمْ جَمِيعًا

(اعراف ۱۵۸) آپ کہہ دیجئے... تو کہلو الے والے کون ہیں؟ اللہ تعالیٰ

ہیں۔ يَا أَيُّهَا النَّاسُ۔ یہ میرا پیغام پہنچا دیجئے۔ الفاظ بھی من جانب اللہ

معانی بھی من جانب اللہ اور اس کی تشریحات بھی من جانب اللہ کیونکہ

جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو تفسیر فرمائی وہ بھی من جانب اللہ

فرمائی۔ حضور نے قرآن کی کسی آیت کی تشریح اپنے دل کی خواہش سے نہیں

کی۔ وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوَىٰ ۚ إِنْ هُوَ إِلَّا وَحْيٌ يُوحَىٰ ۚ وَالنَّجْمُ الثَّاقِبُ

توہ نبی علیہ السلام پر جو وحی آئی تھی وہ نبی پر وحی کسی اور طریقے پر

آئی، انہوں نے بیان اپنی قوم کے سامنے اپنی بولی میں کیا۔ لیکن حضور پر جو

قرآن نازل ہوا یہ عربی میں نازل ہوا اور حضور نے بیان بھی عربی زبان میں کیا۔

اس لئے ہمارے علماء کو اس نے دکھا ہے، ہمارا عقیدہ ہے کہ قرآن مجید کے

الفاظ بھی مجزہ اور قرآن مجید کے معانی بھی مجزہ۔ لیکن باقی جتنی کتابیں ہیں
تورات، انجیل، زبور، ان کے الفاظ مجزہ نہیں ہیں۔ اس لئے ان کے الفاظ
دینا باقی نہ رہ سکے۔ قرآن و نبیا میں باقی ہے، قیامت تک باقی رہے گا کیونکہ
یہ اللہ کا کلام ہے۔ تورات نہیں باقی رہی کیونکہ تورات کے جو الفاظ تھے
وہ حضرت موسیٰ کے الفاظ تھے، اللہ تعالیٰ نے جو فرمایا کھلا۔ وہ کچھ اور پیر بھی
ترجمہ جو کیا، تشریح کی، وہ ٹھیک کیا آپ نے لیکن اللہ نے جو کچھ فرمایا تھا
وہ تلفظ اور ہو گا اور حضرت موسیٰ نے جو بیان کیا اپنی زبان سُریانی میں یا
عبرانی میں وہ آپ نے تلفظ کیا۔ قرآن مجید کے متعلق یہ ہمارا اعتقاد ہے کہ
اللہ تعالیٰ کا کلام ہے، اللہ تعالیٰ کا ہی تلفظ ہے، اسی کو حضور فرماتے
ہیں (صلی اللہ علیہ وسلم) أَحِبُّوا الْعَرَبِيَّ لِثَلَاثٍ - اے میری امت کے
لوگو! عربی بولی کے ساتھ تین وجہ سے محبت کرو۔ (۱) اَنَا عَرَبِيٌّ، میں خود
عربی ہوں (۲) وَلِسَانُ أَهْلِ الْجَنَّةِ عَرَبِيٌّ - اور جنتیوں کی زبان عربی
ہے۔ (۳) وَالْقُرْآنُ عَرَبِيٌّ - اور قرآن عربی ہے۔ اور انگریزی؟ یہ
کہیں بھی شمار نہیں ہے۔ یہ کیٹ ریٹ کا مسئلہ ہے۔ یہ پیٹ کا مسئلہ ہے
یہ علم معاش سے ہے اور قرآن علم نجات ہے۔ علم معاش حاصل کیجئے لیکن یہ
تو بھائی قبر کے دہانے تک ہے، پھر گے نہیں ہے۔ اور قبر میں کب جلا
ہوگا؟ ہے کوئی گارنٹی کچھ بھی پتہ نہیں۔ ابھی میں نے سنا کہ آپ کی فیکٹری
کے اچھے نیک آدمی تھے لفٹیننٹ کرنل محمد افضل صاحب چیف ایڈمنسٹریٹر
انجینئر وہ کل مورخہ ۲۶ اکتوبر ۱۹۶۵ء بروز بدھتہ پچارے اچانک فوت

ہو گئے، اللہ ان کو بھی جنت نصیب فرمائے اور باقی مسلمانوں کو بھی جنت نصیب
 فرمائے۔ اسی طرح بہار کے بھائی محمد اکرم صاحب، وہ کھوڑی دیر میں فوت ہو
 گئے۔ تو کچھ پتہ چل جاتا ہے؟ کہ ہم نے کس وقت جانا ہے؟ تو جو فانی چیز ہے
 اس کے لئے تو اتنی لمبی لمبی ڈگریاں ہوں، ایسے شہین ہوں اور جناب رات دن
 ہم مارتے ہیں فانی زندگی کے لئے، اس علم کے لئے جو علم معاش ہے اور اس کے
 ساتھ معاش کا ملنا یقینی بھی نہیں ہے۔ اور جو علم نجات ہے، عربی
 پڑھ کر قرآن سمجھ آتا ہے، اللہ کی قسم ہے جو قرآن کے شہید ہیں، ان کو قرآن کی
 ایک آیت کا ایک نکتہ سمجھ آ جائے وہ ہزار ہا کروڑوں لوگوں سے بہتر سمجھتے ہیں۔
 آپ نے پڑھا ہوگا مولانا ابوالکلام آزاد کی تفسیر کو۔ "ترجمان القرآن"
 کو اس کی پہلی جلد میں آپ نے لکھا ہے کہ میں اپنی تفسیر کا اقتساب کرتا
 ہوں قندمار کے ایک طالب علم کی طرف۔ آپ لکھتے ہیں کہ میں رانچی میں نظر بند
 تھا۔ مغرب کی ناز جب میں پڑھ کر چیل خانے کی مسجد سے نکلا تو میں نے دیکھا
 کہ ایک آدمی میرے پیچھے پیچھے آ رہا ہے۔ میں نے پوچھا تم کون ہو؟ اس نے
 کہا "میں ایک طالب علم ہوں، قندمار سے میرے پاس آیا،" "کیوں آیا؟"
 "مجھے معلوم ہوا ہے کہ آپ تفسیر قرآن کو اچھا جانتے ہیں، میں آپ سے قرآن
 سیکھنا چاہتا ہوں۔" تو میں نے اس کو قرآن مجید پھر سکھایا۔ اور انہوں نے
 ساتھ فرماتے ہیں کہ مجھے نام یاد نہیں کہ وہ کون تھا اس لئے میں اپنی تفسیر
 کا اقتساب اس کی طرف کرتا ہوں۔ تو اللہ مجھے اچھا کو بھی قرآن سمجھنے
 کے لئے دوردور تک جانے کی توفیق عطا فرمائے۔

میں کہنا تو نہیں چاہتا مگر بات آگئی۔ کچھلے درس میں میں بھی ہمارے پیر لڑے
 خاص (سندھ) سے ایک بزرگ تشریف لائے تھے۔ یہاں بیٹھے ہوئے ہیں
 زید زار، کھانے پینے والے، اپنا کراہہ خرچ کر کے آئے قرآن سننے کے لئے۔
 اس دن مجھے بھائی عثمان غنی صاحب نے بتایا کہ وہ پھر آنا چاہتے ہیں تو میں نے
 کہا ان سے عرض کرو چکے آپ اتنی دور سے تشریف نہ لائیں، اگر آنا ہی
 ہو تو اگلے درس میں تشریف لائیں۔ لیکن اب یہاں نے دیکھا تو وہ پھر موجود
 ہیں۔ میرے پورا خاص سندھ سے تشریف لائے، اپنے پیسے خرچ کر کے قرآن
 سننے کے لئے۔ اللہ ان کے عمل کو قبول فرمائے۔ ان کی برکت سے ہمارے
 عمل کو بھی قبول فرمائے۔

تو میرے بزرگوا اللہ یہ فرماتے ہیں وَمَا أَرْسَلْنَا مِنْ رَّسُولٍ إِلَّا
 بِلِسَانٍ قَوْمِهِمْ لَعَلَّ يَتَّقُونَ۔ کبھی کسی رسول کو بھیجا ہے تو اس نے اپنی امت
 کے ساتھ اپنی قوم کے ساتھ جو بات کی تو انہیں کی بولی میں کی۔ اس لئے آپ
 جو بات کر رہے ہیں یہ بھی انہیں کی بولی میں ہے۔ لیکن آپ کی بولی میں اور پہلے نبیوں
 کی بولی میں فرق ہے۔ آپ کی وہی بولی ہے جو اللہ نے فرمائی۔ اور پہلے نبیوں نے
 جو قوم کے سامنے خطاب کیا، اپنی زبان میں کہا، ان کی اپنی زبان اور مکتھی،
 الہامی زبان اور مکتھی۔ اس لئے ہمارے علمائے اسلام نے یہ بھی لکھا ہے کہ
 جتنی وحی نازل ہوئی ہے پہلے نبیوں پر وہ ساری کی ساری عربی میں تھیں۔
 اور نبیوں نے پھر اپنی قوم کو اپنے الفاظ میں بیان کیا۔ انبیاء علیہم السلام نے پھر
 ان کو اپنی بولی میں بیان کیا۔ لَتَكُونَ مِنَ الْمُنذِرِينَ ۗ بِلِسَانٍ عَرَبِيٍّ مُبِينٍ ۗ

والشہرۃ ۱۹۲۰ء) کی تفسیر میں مفسرین کرام فرماتے ہیں۔ کہ ہر نبی علیہ السلام پر حب
وحی آئی وہ عربی زبان میں آئی ہے۔ اور انہوں نے پھر اپنی امت کو یا اپنی قوم
کو اپنی زبان میں کہا ہے۔ اور اس وقتوں پر دلیل موجود ہے۔ تکذیب نہیں ہو
سکتی۔ کیوں؟ اس لئے کہ تو راستہ نے نہیں بتایا میری بولی کو کسی سے، انجیل
نہیں بتائی میری بولی کو کسی سے، زبور نہیں بتائی میری بولی کو کسی سے۔ قرآن
بتاتا ہے کہ میری بولی انشاء اللہ قورۃ ناجرینا لکم لعلکم تعقلون ہ
(یوسف ص ۱۰) میری بولی عربی ہے۔ ان میں سے کسی نے نہیں بتایا کہ میری بولی
عربی ہے۔ البتہ زبور، یہ بھی عربی کا لفظ ہے۔ انجیل، یہ بھی عربی کا لفظ ہے
تورہ، یہ بھی عربی کا لفظ ہے۔ توحید کتابوں کے نام عربی ہیں تو ہم کہہ سکتے
ہیں کہ ان کی اہمائی بولی بھی عربی ہوگی۔ ان لوگوں کے پاس کوئی دلیل ہو تو پیش
کر دیں۔ ہمارے پاس دلیل ہے، ہم نے وہ دلیل پیش کر دی۔

باقی یہ کہنا کہ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والتسلیم دنیا میں جب تشریف لائے تو
وہ عربی کیسے سمجھ گئے؟ اب مسلمان پوسٹ مارٹم کر رہا ہے دین کا بجائے
اس کے کہ دو مسروں کو دین کی طرف بلاتا، خود دین میں کیڑے نکالتا ہے مسلمان
الطہارۃ کے ایسے مچھاپیوں کو ہدایت نصیب فرماتے۔ بجائے اس کے کہ ہم
اسلام کی عظمت بیان کرتے ہم سے کسی نے کچھ بھی کہہ دیا تو ہم کہہ دیتے ہیں
”ٹھیک کہا؟“ ”بھائی پانچ نمازیں نہیں، تین ہونی چاہیں“ ”جی ٹھیک
کہا“۔ یہ سمجھ گیا ہے اسلام کو، میرا باپ دادا مسلمان تھا، میں نہیں سمجھا،
یہ سمجھ گیا ہے۔ کسی نے کہہ دیا ”جی اسلام میں فلاں بات...“ ”ہاں جی

بالکل ٹھیک ہے، نہیں سو فی چاہیے، آپ ٹھیک کہتے ہیں۔ "لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللَّهِ"
میرے بزرگوں کا عمل نہ کرنا، اللہ معاف کر دیتا ہے۔ لیکن اسلام کے متعلق اپنے یقینوں
کو تزلزل کرو یا یہ خدا کے ہاں ناقابل معافی جرم ہے۔ اللہ معاف نہیں کریں گے تزلزل
انسان کو۔ اس لئے سوال کرنے سے روکا۔ ایسی بات پر غور کرنے سے بھی روکا۔ تو یہ
شبہ کیا جاسکتا ہے۔ اور کرتے ہی رہتے ہیں۔ اور یہ بھی کہتے ہیں کہ بھائی حدیثوں
میں جو آتا ہے جب آدمی کوئی مر جاتا ہے تو قبر میں فرشتے پوچھتے ہیں (حدیث کے ساتھ
مذاق کرتے ہیں) مَنْ رَبُّكَ تیرا رب کون ہے؟ حضور نے فرمایا۔ اللہ کے سیمچے ہی
نے فرمایا۔ محمد رسول اللہ نے فرمایا (صلی اللہ علیہ وسلم نے) جس پر نبی شایع ہیں
مَنْ رَبُّكَ تیرا رب کون ہے؟ مَنْ رَبُّكَ تیرا نبی کون ہے؟ مَا رَبُّكَ
تیرا رب کیا ہے؟ تین سوال ہوں گے۔ تین پرچے ہیں۔ اور الفاظ وہی ہیں کہ مَنْ
رَبُّكَ۔ عربی میں پوچھیں گے۔ اب یہاں شبہ کرنا کہ بھائی ہمیں تو عربی آتی نہیں
تو ہم سے کیسے پوچھیں گے؟ وہاں کوئی مترجم ہوگا؟ نہیں، آتا ہے ہماری کتابوں
میں کہ عربی وہاں خود آجائے گی۔ ہر مردہ عربی بولے گا۔ جس اللہ نے پنجابی بولنے
کی طاقت عطا فرمائی وہ عربی بولنے کی بھی طاقت عطا فرماوے گا۔ ہمارے ہاں
حدیثوں میں سے تفسیروں میں بھی ہے اور سیرت کی کتابوں میں بھی ہے "بلاغ
مبین" حضرت مولانا حفص الرحمن سیواری رحمۃ اللہ علیہ جو ہمارے اکابر ہیں
سے تھے۔ علماء دیوبند سے۔ انہوں نے ایک کتاب لکھی ہے "بلاغ مبین
فی مکاتیب سید المرسلین" جناب محمد رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے جو
بار شاہوں کے نام خطوط لکھے ہیں ان خطوط کو انہوں نے جمع کیا ہے۔

پڑھا کھیٹے۔ اگر کہیں مل سکے تو اچھی کتاب ہے۔ اللہ کے نیک بندوں کی کتابیں
 پڑھنے سے ایمان میں نور پیدا ہوتا ہے۔ اللہ پر عمل کی قوت پیدا ہوتی ہے۔
 کتابوں میں بھی نور پیدا ہوتا ہے۔ حقیقت ہے ہم نے یہ دیکھا ہے۔ اللہ
 نے آپ کو ^{۵۱۰} صحیح نصیب فرمایا یا تو حضرت عثمان غنی نے لکھا ہے کہ حضور
 انور صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام کو متعین فرمایا کہ تم نے فلاں بادشاہ کے پاس
 جانا ہے، تم نے فلاں کے پاس جانا ہے، تم نے فلاں سے بات کرنی ہے، تم نے فلاں
 سے بات کرنی ہے۔ تو بعض نے عرض کیا "اللہ کے نبی! آپ ہمیں تبلیغ کے لئے
 تو بھیج رہے ہیں لیکن ہمیں تو اس ملک کی، اس قوم کی پوریوں نہیں آتیں۔"
 حضور نے دعا فرمائی اللہ تعالیٰ سے۔ وہاں پہنچے سب صحابہ کو جو باہر
 جانے والے تھے وہ پوچھا کیا آگئیں۔ یہ کونسی بڑی بات ہے، پوچھا بتانے والا
 اللہ تعالیٰ سے کہ کوئی اور بتائے و الا یہ ہے اس لئے یہ شبہ نہ کیا جاسکے کہ
 نبیوں نے پھر کیسے سمجھ لیا۔ موسیٰ علیہ السلام کی اپنی زبان عبرانی تھی، تو اگر
 الہام عربی ہیں تو عبرانی میں کیسے بنا لیا؟ کیسے سمجھ گئے۔ سمجھ جاتے ہیں
 جو اللہ پر مشورہ دیتا ہے، جو اللہ رسالت دیتا ہے، جو اللہ تعالیٰ اپنا قرب
 نوازتا ہے، وَقَوْلًا بِنَاءً نَجِيًّا (مریم ۵۲) فرمایا وَذَكَرَ فِي الْكِتَابِ مُوسَىٰ
 (مریم ۵۱) اس کے پیر کے پیچھے اس اپنی کتاب میں، قرآن مجید میں موسیٰ علیہ السلام
 کا بھی ذکر کیسے۔ اِنَّهَا كَانَ مَخْلُصًا وَّكَانَ رَسُوْلًا نَبِيًّا (مریم ۵۱)
 وہ میرا چنا ہوا انسان تھا۔ وَنَادَىٰ بَيْنَهُ مِنْ جَانِبِ الطُّورِ الْاَيْمَنِ وَ
 قَوْلًا نَجِيًّا (مریم ۵۲) ہم نے اسے آواز دی "ادھر آؤ موسیٰ!"

جسے اللہ بلائے اپنے پاس، وہ کتنی شان کا مالک ہوگا، اس لئے انبیاء کے متعلق
 کبھی بات چیت نہ کیا جائے۔ نبی بڑے مقرب ہیں، نبی اللہ تعالیٰ کے بڑے محبوب
 ہوتے ہیں جس کو اللہ بلائے "و اے موسیٰ اور ہر اوٹھیرے پاس"۔
 تَا دُنِيَاكَ مِنْ بَجَانِبِ الطُّورِ الْاَيْمَنِ يٰمُوسٰى (مریم ۵۲) اور
 بَجَانِبِ الطُّورِ الْاَيْمَنِ يٰمُوسٰى (طہ ۹۰) "اے موسیٰ! میرے پاس آ"۔
 خور ہلایا اللہ تعالیٰ نے۔۔۔ وَ تَرٰ دُنِيَاكَ نَجِيًّا رَمِيْمًا (۱۵) فرمایا پوشیدہ
 باتیں کرنے کے لئے میں نے اُسے اور بھی قریب کر لیا جس کے ساتھ اللہ
 راز کی باتیں کرے، وحی کے ساتھ نوازے، اس کے مقام میں بکثرت کی جاسکتی
 ہے، اور پھر وہ موسیٰ جس کے متعلق محمد رسول اللہ فرمائیں اگر آج وہ زندہ
 ہوتے، وہ نبی ہیں، تو پھر میرا کچھ پڑھتے۔ پھر امام الانبیاء کے مقام کا
 حساب لگالیں آپ کا کتنا اور کتنا مقام ہوگا (صلی اللہ علیہ وسلم)
 تو فرمایا وَمَا اَرْسَلْنَا مِنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا يَلْسَنًا قَوْلًا۔ ہم نے
 جب کبھی بھی کسی رسول کو بھیجا تھا تو اس کی قوم کی بولی سے بھیجا تھا۔
 لَنْ يَلْسَنَ لَكُمْ طٰمٰكٍ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ کہ ان کے سامنے بات کھول کر رکھ دے، کل وہ اعتراض نہ
 کر سکیں کہ بات صحیح نہیں آئی۔ حضور یا نور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک لاکھ
 چوبیس ہزار صحابہ یا کم و بیش سے قرآن کے میدان میں پوچھا۔ "او
 صحابہ! میں نے تم تک اللہ کا دین پہنچایا ہے"۔ سب نے کہا "ہاں! حضور
 آپ نے پہنچایا"۔ آپ نے اپنے دونوں ہاتھ مبارک کھڑے کیے اور فرمایا
 اَللّٰهُمَّ اشْهَدْ۔ اللہ! تو گواہ رہ کہ میں نے تیرا دین ان تک

پہنچا دیا۔ اِسْیٰبِیْنَ لَسْمُ طٰبِیْیٰ نِیْیٰ نے کھول کھول کر بیان کیا۔ اِسْیٰبِیْیٰ تو
 کھول کر بیان کر گیا اور پیچھے کوئی میٹرک فیل کہہ دے در نہیں، فکلائی گل
 رہ گئی اے، میں حل کرناں۔ تو نبی سے آگے ہوا یا نبی سے پیچھے ہو گیا؟
 پھر امتی تو نہیں ہو سکتا! نبی علیہ السلام نے تو کھول کر بات بیان کر دی
 اور چودہ سو سال کے بعد یا بارہ سو سال کے بعد یا تیرہ سو سال کے بعد اگر
 کوئی کہتا ہے ”نہیں جی! فکلائی گل جھڑی اے اوہ رہ گئی اے، تے ایہہ
 یس حل کرناں، ایہہ ڈیوٹی میں دیناں۔“ تے اوہ تے نبی کو لوں آگے پیا
 ہوندا اے۔ قرآن تو فرماتا ہے لَا تَقْدِمُوا بَيْنَ يَدَيِ اللَّهِ وَ
 رَسُوْلِهِ وَ اتَّقُوا اللَّهَ (حجرات ۱) اللہ سے بھی آگے قدم مت اٹھاؤ
 نبی سے بھی آگے قدم مت اٹھاؤ۔ وہ امت ہے یا کہ وہ نبی ہے؟ امام
 آگے ہوتا ہے کہ مقتدی آگے ہوتا ہے؟ یہ ہمارے امام صاحبان جو ہم جیسے
 ہیں ہم ان کے پیچھے ہوتے یا امام کے آگے ہوتے ہیں؟ بلکہ علماء صاحبان
 بھی تشریف فرما ہیں، یہ مسئلہ ہے کہ اگر ایک آدمی بیت اللہ شریف میں
 بھی نماز پڑھتا ہے اور اس طرف کھڑا ہے جس طرف امام کھڑا ہے
 تو امام سے آگے اگر کھڑا ہو گیا، بیت اللہ کے قریب ہو گیا، تو نماز نہ ہو
 گی۔ قریب تو بیت اللہ سے ہے لیکن امام سے آگے ہے۔ نماز نہ ہوگی
 لیکن دوسری جہت میں کھڑا ہے، بیت اللہ کے چاروں طرف حاجی کھڑے
 ہو جاتے ہیں اللہ بچھے آپ کو بھی حج نصیب فرمائے جن دوستوں نے
 درخواستیں دی ہیں اللہ قبول فرمائے۔ اللہ تعالیٰ ایسی کیفیت پیدا کرے

کہ ہر عاشق رسولؐ اپنی مرضی سے جب چاہے امام الانبیاء کے دروازے
 پر سلام کر سکے تو وہاں کھڑے ہو جاتے ہیں چاروں طرف حاجی لوگ۔
 تو فرمایا وہاں پھر امام جس بہت میں کھڑا ہے اگر مقتدی اس بہت
 میں امام سے آگے ہو گیا، بیٹہ اللہ کے زیادہ قریب ہو گیا تو نماز نہیں ہو
 گی۔ بیٹہ اللہ کے تو قریب ہو گیا، امام صاحب سے تو آگے ہے۔
 اور وہ جو نبیوں کے امام ہیں جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان سے
 آگے کوئی اپنی رائے پیش کرے تو پھر بتائیں وہ اللہ کو محبوب ہو گا۔
 لَيْسَ بَيْنَ كُمْ طَاقَةٌ نَبِيَّاتٍ كَهَوْلِ كَرِيحٍ كَرِيحٍ كَرِيحٍ كَرِيحٍ
 امام الانبیاء نے ساری باتیں کھول کر بیان کر دیں۔ اس لئے کسی نے حضور کے
 بعد دین میں کمی بیشی نہیں کی۔۔۔ اجتہاد اور پیرزہے۔۔۔ استنباط اور
 پیرزہے۔ دین کی بنیاد رکھنا، دینی نظام بنانا، اصول اور فروع مرتب
 کرنا، یہ اور بات ہے۔ نہ حدیث کر سکا، نہ عمر فاروق کر سکا، نہ عثمان غنی
 کر سکا۔ نہ علی مرتضیٰ کر سکا۔ نہ کوئی اور کر سکا۔ تو ہم کیسے بھائی آگے
 پیچھے کر سکتے ہیں؟ لَيْسَ بَيْنَ كُمْ طَاقَةٌ تاکہ نبی بات کھول کر بیان کرے۔
 لیکن پھر لوگوں کی دو قسمیں ہو جاتی ہیں۔ فَيُضِلُّ اللَّهُ مَنْ
 يَشَاءُ وَيَهْدِي مَنْ يَشَاءُ پس اللہ گمراہ کر دیتا ہے جسے چاہے
 اور ہدایت دے دیتا ہے جسے چاہے۔ یہ اللہ کی اپنی مشیت ہے
 وَهُوَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ اور غالب ہے بڑی حکمت والا ہے۔
 غالب ہے۔ جو چاہے کر لیتا ہے۔ دینا نہ مانے، سبب نہ ہو، کر لیتا ہے

حکیم ہے، جو کرتا ہے اس پر بڑی حکمت ہوتی ہے۔ عزیر ہے۔
 غالب، جو چاہے کرے، دنیا نہ مانے کر لیتا ہے۔ بھائی! کوئی اپنی
 موت چاہتا ہے کہ میں مر جاؤں؟ کوئی چاہتا ہے؟ پارٹی کرتا ہے کہ
 بھائی! میں نے کل مرنا ہے؟ کوئی نہیں چاہتا۔ لیکن جب موت آتی ہے
 مر جاتا ہے کہ نہیں مر جاتا؟ مر جاتا ہے۔ حفاظتوں میں مر جاتا
 ہے۔ پہروں میں مر جاتا ہے، ڈاکٹروں کے پاس مر جاتا ہے، خود ڈاکٹر
 بھی مر جاتا ہے، بوزکلی سینا مر گیا، مشق مر گیا، بقراط مر گیا، ارستو مر گیا
 ڈاکٹر بھی مرے، تو عزیز ڈیڑھ ماہ تک غالب عورت میری صفت ہے کہ میں
 جو چاہوں کر لوں۔ تم جو چاہو نہیں کر سکتے۔ جسے کس میں نہ چاہوں۔
 وَمَا تَشَاءُونَ إِلَّا أَنْ يَشَاءَ اللَّهُ (التکویر: ۲۹) تمہارے پروگرام تو
 میری مرضی پر چلتے ہیں۔ میں چاہوں تو عمل سیکھیں نہ چاہوں تو نہیں چل سکیں۔
 الْحَكِيمُ۔ اور میں حکمت والا ہوں، جو کرتا ہوں اس میں بڑی حکمت ہوتی ہے
 میرے غلبے میں ظلم نہیں ہے، میرے غلبے میں نا انصافی نہیں ہے۔ الْحَكِيمُ
 بڑی حکمت والا ہوں۔

آگے اللہ نے پھر تاریخی مثال بیان فرمائی۔ کیسا غالب ہوں؟ ۵۵
 فرعون بے عون، جو یہ کہا کرتا تھا کہ أَنَا رَبُّكُمْ الْأَعْلَىٰ (۱۰۰) (التکویر: ۲۹)
 میں تمہارا سب سے بڑا خدا ہوں۔ دو بڑے بچے دئے فرعون کو سمجھانے کے
 لئے۔ وہی۔ موسیٰ اور ہارون علیہما السلام إِذْ هَبْنَا فِرْعَوْنَ
 إِنَّهُ طَغَىٰ (۱۰۰) (ظہر: ۱۰۰) اور ہارون! تم دونوں جاؤ اور جا کروا

فرعون کو سمجھاؤ، اِنَّهُ طَغٰی۔ وہ بڑا سرکش ہو چکا ہے، میرے مقابلے میں آگیا۔ کیا کہا بیوں دونوں نے؟ موسیٰ علیہ السلام نے کہا یا رب العالمین مجھے تو کوئی انکار نہیں ہے لیکن اے رب العالمین! وہ فرعون؟ اس کے مقابلے میں ہم جہاں گیا؟ فرمایا نہیں تمہیں ایک ہتھیار دیتا ہوں۔ وَلَا تَنْبِئَا فِیْ ذٰلِکَ نَبِیًّا ؕ (اللہ تعالیٰ) تم جا کر میرا ذکر کرنا، میرے ذکر میں کمی نہ کرنا، میں ڈاکرینا کے ساتھ ہو جاتا ہوں، پھر دیکھنا کیا ہوتا ہے۔

آج ذکر سے مسلمان مذاق کرتا ہے۔ وَلَا تَنْبِئَا فِیْ ذٰلِکَ نَبِیًّا ؕ اِنِ فِرْعَوْنُ اِنَّهُ طَغٰی ۝ چنانچہ حضرت موسیٰ اور حضرت ہارون دونوں تشریح لے جاتے ہیں۔ تو اللہ اس واقعے کو بیان فرماتے ہیں کہ دیکھو اس فرعون نے کون کون سے ختم کیا ہے العزیز نے، اللہ کی ذات نے۔ اور ختم کرنے میں حکمت تھی کہ فرعون کی گردن جھک جائے، لِتَكُوْنَ اٰیٰتٍ لِّمَنْ خَلَقَ الْاٰیٰةَ ۙ (یونس ۲۱) جب فرعون ڈوبنے لگا، غوطے کھانے لگا، تو پھر کہا اٰمَنْتُ اِنَّہٗ لَا اِلٰہَ اِلَّا الَّذِیْ اٰمَنْتُ بِہٖمۡ بِنُوْحٍ اِسْرٰٓئِیْلَ (اعراف ۹) اور بھی اسرائیل کے خدا، اور موسیٰ اور ہارون کے خدا، میری توبہ میں مسلمان بن گیا، ماننا ہوں کہ خدا تو ہے، میں کہیں مارتا تھا۔ اللہ نے فرمایا اَللّٰنَ وَقَدْ عَصٰیْتَ قَبْلُ وَکُنْتَ مِنَ الْمُفْسِدِیْنَ ۝ (یونس ۱۱) اور بے ایمان! اب توبہ کرتا ہے؟ پہلے میرے مقابلے میں آیا وَکُنْتَ مِنَ الْمُفْسِدِیْنَ ۝ شرارتیں کرتا رہا، فَالْیَوْمَ نُنَجِّیْکَ بِجَدِّیْکَ ذٰلِکَ لِتَكُوْنَ اٰیٰتٍ لِّمَنْ خَلَقَ الْاٰیٰةَ ۙ (یونس ۱۲) آج میرے بدن کو

بچالوں گا، تیرا لاش قیامت تک محفوظ رہے گی تاکہ دنیا دیکھ لے کہ جو کہا کرتا تھا میں خدا ہوں، اُس کو خدا نے کیسا ذلیل کیا ہے؟ آج بھی فرعون کی لاش موجود ہے۔ عجائب گھرنی میں موجود ہے۔ لندن میں ہے یا مصر میں ہے۔

تو فرمایا کہ میں نے حکمت رکھی اس میں تاکہ پتہ چل جائے کہ حکیم میں ہوں، عزیز میں ہوں۔ وَ لَقَدْ اَرْسَلْنَا مُوسٰی بِآیٰتِنَا اور بیشک بھیجا ہم نے موسیٰ علیہ السلام کو اپنی نشانیوں کے ساتھ تورات و عیٰ اسحٰت و سب سے، کیوں بھیجا؟ اَنْ اَخْرِجَ قَوْمَكَ مِنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ کہ نکالی تو اپنی قوم کو کفر کے، شرک کے، وہم کے، غلامی کے اندھیروں سے روشنی کی طرف۔ وَ ذِكْرٌ لِّكُمْ بِآیٰتِ اللّٰهِ ط اور ان کو یاد دلا اللہ کے دن۔ مصیبتوں کے دن، تکلیفوں کے دن، پہلی قوموں کے عذابوں کے دن اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَاٰیٰتٍ لِّکُلِّ صَبّٰرٍ شٰکِرٍ یہ بیشک اس واقعے میں بھی بہت بڑی نشانیوں ہیں بہر صبر کرنے والے کے لئے، بہر شکر گزار کے لئے۔

اللہ کی نعمتوں کے دورخ ہیں میرے بزرگو! کبھی اللہ کی نعمت یوں آتی ہے کہ بندہ دیکھ کر خوشی محسوس کرتا ہے۔ ہوتی وہ نعمت ہے، بندہ خوشی محسوس کرتا ہے، اس پر فرمایا وَ اَشْكُرُوْا بِالْبَقَرَةِ (۱۵۲) میرا شکر ادا کرو، تم کوئی ایسی بات سمجھو جو میں نے تم پر نازل کی، تمہارے ساتھ کوئی ایسا معاملہ ہو گیا جس کو دیکھ کر تم نے خوشی منائی، تو کیا کروا

میرا شکر ادا کرو۔ لیکن شکر تو کم لا زید شکر (ابراہیمؑ) تم میرا شکر کرو گے
 میں نعمتوں کو بڑھا دوں گا، اور چونکہ میں حکیم ہوں، میری حکمت کا تقاضا ہے
 کہ کبھی کبھی میں تکلیف بھیج دیتا ہوں۔ ہوتی وہ بھی راحت ہے تمہارے لئے
 لیکن تم تکلیف سمجھتے ہو۔ ڈاکٹر کہتا ہے بھائی ٹانگ میں ناسور ہو گیا ہے اور
 یہ کاٹنا ہی پڑے گا۔ ڈاکٹر حمدی کے ساتھ کہہ رہا ہے، بظاہر ٹانگ کٹ
 جائے گی لیکن باقی بدن بچے جائے گا۔ تو فرمایا تکلیف کی حالتوں میں صبر کرنے
 والے اور راحت کی حالت میں میرا شکر ادا کرنے والے، یہ تو قرآن مجید کو سمجھ
 سکتے ہیں، میری ہدایات کو سمجھ سکتے ہیں۔

حضرت سلیمان علیہ السلام کی جوانی کو کھٹی کھٹی، بعض کتابوں میں آیا ہے
 اس میں یہ لکھا ہوا تھا کہ صبر اور شکر، یہ اللہ کی دو نعمتیں انسان کو کامیاب بنا کر
 دیتی ہیں۔ اللہ کی نعمت آئے تو شکر ادا کرے، تکلیف آئے تو صبر کرے۔ صبر
 کا معنی کیا ہے؟ برداشت کرے، اللہ کے اور قریب ہو۔ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ
 آمَنُوا اسْتَعِينُوا بِالصَّبْرِ وَالصَّلَاةِ إِنَّ اللَّهَ مَعَ الصَّابِرِينَ
 (البقرہ ۱۵۳) صبر کرو، اور صبر کا مفہوم کیا ہے؟ اور نمازیں پڑھو۔ میرے
 اور قریب ہو جاؤ۔ "بھائی! راتیں نماز پڑھ نہیں آیا" "جی میرا ذرا صبر
 رکھو، میں نماز گھر ہی پڑھ چھوڑی سی"۔ کٹ گیا خدا سے۔
 سر دکھتا تو ضرور مسجد میں جاتا، اور خدا کے قریب ہوتا کہ اللہ! تو نے مجھے
 تکلیف دی لیکن میں ان تکلیفوں سے تیرا دامن چھوڑنے والا نہیں ہوں
 میری طرف سے جو آئے، اللہ! میں صابر ہوں، اے رب العالمین! مجھے

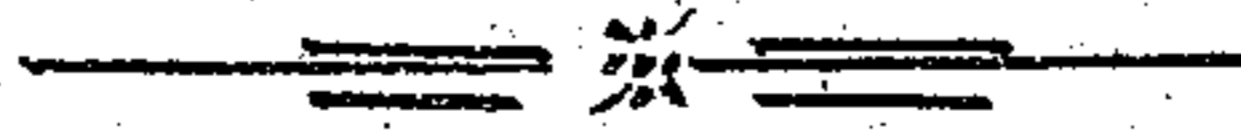
صبر کی توفیق عطا فرما۔

تو فرمایا کہ جو لوگ صابر ہیں اور جو لوگ شاکر ہیں، ان کے لئے ان واقعات میں بہت بڑی نشانیاں ہیں۔ اور وہ کیا بنا پھر؟ وَاذْ قَالُوا لَقَوْمٍ اَوْ رَجِبَ فَرَمَا بِحَضْرَتِ مَوْسٰیؑ نَے اِپنی قَوْم سے اَذْکُرُوا نِعْمَةَ اللّٰهِ عَلَیْکُمْ، اے میری قوم! یاد کرو تم اللہ کا وہ احسان جو اللہ نے تم پر کیا کہ تم کو فرعون کی غلامی سے نکالا، تم کو فرعون کے دیدار سے نکالا اور جیسے اللہ نے ہمیں ہندوؤں سے نجات دی، اللہ نے سیکھوں سے نجات دی، اللہ نے انگریزوں سے نجات دی آج ہم آزاد ہیں الحمد للہ، اللہ ہمیں اپنے انعام کا شکر ادا کرنے کی توفیق عطا فرمائے، اللہ ہمیں قدر کرنے کی توفیق عطا فرمائے ورنہ ہماری کیا طاقت تھی، اللہ ہی نے احسان فرمایا (رَاٰ اَنْجِلْکُمْ مِّنْ اِلْفِ فِرْعَوْنَ، جب اللہ نے تم کو نجات دی فرعونوں سے، فرعونی کیا کرتے تھے؟ کیسے مومنوں کو سزا العذاب، وہ تمہیں پہنچاتے تھے بہت برا عذاب، وہ برا عذاب کیا تھا؟ (وَاَوْ تَفْصِیْلِهِ) وَیَذِیْحُوْنَ اَبْنَاؤَکُمْ، تمہارے بیٹوں کو تو قتل کر دیتے تھے تاکہ نسل نہ بڑھے، نسل کشتی کرتے تھے وَکَیْسَ اَحْیُوْنَ نِسَاؤَکُمْ اور تمہاری بیٹیوں کو زندہ چھوڑ دیتے تھے تاکہ وہ گھروں میں کام کرتی رہیں، بھانڈے وغیرہ مانجھتی رہیں تمہارے مڑوں کو ختم کرتے تھے وَفِیْ ذٰلِکُمْ اٰیٰتٍ لِّمَنْ اَسْمَعُ، جو اللہ نے بلا تمہارے کسی بڑائی اچھکڑے کے فرعون کا بیڑا غرق کیا اور اللہ نے تم کو مصر کا بادشاہ بنایا، فلسطین کا بادشاہ بنایا، وَفِیْ ذٰلِکُمْ اٰیٰتٍ لِّمَنْ اَسْمَعُ

میں تمہارے لئے بلاءِ عظیمہ لایا گیا ہے۔ تمہارے رب کی طرف سے بخشش
تھی بہت بڑی۔

لفظ بلاء متضاد و عروفا میں سے ہے۔ اس کا معنی نعمت بھی
ہے، اس کا معنی تکلیف بھی ہے، اس کا معنی آزمائش بھی ہے۔ آزمائش
یہ تھی کہ ہم دیکھتے تھے کہ تم اب کیا کرو گے؟ قرآن میں آتا ہے دوسری جگہ
لَنَنْظُرَ كَيْفَ تَعْمَلُونَ (یونس ۱۰) ہم دیکھیں گے تم کیا کرو گے؛ فرعون
کی پیروی کرو گے کہ موسیٰ کی کرو گے؟ یہ ابتلاء بھی ہے۔ اور یہ بھی ہے کہ
بَلَاءٌ عَظِيمٌ اللہ کی طرف سے بہت بڑی نعمت تھی کہ
فرعون کا بیڑا غرق ہوا اور تمہیں اللہ نے آزاد کر دیا۔ اور بلاء کا معنی
مصیبت بھی ہے (یہ اشارہ پھر بعید کے لئے ہو جائے گا) وَفِي ذٰلِكَ
اور اس بات میں۔ (ذالک اشارہ بعید ہے) اور اس بات میں جو
فرعون تمہارے ساتھ رہتا تھا تمہارے بچوں کو قتل کرنا، تمہاری بچیوں سے
برے کام کرانا، دولت کے کام کرانا، اس میں تمہارے لئے بہت بڑی مصیبت
تھی۔ خدا نے تم کو اس مصیبت سے چھڑا لیا۔

اللہ مجھے آپ کو تحمل کی توفیق عطا فرمائے۔ اللہ ہمیں قرآن مجید کے
ساتھ لگاؤ نصیب فرمائے، اللہ ہمیں اپنی نعمت کی قدر کرنے کی توفیق عطا
فرمائے (آمین)



دینی اور روحانی انقلاب لائبریری کی کتابیں

اگر آپ چاہتے ہیں کہ تعلیمات قرآن مجید کی روحانی برکات حاصل کریں تو واہ کینیڈا میں قرآن مجید مطالعہ فرمائیں یہ درس سجدۃ اللہ چار سالوں کا علیحدہ علیحدہ جلد میں شائع ہو چکا ہے ہر درس کے مجموعہ کی قیمت تین روپیہ ہے۔

الوارا لحدیث سید دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات میں وہ اثر اور تعلیمات ہیں کہ جن سے خوش بختوں کو دونوں جہانوں کی سعادت مل گئی اس کتاب میں وہ درس حدیث ہے جو واہ کینیڈا میں درس قرآن مجید کے ساتھ دیا جاتا ہے مجموعہ سال اول قیمت صرف ^{روپیہ}

رحمت کا ثبوت ہر مسلمان کے لئے ضروری ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ سچی محبت اور اعلیٰ عقیدت رکھے۔ اس کتاب میں یہ ثابت کیا گیا ہے کہ آپ کی نبوت وثابت تک ہے اور آپ جیات النبی ہیں صلی اللہ علیہ وسلم۔

پانچویں بارہ قیمت دو روپے
خلاصہ فقہ اسلامی جس کا مطالعہ ہر مسلمان کیلئے مفید ہے بارہ سو قیمت ایک روپیہ
دینی لغات - قرآن مجید، احادیث، تفسیر اور کتب فقہ کی تمام لغات کا حل
اردو زبان میں پہلی دفعہ پہلی جلد "شش" تک، قیمت صرف پانچ روپے۔

یاد دہانی کا پتہ :-
حافظ قاضی محمد رشید الحسنی - دارالارشاد - کیمیل پور

وَأَقْرَبُ النَّبِيِّ وَالْقُرْآنِ لِلذِّكْرِ فَيَقُولُ هُوَ قُرْآنٌ مَكْرَمٌ
 (ترجمہ) بے شک تم نے قرآن کو نصیحت کیلئے آسان کر دیا ہے کیا کوئی نصیحت حاصل کرنے والا ہے؟

اس قرآن مجید

(چوتھا سالانہ مجموعہ)

فاضل محضی محمد زہاید الحسنی صاحب

مرتبہ

محمد عثمان غنی بی بی

شائع کردہ



دارالارشاد • کیمیلپور • پاکستان

6/95